توضیح

قرآن کریم

جلد اول

محمد فضل احمد

افضل پبلیکیشنز نئی دہلی

Marfat.com

توضیح قرآن کریم

جلد اول

محمد افضل احمد

افضل پبلیکیشنز نئی دہلی

۲۹۷۶۱۶
م ۶ ۱۴ ۳
۲۳۶۳ ب ۱۰ ے
حلد نوصل

©
جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب : توضیح قرآن کریم

از : محمد افضل احمد

صفحات : ۴۲۳

اشاعت : جون ۲۰۰۵ء

تعداد : ۱۰۰۰

ہدیہ : ۱۶۰/روپے

ناشر : افضل پبلیکیشنز، ڈی ۳۰۲، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو
جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

کمپوزنگ : نور کمیونیکیشن 26316650

طباعت : دعوت آفسٹ پرنٹرز، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

TAUZEEH QUR'AN KAREEM
BY
MOHAMMAD AFZAL AHMAD

ملنے کے پتے

۱۔افضل پبلیکیشنز، ڈی ۳۰۲، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

۲۔مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۝ (العَلَق : ۵)

''انسان کواللہ تعالیٰ نے وہ علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔''

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (القَمَر: ۱۷)

''ہم نے اس قرآن کونصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنایا ہے پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ (صحيح البخاری و سنن الترمذی)

''حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کا علم پھیلائے۔''

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فَاطِر : ۲۸)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔''

Marfat.com

پیش لفظ

''ساری تعریفیں اور شکر واحسان اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں کسی طرح کی کجی وکمی نہ رکھی بلکہ ہر طرح سے سیدھی بات کہنے والی کتاب تا کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب سے خبر دار کردے اور ان ایمان لانے والوں کو جو صالح عمل کریں بشارت دے دے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان لوگوں کو ڈرادے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔''(۱)''ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔''(۲)''جس نے قرآن کو لوگوں کے لئے نصیحت، ان کے دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور مؤمنوں کے لئے ہدایت ورحمت بنا کر نازل فرمایا ہے۔''(۳) اور ''جس نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان ذریعہ بنایا ہے۔''(۴) اور صلاۃ وسلام اور رحمت وبرکت ہو اس کے بندے اور رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہیں ''اسی (اللہ تعالیٰ) نے ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب و نافذ کردیں۔''(۵) اور سلامتی، رحمت اور برکت ہم سبھوں پر اور تمام صالح بندوں پر۔

بے شک ''قرآن کا علم حاصل کرنا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینا سب سے بہتر شخص کا عمل ہے۔''(۶) بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس عظیم کارِ خیر میں شریک وسہیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور لوگوں کے لئے کتاب اللہ سے حقیقی تمسک کا ذریعہ بنائے۔ آمین! وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب۔

محمد افضل احمد

نئی دہلی

۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ

مطابق ۸ رمارچ ۲۰۰۵ء

---

(۱) الكهف : ۱-٤ (۲) المائدة : ۱۵، ۱٦ (۳) يونس : ۵۷ (٤) القمر : ۱۷ (۵) الصف : ۹
(٦) صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب ٦٠۔ سنن الترمذي، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء في تعليم القرآن۔

پیش لفظ

توضیح سورہ فاتحہ طبع اول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ

یوں تو قرآن کریم کا ہر سورہ نور و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ لیکن سورہ فاتحہ کو بڑی اہمیت اور اولیت حاصل ہے۔ یہ سورہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اس کی توضیح و تشریح کا پورا پورا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس حقیقت کے باوجود اسے نماز کے لئے لازم کئے جانے کی تاکید اور اس کے فضائل و برکات کی بکثرت روایات کے پیش نظر اپنے محدود علم اور غور و تدبر کی کم مائیگی کے باوجود اس کی کسی قدر توضیح پیش کرنے کی ایک حقیر سی کوشش کی ہے تاکہ عام لوگ بھی اس خزانۂ بے بہا سے بیش از بیش نور و ہدایت اخذ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور افادۂ عام کا سبب بنائے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ منیب۔

محمد افضل احمد

نئی دہلی

۲۸ر شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

مطابق ۲۳ر دسمبر ۲۰۰۳ء

Marfat.com

توضیح

سورہ فاتحہ

Marfat.com

Marfat.com

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں شیطان مردود سے۔

قرآن کریم کی تلاوت شروع کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے قاری کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ پہلے شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر لے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ (النَّحل :۹۸)

''پھر جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔''

''عِیَاذَۃٌ'' کے معنی پناہ ڈھونڈنے اور برائی کے دفع کرنے کے ہیں۔لفظ شیطان ''شَطَنٌ'' سے مشتق ہے۔ شَطَنٌ کے معنی دوری کے ہیں۔الشَّیْطٰن مبالغے کا صیغہ ہے۔اس کے معنی ہوں گے''وہ بدبخت جسے ہر خیر و بھلائی سے اس قدر دور کر دیا گیا ہو کہ کسی صورت واپسی ممکن نہ ہو بلکہ وہ ہر خیر و بھلائی سے بُعد کی علامت بن کر رہ گیا ہو۔''اور''رَجِیْمٌ'' کے معنی ہیں مردود، پھٹکارا ہوا، دھتکارا ہوا۔''الشیطان'' اصطلاح ہے۔اس سے مراد ابلیس ہے جو اپنے کفر، نافرمانی، تمرد، تکبر، سرکشی، شوریدہ سری اور باغیانہ روش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دھتکار دیا گیا، مردود اور ملعون قرار دے دیا گیا:

قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ط قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ج خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاہْبِطْ مِنْہَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْہَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ○ (الْاَعْرَاف : ۱۲، ۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے پوچھا:''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔''اس نے کہا''میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اچھا تو یہاں سے نیچے اتر، تجھے حق نہیں کہ تو یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔نکل جا کہ درحقیقت تو ذلیلوں میں سے ہے۔''

Marfat.com

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ (الْحِجر: ۳۲ تا ۳۵)

''رب نے پوچھا: ''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔'' اس نے کہا: ''میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔'' رب نے فرمایا: ''اچھا تو نکل جا یہاں سے کیوں کہ تو مردود ہے اور اب روز جزا تک تجھ پر لعنت ہے۔''

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ (الْاَعْرَاف : ۱۸)

''اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا ''نکل یہاں سے ذلیل ٹھکرایا ہوا۔''

اور پھر شیطان مردود، ملعون اور راندۂ بارگاہ ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی مہلت مانگ لی کہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو بہکائے گا اور اسے اس کی مہلت مل گئی:

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ (الْحِجر: ۳۶ تا ۳۸)

''شیطان نے کہا'' اے میرے رب! یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک کے لئے مہلت دے، جبکہ سب انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اچھا تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔''

یہ مہلت ملتے ہی شیطان نے یہ واضح بھی کر دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ہر طرح سے گھیرے میں لے کر، انہیں سبز باغ دکھا کر، فریب اور جعل سازیوں کے ہتھکنڈے استعمال کر کے انہیں راہ راست سے روکنے، ہدایت الٰہی سے دور رکھنے اور گمراہیوں اور ضلالتوں کے عمیق غار میں پہنچا دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑے گا:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ

Marfat.com

بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ ۝ (الْاَعْرَاف: ١٦، ١٧)

''اس (شیطان) نے کہا'' اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا، آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ لا اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۝ (الْحِجر : ٣٩، ٤٠)

''شیطان نے کہا'' میرے رب! جیسا تو نے مجھے بہکایا ہے، اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لئے دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکاؤں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جنھیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو۔''

لَعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۝ لا وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ۝ ؕ يَعِدُهُمۡ وَيُمَنِّيۡهِمۡ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ۝

(النِّسَآء : ١١٨ تا ١٢٠)

''جس شیطان کو اللہ تعالیٰ نے لعنت زدہ کیا ہے، اس نے کہا تھا کہ'' میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردو بدل کریں گے،، اس شیطان کو جس نے اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنا ولی اور سرپرست بنالیا، وہ صریح نقصان میں پڑ گیا، وہ ان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے، مگر شیطان کے سارے وعدے بجز

فریب کے اور کچھ نہیں ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس شیطان مردود سے پوری طرح باخبر اور ہوشیار کرتے ہوئے یہ بتا دیا ہے کہ وہ انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے اور اس کا مشن ہی یہ ہے کہ وہ انسانوں کو صراطِ مستقیم سے پھیر دے، انہیں غلط راہوں پر ڈال دے، انہیں ان کے حقیقی نصب العین سے ہٹا دے، انہیں ان کے منصبِ خلافت ارضی سے منحرف کر دے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے ساتھ ہی واصلِ جہنم کر دے:

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(البَقَرَة : ١٦٨، ١٦٩)

"اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تو تمہیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں)۔"

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ؕ (فَاطِر: ٦)

"درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے پیرووں کو اپنی راہ پر اس لئے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔"

لہٰذا اس کے دامِ فریب سے بچنے اور اس کو اس کے مشن میں ناکام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کی جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے بغیر اس کے دامِ فریب سے بچ رہنا ناممکن ہے:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(الاعراف : ٢٠٠، حٰمٓ السَّجدَة : ٣٦)

Marfat.com

"اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے شیطان مردود سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان مردود سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پھر تین بار لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ کہتے پھر کہتے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)۔ ابن ماجہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے ہی تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا اور تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پڑھتے۔ پھر یہ پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطان سے، اس کے وسوسے سے، اس کی اکساہٹ سے اور اس کی بری باتوں کے القا کرنے سے۔"

عام حالات میں بھی جب کسی کو محسوس ہو کہ اسے شیطان اکسا رہا ہے، غلط خیالات میں الجھا رہا ہے، غلط اعمال کی ترغیب دے رہا ہے، راہ راست سے ہٹانا چاہتا ہے، غصہ، عناد، حرص، طمع اور نفسانی خواہشات میں ڈالنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے تاکہ وہ شیطان مردود کے شر و فساد، فتنہ و وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں محفوظ اور مامون ہو جائے۔

قرآن عظیم کی تلاوت شروع کرنے سے قبل تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ شیطان جو انسانوں کا نہایت ہی بدترین اور بدخواہ دشمن ہے، اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں اور رحمتوں سے انہیں دور ہی رکھنا چاہتا ہے اور گمراہیوں اور

Marfat.com

ضلالتوں میں ہی ڈالے رکھنا چاہتا ہے، اسے یہ کب گوارا ہوگا کہ قرآن پاک جو انسان کے لئے سراسر ہدایت اور رحمت کا سرچشمہ ہے، انسان اس سے فیضیاب ہو، اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہو، بلکہ اسے تو سب سے زیادہ ناگوار یہ ہے کہ انسان قرآن سے رہنمائی حاصل کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور پھر یہ کہ شیطان کے حملہ آور ہونے کی تدبیریں اور چالیں نہایت ہی خطرناک ہوتی ہیں۔ وہ ہر لمحہ، ہر جگہ اور ہر طرح سے گھات میں لگا ہوتا ہے، پھر وہ ایسی جگہوں سے انسان کو دیکھ رہا ہوتا ہے جہاں انسان اسے دیکھ نہیں سکتا:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ (الْاَعْرَاف: ۲۷)

''وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔''

ایسی صورت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت اس شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ہی محفوظ و مامون رکھ سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ (النحل: ۹۸ تا ۱۰۰)

''پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو انہیں لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے میں شرک کرتے ہیں۔''

شیطان وسوسوں کے ذریعہ لوگوں کو بہکاتا ہے۔ اس لئے شیطان کے ڈالے گئے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ (الْمُؤْمِنُوْن: ۹۷، ۹۸)

Marfat.com

"اور دعا کریں کہ اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں۔"

شیطان انسانوں میں سے بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط (الْأَنعَام: ١١٢)

"اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین انس وجن بنائے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب کے طور پر خوش آیند باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔"

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "...... فَقَالَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لِيْ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَلْ لِلْإِنْسَانِ مِنْ شَيَاطِيْنَ! قَالَ نَعَمْ يَا أَبَاذَرٍّ، ......"

(مسند أحمد ج ٥، ص ١٧٨، ١٧٩، ٢٦٥)

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے...... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "اے ابوذر، انسانوں اور جنوں کے شیطانوں سے اللہ تعالیٰ پناہ مانگو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا انسان بھی شیطانوں میں سے ہوتے ہیں! انھوں نے فرمایا: ہاں! ابوذر......"

غرض کہ استعاذہ اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو کر متوجہ ہونے میں شیطان رجیم کے پیدا کردہ اور اس کے ڈالے گئے تمام موانعات سے اپنے قلب و ذہن کو پاک کرنا ہے اور بسم اللہ سے کلام اللہ کا آغاز کرنا اللہ ذوالجلال والاکرام اور ہادیٔ مطلق کی طرف یکسوئی کے ساتھ اپنے قلب و ذہن کو متوجہ اور مرکوز کرنا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ

تسمیہ اور فضائل و برکات:۔ ''سُوْرَة'' کے معنی بلندی یا بلند منزل کے ہیں۔اس لحاظ سے ہر سورہ ایک بلند منزل کا نام ہے۔اس کے دوسرے معنی شہر پناہ کی دیوار کے ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن کے سورہ کو اس لئے بھی سورہ کہتے ہیں کہ وہ فصیل شہر کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس کے ایک معنی علامت کے ہیں۔اس طرح سورہ کے معنی ہو جائیں گے مضامین کی علامت۔

سورہ ''الفاتحہ'' قرآن مجید کا سب سے پہلا سورہ ہے۔اس سورہ کا سب سے مشہور نام بھی یہی ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ کو ''فَاتِحَةُ الْكِتَاب'' کہا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة لإمام والماموم فی الصلوات کلها، صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعته...... الخ)

''حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز ہی نہیں جس نے نماز میں ''فاتحۃ الکتاب'' نہ پڑھی ہو۔''

چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس سورہ کو زیادہ تر اسی نام سے پکارا ہے۔لفظ ''فَتْح'' کے معنی کھولنے یا شروع کرنے کے ہیں یعنی وہ چیز جس سے کوئی شے کھولی یا شروع کی جائے۔اس سورہ کا نام ''الفاتحۃ'' رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی باتیں بیان کی گئی ہیں، وہ سب کی سب اسی سورہ

Marfat.com

سے کھولی جاتی ہیں اور تمام مندرجات قرآن کے لئے یہی سورہ نقطۂ آغاز اور افتتاح ہے۔ اسی لئے حدیث مذکور میں یہ بات کہی گئی ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں اور اسی بنا پر ہر نماز بلکہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور نماز کی تکمیل کا باعث اور اس کے بعد ہی قرآن کے کسی بھی حصے کو پڑھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ سورہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت ورحمت اور عدل وبادشاہت اور بندے کی شان بندگی، اس کے ایمان وعقیدہ اور اس کی صحیح حیثیتوں اور اس کے نتیجے میں بندے کی اللہ تعالیٰ سے صحیح ربط وتعلق کے اظہار و اقرار پر مشتمل ہے، اسی لئے نماز جو عبادتوں کا سرتاج اور دین کا ستون ہے، اس میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا لازم قرار دیا گیا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. سَمِعَ نَقِيْضاً مِنْ فَوْقِهِ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ. فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ. فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ. فَقَالَ: هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ. لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ. فَسَلَّمَ، وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ. فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ. لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيْتَهُ.

(صحيح مسلم، كتاب الصلوة المسافرين و قصرها، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة...... الخ، سنن النسائي، كتاب الإفتتاح، باب فضل فاتحة الكتاب)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ”جس وقت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی وقت دفعتاً اوپر دروازہ کھلنے کی سی آواز سنی۔ جبریل علیہ السلام نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ آسمان کا یہ دروازہ جو آج کھلا ہے، اس سے قبل کبھی نہیں کھلا، پھر اس سے ایک فرشتہ زمین پر اترا، پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرشتہ جو زمین پر اترا ہے، آج سے قبل کبھی نہیں

Marfat.com

اترا تھا، اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ اس سے قبل کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ وہ ہیں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا اختتامی حصہ۔ ان دونوں میں سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک حرف بھی پڑھیں گے تو وہ نور آپ کو دے دیا جائے گا۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: "أَلَا أُخْبِرُكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنِ جَابِرٍ بِخَيْرِ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟" قُلْتُ : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ : "اِقْرَأْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَتّٰى تَخْتِمُهَا. (مسند احمد ج٤۔ص١٧٧)

''حضرت عبداللہ بن جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''کیا میں نہ بتاؤں کہ قرآن میں سب سے بہتر سورہ کون ہے؟'' میں نے کہا' ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ آخر تک۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:...... كَيْفَ تَقْرَأُ فِی الصَّلٰوةِ ؟ قَالَ : فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا أُنْزِلَتْ فِیْ التَّوْرَاةِ وَلَا فِیْ الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا، وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ أُعْطِيْتُهُ."

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل فاتحة الکتاب، مسند احمد ج٥ص١١٤ میں بھی اس معنی میں حدیث بیان ہوئی ہے۔)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معلوم کیا...... تم نماز میں کیا قرأت کرتے ہو؟ (راوی نے) کہا انہوں نے ام القرآن کی قرأت کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس (سورہ فاتحہ) جیسا کوئی سورہ نہ تو تورات میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں نازل ہوا اور نہ ہی فرقان (قرآن کریم) میں۔ یہ وہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔"

اس حدیث میں سورہ فاتحہ کے دو نام بتائے گئے ہیں ایک "ام القرآن" اور دوسرا "سبع مثانی"۔ سورہ فاتحہ کو قرآن میں سبع مثانی کہا گیا ہے، اس کے اس نام کی یہاں نشان دہی اور تصدیق کی گئی ہے کہ یہی وہ سورہ ہے جسے قرآن میں سبع مثانی کہا گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ○ (اَلْحِجر : ۸۷)

"اے نبیؐ، یہ واقعہ ہے کہ ہم نے تمہیں سات دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔"

سات دہرائی جانے والی آیات سے مراد یہی سورہ ہے۔ کیوں کہ یہ سات آیات کا مجموعہ ہے اور ہمیشہ نماز میں دہرایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورہ کو "اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ" بھی کہتے ہیں۔ قرآن کے اس بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس سورہ کی خصوصی حیثیت اور اہمیت کے پیش نظر ہی اس کا ذکر پورے قرآن سے الگ کیا گیا ہے اور باقی پورے قرآن عظیم کا علیحدہ۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ سورہ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود ایک جہاں معنیٰ کا حامل اور جامع ہے۔

احادیث میں اسے "ام القرآن" اور "ام الکتاب" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا نام "ام الکتاب" اس لئے ہے کہ آسمانی صحیفوں کی شروعات اسی سے ہوتی ہے اور نماز کی شروعات بھی اسی کے پڑھنے سے

Marfat.com

ہوتی ہے۔عربی میں ''ام'' کے معنی ماں کے ہیں یا کسی چیز کی اصل کے یا پھر اس کا اطلاق ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جس کی حیثیت اصل کی ہوتی ہے اور جو اپنے اندر جامعیت رکھتی ہو یا بہت سی چیزوں میں مقدم اور نمایاں ہو یا پھر جس کے ماتحت اس کے بہت سارے توابع ہوں۔اس طرح اس سورہ کو''ام القرآن'' یا ''ام الکتاب'' کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وہ سورہ ہے جس میں مطالب قرآنی کی جامعیت اور مرکزیت ہے یا جو قرآن کی تمام سورتوں میں نمایاں اور مقدم ہے یا یہ سورہ قرآن کریم کا مغز اور خلاصہ ہے۔محمد علی الصابونی نے ''صفوۃ التفاسیر'' میں بڑی اچھی باتیں کہی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"وهي على قصرها و جازتها، قدحوت معاني القرآن العظيم، واشتملت على تتناول العقيدة، والعبادة، والتشريع، والاعتقاد باليوم الأخر، والإيمان بصفات الله الحسنى، وإفراده بالعبادة والإستعانت والدعاء، والتوجه إليه جل وعلا بطلب الهداية إلى الدين الحق والصراط المستقيم، والتضرع إليه بالتثبيت على الإيمان ونهج السبيل الصالحين، وتجنب طريق المغضوب عليهم ولاالضالين، وفيها الأخبار عن قصص الامم السابقين، والإطلاع على معارج السعداء و منازل الأشقياء وفيها التعبدبأمر الله سبحانه ونهيه إلى غير ماهنالك من مقاصد واغراض واهداف، فهي كالأمر بالنسبة لبقية السور الكريمة ولهذا تسمى "ام الكتاب" لأنها جمعت مقاصده الأساسية.

(صفوة التفاسير۔ المجلد الاول ۔ تاليف محمد على الصابونى، دار القرآن الكريم بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢ھ ١٩٨١م)

''یہ وہ سورہ ہے جو اپنے ایجاز واختصار کے باوصف قرآن عظیم کے وسیع معنی کو محیط ہے اور

Marfat.com

اجمالی طور پر قرآن کے بنیادی مقاصد پر مشتمل۔اسی طرح یہ سورہ دین کے اصول اور اس کے فروع کے حامل ہونے کے ساتھ ہی اس میں عقیدہ،عبادت،شریعت،عقیدۂ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی اچھی صفتوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے اور عبادت،طلب استعانت اور دعا اس کی خاص خصوصیت ہے۔دین حق اور صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے متوجہ ہونے کا باعث ہے۔ایمان پر ثابت قدم رہنے اور نیک لوگوں کے طریقہ پر چلنے اور ان لوگوں کے طریقے اور راستے جن پر اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا یا جو گمراہ ہوگئے ان سے بچنے کی عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کرنا ہے۔اور اس میں سابقہ امتوں کے تذکرے ہیں اور نیک لوگوں کے عروج اور بدبخت لوگوں کے زوال کی اطلاع ہے اور اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکامات کی بجاآوری اور اس کے ماسوا تمام اغراض ومقاصد سے باز رہنے کا اقرار ہے،چنانچہ باقی تمام سورہ کریمہ کی نسبت یہ سورہ پورے قرآن کا جامع خلاصہ ہے۔لہٰذا اس کا نام ''ام الکتاب'' ہے۔اس لئے کہ اس میں بنیادی مقاصد جمع کردئے گئے ہیں۔''

غرض کہ جس طرح ایک چھوٹے سے بیج کے اندر بڑی چھوٹی شاخ درشاخ پھوٹتی ہوئی متعدد جڑوں،اوپر تلے نکلتی ہوئی بکثرت شاخوں،ہر شاخ اور تنے پر مزین بے شمار برگ وبار تناور درخت کے جوہر چھپے ہوتے ہیں،اسی طرح سورۂ فاتحہ قرآن عظیم کے تمام مشتملات کو ایجاز واختصار کے ساتھ محیط ہے۔اس میں توحید باری تعالیٰ کا جامع تصور ہے۔انسان کی حقیقت،حیثیت اور اس کی ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ سے اس کے تعلق اور معاملات کی نشاندہی ہے۔بندۂ خدا کی حیثیت میں بندے کی فطری ضرورت واحتیاج کا اظہار اور اس کی درخواست ہے تاکہ وہ نعمت وسعادت سے سرفراز ہوسکے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے ہم کنار ہوسکے اور ضلالت وگمراہی سے بچ سکے جس کا انجام بدبختی،غضب اور عتاب کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

اس سورہ کو ''اساس القرآن'' بھی کہتے ہیں۔امام شعبیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ قرآن کی اساس سورہ فاتحہ ہے۔اسے ''اساس القرآن'' اس لئے کہا گیا ہے کہ قرآن میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے ہو یا بندوں سے متعلق، ان سبھوں کی بنیاد اس سورہ میں مرکوز ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور۔ السیوطی۔ الجزء الاول، دار الکتاب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ ١٤١١ھ/١٩٩٠م)

اس کا ایک نام ''الکافیہ'' بھی ہے یعنی یہ سورہ انسان کی کفایت کرنے والی ہے۔ (ایضاً)

اس کا ایک نام ''الکنز'' بھی ہے۔اسحٰق بن راہویہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورہ اس خزانہ سے نازل ہوا ہے جو عرش کے نیچے ہے۔ (ایضاً)

اسے سورہ ''شفاء'' بھی کہتے ہیں۔حدیث کے مطابق یہ وہ سورہ ہے جس میں تمام بیماریوں سے شفا ہے۔ (ایضاً)

اسے ''الحمد'' بھی کہتے ہیں۔اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف پیش کی گئی ہے۔ (ایضاً)

اس کا نام ''الصلاۃ'' بھی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِيْ۔ ''میں نے ''الصلاۃ'' کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کردیا ہے۔'' اس حدیث میں ''الصلاۃ'' سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں نصف حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے اور دوسرا نصف حصہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے دعا و مناجات۔

(الجامع لاحکام القرآن۔ القرطبی۔ المجلد الاول ١۔٢، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

Marfat.com

اسے حدیث میں قرآن عظیم بھی کہا گیا ہے:

عَنْ أَبِی سَعِیدِبْنِ الْمُعَلّٰی أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ لَهٗ:...... أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ " فَأَخَذَ بِیَدِیْ، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَّخْرُجَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ قُلْتُ: أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِی وَالْقُرْآنِ الْعَظِیْمُ الَّذِی أُوْتِیْتُهٗ."

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الکتاب، **الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ حدیث ان کتابوں میں بھی مذکور ہے۔** سنن ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فاتحة الکتاب، سنن النسائی، کتاب الإفتتاح، باب تاویل قول اللّٰه عزوجل ولقد آتیناك سبعا من المثانی، سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل فاتحة الکتاب)

حضرت ابوسعید بن معلیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہا "اچھا سنو، میں تمہیں مسجد سے جانے سے پہلے ہی بتادوں گا کہ قرآن پاک میں سب سے عظیم سورہ کون سا ہے۔" پھر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد سے جانے کا ارادہ کیا تو میں نے (آپؐ کو) یاد دلایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے کہا ہے (وہ) قرآن میں سب سے عظیم سورہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ (وہ سورہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ یہی سبع مثانی ہے اور یہی وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔"

اور اسے دعا بھی کہا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ اصلاً دعا ہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو سکھایا ہے۔ دارمی، ترمذی وغیرہ کتب احادیث میں حضرت ابوہریرہؓ، ابی بن کعبؓ وغیرہ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ام القرآن کی مانند کوئی چیز اللہ

تعالیٰ نے نہ تو تورات میں نازل کی ہے اور انجیل میں، نہ زبور میں نہ فرقان (قرآن) میں اور وہ سبع مثانی ہے، قرآن عظیم ہے، جو مجھے عطا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہوا ہے اور بندے کے لئے وہ کچھ ہے جو اس نے طلب کیا۔"

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ "مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ."

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب وجوب قراءة سورة الفاتحة فی کل رکعة ...... الخ، سنن الترمذی، کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی ترك القرأة خلف الإمام إذا جهر (الإمام) بالقرأة، سنن النسائی، کتاب الإفتتاح باب ترك قرأة بسم اللّٰه الرحمن الرحیم فی فاتحة الکتاب، سنن ابو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب من ترك القراءة فی صلاته (بفاتحة الکتاب)، سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب قراءة خلف الإمام، مسند احمد ج۲ص ۲۰۴، ۲۱۵، ۲۴۱، ۲۵۰، ۲۸۵، ۲۹۰، ۴۵۷ وغیرہ)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ام القرآن نہ پڑھے، تو وہ (اس کی نماز) ناقص ہے، تین مرتبہ (ناقص ہے فرمایا) پوری نہیں ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے اور میرا بندہ جو مجھ سے مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں۔ جب وہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ (میرے بندے نے میری تعریف کی) پھر میرا بندہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَثْنٰى عَلَیَّ عَبْدِیْ (میرے بندے نے میری ثنا بیان کی) پھر میرا بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے

Marfat.com

کے درمیان ہے اور میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں دوں گا۔ پھر بندہ آخر سورہ تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب میرے بندے کے لئے ہے اور وہ جو مانگے گا وہ اس کے لئے ہے۔" (آگے یہ حدیث درج کی جارہی ہے۔)

یہ سورہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائی ہوئی دعا ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا چاہئے۔ یہ دعا مختصر الفاظ میں ہے لیکن نہایت ہی جامع اور اصل ہے۔ قرآن جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت و رحمت ہے، یہ ہدایت و رحمت اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اس لئے قرآن پڑھنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ سورہ فاتحہ اور قرآن کا تعلق دعا اور جواب دعا کا ہے، یعنی سورہ فاتحہ بندے کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کے نتیجے میں پورا قرآن مجید پیش فرتا ہے کہ یہ ہے وہ ہدایت و نعمت جس کی تم نے دعا کی ہے۔

سورہ فاتحہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی اللہ تعالیٰ کے سامنے واقعی حیثیت کا اظہار ہے اور تیسرے حصے میں اللہ تعالیٰ کے حضور وہ حقیقی دعا ہے جس کی بندے کو فی الواقع ضرورت ہے۔

سورہ فاتحہ دعا تو ہے لیکن دعائیہ کلمات سے قبل اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔ ان تعریفی کلمات کو دعا سے خاص مناسبت اور گہرا تعلق ہے۔ بندے کو اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اور اس کے مقام و مرتبہ کو اچھی طرح جان لے، سمجھ لے اور انہیں اپنے ذہن میں متحضر رکھے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات فی الحقیقت کیا ہے، اس کی وسعت و ہمہ گیری، اس کی عطا و بخشش اور نگرانی و نگہداشت کی کیفیت کیا ہے اور بندہ جو اس کی مخلوق ہے، اس کا پروردہ ہے اور اسی کی رحمت و شفقت کے نتیجے ہی میں اس کا وجود برقرار ہے، اس پروردگار سے اپنے تعلق کی

Marfat.com

نوعیت اور اس تعلق کے نتیجے میں سوچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی واقعی حیثیت اور اس سے صحیح تعلق کا اظہار کرے پھر جا کر وہ دعا کرے جس کی اسے حاجت ہے۔

اصلاً تعریف اسی کی کی جاسکتی ہے اور کی جانی چاہئے جو فی الحقیقت قابل تعریف ہو۔ چنانچہ بندۂ خدا کو اللہ تعالیٰ کی تعریف اس لئے کرنی چاہئے اور ہمیشہ ان تعریفوں کو ذہن وفکر پر مسلط وقائم رکھنا چاہیے کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تعریف کے لائق ہے اور بندہ اس کا محتاج ہے ـــــ محتاج اس کی ہدایت کا، اس کی نعمتوں کا، اس کی برکتوں کا اس کی رحمتوں کا اور اس کے احسانوں کا ـــــ تاکہ وہ اپنی مادی اور روحانی احتیاجات وضروریات کی تکمیل کر سکے، اپنی زندگی کو صحیح رخ پر ڈھال سکے اور اسے کامیابی سے ہمکنار کر سکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس ذات والا صفات کی تعریف صرف اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ وہ قابل تعریف ہے بلکہ اس لئے بھی کہ اس کی تعریف کا نذرانہ اس کے حضور پیش کرنا ہمارے لئے ضروری ہے تاکہ اپنی ضروریات واحتیاجات کے حصول کے لئے اس کے ان اوصاف حمیدہ کی دہائی دیں جس سے ہمارے مقاصد کا حصول اور اس کی تکمیل ممکن ہے۔

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کر کے دراصل انسان سب سے کٹ کر اور یکسو ہو کر صرف ذات باری تعالیٰ ہی کو اپنا سب کچھ مانتا ہے، مالک، آقا، رب، معبود، مسجود، حاکم اور عزیز اسی کو تسلیم کرتا ہے اور ان باتوں کو تسلیم کرنے کا لازمی نتیجہ یہ بھی ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ اس معبود حقیقی کے سوا دوسری کوئی بھی ہستی فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی ہے۔ چنانچہ ماسوا اللہ کے کوئی بھی اس لائق نہیں ہے کہ کسی بھی حیثیت میں اس کی کوئی ادنیٰ سی بھی تعریف کی جائے۔ بالفاظ دیگر ان تعریفی کلمات کو اللہ تعالیٰ کے حق میں ادا کرتے ہوئے ہم بیک وقت ایک طرف اللہ تعالیٰ کے ہر حیثیت سے مالک آقا، رب، معبود، مسجود، حاکم اور عزیز وحدہٗ لا شریک وغیرہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور دوسری طرف ہر طرح کے شرک، کفر اور اس کے

Marfat.com

محرکات ودواعیات سے براءت کا اظہار بھی۔

چنانچہ جب ان باتوں کو ذہن میں مستحضر رکھ کر پورے شعور و اخلاص کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سورہ فاتحہ کا نذرانہ لے کر بندہ حاضر ہوتا ہے تو اس کی ہر ایک بات بارگاہ رب العزت میں باریاب ہوتی جاتی ہے اور شرف قبولیت حاصل کرتی جاتی ہے۔ یہی وہ بات ہے جسے صحیح مسلم کی حدیث قدسی میں پیش کیا گیا ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ. وَإِذَا قَالَ: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: أَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ. وَإِذَا قَالَ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ. قَالَ: مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ فَإِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ. قَالَ: هٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ. فَإِذَا قَالَ: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ."

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعتہ وانہ إذا لم یحسن ...... الخ، سنن الترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ فاتحۃ الکتاب، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا اور مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے)

ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ اور میرے بندے کو وہ بخشا گیا جو اس نے مانگا۔ جب بندہ الحمدللہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکریہ ادا کیا (اور تعریف بیان کی) اور جب الرحمن الرحیم کہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا

Marfat.com

ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی اور جب وہ ملك یوم الدین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی۔ اور جب بندہ ایاك نعبد وایاك نستعین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حصہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ بخشا جو اس نے مانگا۔ پھر جب بندہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والا الضالین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ بخشا جو اس نے مانگا۔

یہ اس سورہ کی خاص اہمیت ہے اور اس کی برکت ونعمت ہے کہ اس کے ہر کلمہ میں تاثیر بھر دی گئی ہے، جس کے نتیجے میں بندے کی زبان سے ادھر کلمہ کا صدور ہوا اور ادھر بارگاہ رب العزت سے اس کی سند قبولیت اس کو عطا کر دی گئی۔ کیا عجب کہ حدیث پاک میں اسے اسی لئے افضل الدعاء کہا گیا ہو:

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰہِ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "أَفْضَلُ الذِّکْرِ، لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ . وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ."

(سنن إبن ماجة، كتاب الأدب، باب فضل الحامدين)

"جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے ہیں: "ذکر میں افضل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور دعا میں افضل اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ہے۔"

☆ ☆ ☆

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قرآن مجید کا فتح باب الحمد شریف ہے اور الحمد شریف کا فتح کلام بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پہلی وحی اور اس وحی کا جو پہلا کلمہ نازل ہوا وہ یہی حکم خداوندی تھا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (العلق : ۱) ”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔“ یعنی جس قرآن کا نزول اور وحی کا سلسلہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہونے والا تھا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلا حکم یہی تھا کہ اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک سے کیا جائے۔

ہر کار خیر کے شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ کوئی بھی کام خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی سے تکمیل پاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کو نہ ہونے دینا چاہے تو لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ کام نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کو ہونے دینا چاہے تو بھی کسی کی لاکھ رکاوٹیں کھڑی کرنے کے بعد بھی وہ اسے پورا کردے گا۔ لہذا ایک بندۂ مومن کسی بھی کام کے شروع کرنے سے قبل بسم اللہ کہہ کر دراصل اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتا ہے تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت حاصل ہوسکے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت حاصل ہوگی تو اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر وبرکت کا نزول بھی ہوگا جو اسی ذات اقدس کی نوازش وکرم سے ممکن ہے اور جو کام اس دعا کے بغیر کیا جائے گا وہ ان تمام برکتوں سے خالی ہوگا۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔

Marfat.com

ایک اور حدیث میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہنے کے لئے تفصیل سے تاکید فرمائی ہے کہ دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، غرض کہ کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے وغیرہ جیسے ہر کام کے لئے بسم اللہ پڑھنے کی ہدایات قرآن اور احادیث میں بکثرت ملتی ہیں۔ لہذا، قرآن پڑھتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا بدرجۂ اولیٰ باعث خیر و برکت، تائید و نصرت اور حمایت وحفاظت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی بے شمار نعمتوں اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا بھی ہے۔ اس لئے کہ بندہ جس کام کو کرنے جارہا ہے وہ نعمت اور اس نعمت سے مستفیض ہونے کی توفیق بھی اسی منعم باری تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہے اور جس کی تکمیل اور تکمیل کے بعد اس کے انجام خیر کے حصول اور اس کے بہتر اثرات کی امید بھی اسی سے لگائے ہوئے ہے، جس کے لئے بندہ بسم اللہ کہہ کر اپنے کام کا آغاز کر رہا ہے۔ مثلاً کھانا ہی لیا جائے، وہ کھانا جس سے شکم سیری ہونے والی ہے اور جس پر بندے کی زندگی کا قیام ممکن ہے، اس رحیم و کریم اور شفیق و مہربان اللہ تعالیٰ ہی کا تو بخشا ہوا ہے جس میں زندگی کے لئے افادیت اور قوت کی خاصیت رکھ دی گئی ہے جس کے استعمال کرنے کے بعد اس شے کے اندر پیدا کی ہوئی ان خاصیتوں سے بندہ مستفیض ہوتا ہے۔ چنانچہ کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ کہہ کر بندہ دراصل اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا جو اسے بطور نعمت حاصل ہوا ہے، ایک طرف شکریہ ادا کرتا ہے اور دوسری طرف اسے کھا کر شکم سیری اور اس کے اندر بخشی ہوئی افادیت اور قوت سے مستفیض ہونے اور بالآخر اسے جسم و روح کے لئے غذا کے ساتھ ہی ساتھ باعث خیر و برکت ثابت ہونے کی امید بھی رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک بندۂ مومن کسی کام کے شروع کرنے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر اپنے آپ کو موحد ہونے کا اقرار واظہار اور ہر طرح کے شرک و کفر سے اپنی بیزاری کا

Marfat.com

ثبوت بھی فراہم کرتا ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اقرار کرتا ہے کہ یہ تیری ہی بخشی ہوئی نعمت ہے کسی اور کی نہیں اور تیری ہی مرضی سے یہ میرے لئے باعث خیر و برکت ہوسکتی ہے کسی اور کی مرضی سے نہیں اور تیری ہی اجازت سے تیرے ہی حکم کی بجا آوری میں اسے استعمال کر رہا ہوں۔ چنانچہ ان خیالات کے استحضار کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کلمات ادا کئے جائیں گے تو یہ کلمات بندۂ مومن کے لئے ایمان کی تقویت و بالیدگی کا باعث ہوں گے اور اس کے نتیجے میں روح کو جلا ملے گی اور اخلاق و عادات پر اس کے بہتر اثرات مرتب ہوں گے۔

اور پھر یہ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے سے شیطان بھی جو ہمارا کھلا دشمن ہے اور ہمیشہ ہماری گھات میں لگا ہوتا ہے، ذلیل و حقیر ہو کر رہ جاتا ہے اور ہم اس کے شر و فساد سے محفوظ ہو جاتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَثَرَتْ دَابَّتُهُ، فَقُلْتُ تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ، لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ؛ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ، حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُوْلُ بِقُوَّتِيْ، وَلٰكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ؛ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الذُّبَابِ.

(سنن ابی داؤد، کتاب الأدب باب ۷۷، حدیث نمبر ۴۹۸۲، کچھ الفاظ کے ساتھ یہی حدیث مسند احمد میں بھی ہے ج ۵ ص ۵۹، ۷۱، ۳۶۵)

”ابی تمیمہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جو صحابیؓ سوار تھے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی ذرا پھسلی تو میں نے کہا: شیطان کا ستیاناس ہو، آپؐ نے فرمایا: بے شک ایسا کہنے سے شیطان پھولتا ہے یہاں تک کہ گھر کی طرح ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا۔ البتہ بسم اللہ کہو، ایسا کہنے سے

مکھی کی طرح حقیر اور پست ہو جاتا ہے۔"

"بِسۡمِ" دو الفاظ کا مجموعہ ہے ایک "باء" اور دوسرا "اسم" دونوں کو ملا کر "بسم" استعمال کیا گیا ہے۔ "باء" حرف جار ہے اور اس کے معنی ہیں استعانت طلب کرنا اور "اسم" کے معنی نام کے ہیں۔ اسم اس نام کو کہتے ہیں جس سے کسی شے کی ذات معلوم کی جا سکے۔ کوئی شئے اپنے نام سے جانی جاتی ہے اور اس کے نام سے اس سے مخاطب ہوا جاتا ہے، اس کے متعلق کوئی بات کہی جاتی ہے اور اس شے کے اوصاف، خصوصیات اور حقائق کا اظہار کیا جاتا ہے اور پھر یہ کہ کسی بھی شے کے نام کے ذریعہ ہی اس شے کی حقیقت، اس کی خصوصیات اور اس کے اوصاف کے ساتھ اس شے کا تصور ہمارے ذہن و فکر پر مرتسم ہوتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۝ (الرَّحْمٰن : ٧٨)

"بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و کریم کا نام۔"

یعنی یہ نام اس ہستی کا ہے جو بڑی برکت والا رب جلیل و کریم ہے۔

"بِسۡم" کے اندر شروع کرنے کا معنی بھی پوشیدہ ہے۔ اس طرح بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے معنی ہوئے ـــــ استعانت کی طلب میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ یا اللہ کے نام کی مدد سے یا اللہ کے نام کی برکت سے جو الرحمٰن اور الرحیم ہے۔

"بِسۡمِ اللّٰهِ" قرآن پاک کی پہلی وحی کے اس حکم کے بموجب بھی ہے جس میں کہا گیا ہے:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ (اَلۡعَلَق : ١)

"پڑھ اپنے رب کے نام سے"

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں اللہ تعالیٰ کے تین نام ہیں اللہ، الرحمٰن اور الرحیم۔
ان تینوں ناموں کی تین حیثیتیں ہیں:

اللہ : اسم ذات (خالص)

Marfat.com

الرحمٰن : اسم ذات مع صفت یا اسم صفت بحیثیت اسم ذات

الرحیم : اسم صفت

اور اسی لئے ترتیب بھی اسی طرح رکھی گئی ہے کہ پہلے جامع الجامع اسم ذات ''اللہ'' پھر جامع اسم صفت یعنی اسم ذات بحیثیت اسم صفت ''الرحمٰن'' اور آخر میں اسم صفت ''الرحیم'' ہے

اللّٰــــہ: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور باقی جتنے نام ہیں وہ سارے اسمائے صفات ہیں۔ نزول قرآن سے قبل بھی عربی میں لفظ ''اللہ'' اسم ذات باری تعالیٰ کے طور پر خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اہل عرب مشرک ہونے کے باوجود اپنے دیوتاؤں میں سے کسی کو بھی اس کی کسی بھی حیثیت میں ہمسر قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ ان دیوتاؤں کی پرستش وہ اس لئے کرتے تھے کہ وہ ان دیوتاؤں کو اللہ تعالیٰ کے مقرب سمجھتے تھے جس کی بنا پر انہیں گمان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی سفارش کریں گے اور بحیثیت مقرب بارگاہ ان کے حق میں ان کے معبودوں کی سفارش سنی جائے گی اور مقبول ہوگی۔ ورنہ درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کو اس کے تقریباً تمام صفات کے ساتھ معبود حقیقی مانتے تھے۔ اسی کی ذات کو وہ خالق کائنات، مالک کل اور قادر مطلق وغیرہ بہت کچھ تسلیم کرتے تھے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (اَلزُّمَر : ۳)

''خبردار! اللہ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرا دیں۔''

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (لُقْمٰن : ۲۵)

''اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور جواب دیں گے

Marfat.com

کہ اللہ نے، کہو کہ ساری تعریفیں بس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

چونکہ "اللہ" اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر یہ نام تمام عیوب اور نقائص سے پاک اور ان تمام صفات و کمالات کو محیط ہے جن صفات و کمالات کو ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے تصور کر سکتے ہیں اور ان صفات و کمالات کو بھی جو ہمارے احاطۂ تصور میں نہیں آتے ہیں اور جو نہیں آ سکتے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کا تصور "الرب" یا "الرحیم" جیسے صفاتی ناموں سے کریں تو یہ تصور محض اس صفت تک ہی محدود ہو کر رہے گا۔ یعنی ہمارے ذہن و فکر میں ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہوگا جسمیں صفت ربوبیت یا صفت رحمت ہے۔ لیکن جب ہم "اللہ" کا لفظ بولتے ہیں تو فوراً ہمارا ذہن ایک ایسی ہستی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ جو ان تمام صفات اور محاسن و کمالات سے متصف ہے جو ہمارے علم و تجربے اور تصور نے احاطہ کیا ہوا ہے اور جو ہمارے علم، تجربے اور تصور سے ماورا ہے۔ اس لئے اس لفظ "اللہ" کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام عمدہ صفتوں کے ساتھ یہی نام موصوف ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حقیقت، اس کے مرتبہ اور اس کے مقام کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اس کے اسمائے حسنیٰ یا اسمائے صفات، اس کی قدرت و قوت، اس کی شان و شوکت اور اس کے کارنامہ ہائے نمایاں و گراں مایہ کو سمجھنا اور اس کا استحضار ضروری ہے جنہیں خود قرآن ہی نے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں پیش کیا ہے، مثلاً۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ط اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ○ۙ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ○ۚ ثُمَّ جَعَلَ

Marfat.com

نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

(السَّجْدَة: ٤ تا ٩)

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ نما ہوا۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی مددگار اور سفارشی نہیں۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرو گے۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اوپر اس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست، غالب اور رحیم۔ جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح ہے۔ پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔''

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ

(الرَّعْد: ٢ تا ٤)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اور اس نے آفتاب اور ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنا دیا۔ (اس سارے نظام کی) ہر ایک چیز ایک وقت مقرر تک کے لئے چل رہی ہے۔ اور اللہ ہی اس سارے کام کی تدبیر فرما رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے، شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔ اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے اور اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں۔ اور دریا بہا دئے ہیں۔ اور اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے ہیں اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں اور انگور کے باغات ہیں، کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے، سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔"

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهَارَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (ابرٰهیم: ۳۲تا۳۴)

"اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لئے طرح طرح کے پھل پیدا کئے، جس نے کشتی کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ سمندروں میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا، جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا، جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔"

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ (النُّور: ۳۵)

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارہ، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے۔ (اسی طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں)۔''

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۬ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَمَا خَلۡفَہُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ۝ (البَقَرَۃ: ۲۵۵)

''اللہ (وہ ہے) جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندۂ جاوید ہستی ہے، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور سفارش کر سکے۔ جو اس کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس سے اوجھل ہے اس سے بھی واقف ہے، اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی کی وسعت نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور ان کی نگرانی و حفاظت اس کے لئے تھکا دینے والا کام نہیں ہے، اور وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔''

Marfat.com

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ج هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط یُسَبِّحُ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ع (الْحَشْر: ۲۲تا ۲۴)

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہی الرحمٰن اور الرحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی ہے تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اسی کے لئے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔''

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (الْقَصَص: ۷۰)

''وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی کے لئے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔''

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ج لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ج وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ○ یَعْلَمُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَاتُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

Marfat.com

(التَّغَابُن : ۱ تا ٤)

''اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔ اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ صورت بنائی ہے اور اسی کی طرف تمہیں آخر کار پلٹنا ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا اسے علم ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اس کو معلوم ہے اور وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔''

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ج وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ هُوَالَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ط وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ط وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (الْحَدِيْد : ۱ تا ٦)

''اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک وہی ہے۔ زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور

Marfat.com

جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے اور تمام معاملات فیصلے کے لئے اسی کی طرف رجوع کئے جاتے ہیں۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔''

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ نِ ۟ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۟ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

(الْمُلْك: ۱ تا ۵)

''نہایت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں (تمام کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اس نے موت اور زندگی کی تخلیق کی تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور وہ زبردست غالب بھی ہے اور بخشنے والا بھی، جس نے تہ بہ تہ سات آسمان بنائے۔ تم الرحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ضابطگی اور بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔ بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے۔ اور انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اور ان شیطانوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۟ ط

(الْاَنْعَام: ۱)

Marfat.com

"تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔"

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (الْجَاثِيَة: ۳۶، ۳۷)

"تو تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور سارے جہاں والوں کا پروردگار ہے۔ آسمانوں اور زمین میں بڑائی اسی کے لئے ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔"

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ج (الشُّوْرٰى: ۱۱)

"کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا نام فیوض و برکات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ ایسا منبع اور سرچشمہ جو بے مثال، لازوال اور بے انتہا ہے، جسے قرآن نے اس طرح پیش کیا ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ (الرَّحْمٰن: ۷۸)

"بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و کریم کا نام۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فیض و کرم ہے کہ اس نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس لئے اپنے بندوں کو اپنے نام کے ذکر و تسبیح کی ہدایت فرمائی ہے تا کہ اس کے نام کے ذکر و تسبیح کے فیوض و برکات سے بندے فیضیاب ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے لئے کامیابی و سرخ روئی کا ذریعہ بن سکے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ط (الْمُزَّمِّل: ۸)

"اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔"

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○صلے (الدَّهْر: ۲۵)

"اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کیا کرو۔"

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○ (الْوَاقِعَة: ۹۶)

"تو اے نبیؐ! اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔"

یہ ہدایت صرف انسانوں ہی کو نہیں دی جا رہی ہے بلکہ یہ وہ عمل خیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام ہی مخلوقات ہر حال میں اور ہر لمحہ اور ہر جگہ انجام دے رہی ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی جبلی صفت ہے جس کے نتیجے میں مخلوقات اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تسبیح کرتی ہیں، ان کا ذکر کرتی ہیں:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج (الْحَدِيْد: ١)

"اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔"

چنانچہ انسان کی فلاح و سعادت کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ٥ (الْجُمُعَة: ١٠)

"اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔"

اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات کو انسان بذات خود نہیں جان سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہمیں واقف کرا دیا ہے۔ قرآن میں وہ اسمائے حسنیٰ اپنے اپنے موقع و محل کے مناسبت سے مختلف جگہ بیان ہوئے ہیں اور آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اسمائے حسنیٰ کو ان کی فضیلت و برکت کے ساتھ اکٹھے بھی بیان فرمائے ہیں اور کہا گیا کہ انہیں یاد کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

وہ اسمائے حسنیٰ اس طرح ہیں:

اَلْاِلٰهُ: معبود حقیقی۔ یعنی حاجت روا، مشکل کشا، پناہ دہندہ، امن و سکون بخشنے والا، بالاتر اور بالادست، حقیقی اختیارات اور قوتوں کا مالک وغیرہ۔

اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: نہایت مہربان رحم فرمانے والا، بڑی بخشش کرنے والا۔ یعنی ایسی وسیع اور بے پایاں رحمت کا حامل جو ساری کائنات کو محیط ہے۔

اَلْمَلِكُ: بادشاہ۔ یعنی ساری کائنات کا واحد حکمراں مقتدر اور منتظم۔

Marfat.com

اَلْقُدُّوْسُ: نہایت مقدس، بہت پاک اور بڑی برکت والا۔یعنی تمام بری خصوصیات، عیوب اور نقائص سے پاک اور نیک اور اچھی خصوصیات سے مزین۔

اَلسَّلَامُ: سراسر سلامتی۔یعنی تمام کمزوریوں، خامیوں اور کمیوں سے پاک۔

اَلْمُؤْمِنُ: امن دینے والا۔یعنی وہ اپنی مخلوقات کو امن وحفاظت بخشنے والا ہے۔

اَلْمُهَيْمِنُ: نگہبان۔یعنی نگہبانی، نگرانی، خبر گیری اور پرورش کرنے والا، ضروریات کی تکمیل کرنے والا۔

اَلْعَزِيْزُ: زبردست، بالا دست اور غالب۔یعنی ایسا زبردست، بالا دست اور غالب کہ اس کے سامنے سب کے سب باہم مل کر بھی بے بس اور بے زور ہیں۔

اَلْجَبَّارُ: اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا۔

اَلْمُتَكَبِّرُ: بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔یعنی ہر معاملہ، ہر حیثیت اور ہر حال میں وہ بڑا ہی ہو کر رہے۔

اَلْخَالِقُ: تخلیق کرنے والا۔یعنی مخلوقات کو عدم سے وجود میں لانے والا۔

اَلْبَارِئُ: اپنے منصوبے کو نافذ کرنے والا۔یعنی تخلیقی منصوبے کو عملی شکل دینے والا۔

اَلْمُصَوِّرُ: صورت گری کرنے والا۔یعنی اپنے منصوبے کے مطابق مخلوقات کی صورت گری کرنے والا۔

اَلْاَوَّلُ: اول۔یعنی وہ اول ہے اور صرف وہی اول ہے۔

اَلْاٰخِرُ: آخر۔یعنی جب کچھ بھی نہ رہے گا تو بھی وہ رہے گا۔

اَلظَّاهِرُ: وہ ظاہر ہے۔یعنی کائنات کی تمام چیزیں اسی کی ذات سے ظہور پذیر ہیں، اس لئے تمام چیزیں اسی کو ظاہر کرتی ہیں۔

اَلْبَاطِنُ: مخفی۔یعنی وہ عقل وگمان، فکر وخیال اور حواس وتجربات سے پایا نہیں جا سکتا۔

اَلْحَیُّ: زندۂ جاوید۔ یعنی اپنے بل پر آپ ازلی اور ابدی حیات کا حامل۔

اَلْقَیُّوْمُ: قائم رکھنے والا۔ یعنی خود بھی قائم رہنے والا اور ساری ہی کائنات اور ان کے سارے نظام کو قائم رکھنے والا۔

اَلْعَلِیُّ: بالادست بزرگ۔ یعنی وہ ہر چیز سے بزرگ، بالاتر اور عظیم ہے۔

اَلْعَظِیْمُ: عظمت والا بزرگ و برتر۔ یعنی ایسا بزرگ و برتر ہے جو نہایت ہی عظمت والا ہے۔

اَلتَّوَّابُ: بہت توبہ قبول کرنے والا۔ یعنی بندے کو گناہوں سے سچی توبہ کرنے پر معافی دینے والا۔

اَلْحَلِیْمُ: بڑا ہی بردبار۔ یعنی چشم پوشی اور درگزر کرنے والا۔

اَلْوَاسِعُ: وسیع النظر، وسیع الظرف اور لامحدود۔ یعنی وہ وسیع النظر ہے تنگ نظر نہیں۔ وسیع الظرف ہے، کم ظرف اور تنگ دل نہیں اور وہ ہر طرح کی محدودیتوں سے پاک ہے۔

اَلْحَکِیْمُ: حکیم و دانا۔ یعنی علم و دانش، حکمت و دانائی، تدبیر و عمل میں کامل۔

اَلشَّاکِرُ: بڑا اقدرداں۔ یعنی وہ بندے کے اعمال خیر کا بڑا اقدرداں ہے کہ اس کی قدر اس کے مرتبے سے بڑھ کر کرتا ہے۔

اَلْعَلِیْمُ: سب کچھ جاننے والا۔ یعنی وہ پوری کائنات اور کائنات کی ہر ایک چیز کے ظاہر و باطن اس کی حیثیت و حقیقت یہاں تک کہ اس کے ارادوں اور خیالوں تک سے بخوبی واقف اور باخبر ہے۔

اَلْغَنِیُّ: مستغنی اور بے نیاز۔ یعنی وہ ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز ہے، کسی کی کسی طرح کی مدد کا بھی محتاج نہیں ہے۔

اَلْکَرِیْمُ: کرم کرنے والا، درگزر کرنے والا، بڑا بزرگ۔

اَلْعَفُوُّ: نرمی سے کام لینے والا، درگزر کرنے والا، معاف کرنے والا۔

اَلْقَدِیْرُ: بڑا ہی کامل قدرت رکھنے والا۔

Marfat.com

اَللَّطِیْفُ : مہربانی اور کرم کرنے والا، نکتہ رس اور باریک بیں، پوشیدہ حقیقتوں سے بھی باخبر، غیر محسوس طریقے سے اپنے ارادے کو پورا کرنے والا۔

اَلْخَبِیْرُ : نہایت ہی باخبر۔ یعنی کائنات اور اس کی ہر ایک شے حتی کہ حقیر ترین مخلوقات کے احوال۔ کیفیات، ارادے اور حرکات سے ہر طرح اور ہر لمحہ باخبر رہنے والا۔

اَلسَّمِیْعُ: سب کچھ سننے والا۔

اَلْبَصِیْرُ: سب کچھ دیکھنے والا جاننے والا۔

اَلْمَوْلٰی: آقا، سرپرست، حامی و ناصر، خبر گیراں، کارساز، دوست۔

اَلنَّصِیْرُ: بہترین حامی و مددگار۔

اَلْقَرِیْبُ: نہایت ہی قریب۔ یعنی اپنی تمام ہی مخلوقات سے انتہائی قریب۔

اَلْمُجِیْبُ: دعاؤں کا جواب دینے والا اور قبول کرنے والا۔

اَلرَّقِیْبُ: ہر چیز پر نگراں اور محافظ، راہ دیکھنے والا۔

اَلْحَسِیْبُ: حساب لینے والا، حساب کرنے والا۔

اَلْقَوِیُّ: نہایت ہی طاقت ور اور زور آور۔

اَلشَّھِیْدُ: بڑا گواہ، ہر چیز پر نگراں۔

اَلْحَمِیْدُ: ستودہ صفات، اپنی ذات میں آپ محمود، سراہا ہوا، تعریف کیا ہوا۔

اَلْمَاجِدُ: بلند پایہ، رفیع الشان، رفیع المرتبہ۔

اَلْمَجِیْدُ: بلند پایہ، رفیع الشان، رفیع المرتبہ۔

اَلْمُحِیْطُ: ہر چیز پر محیط، گھیرنے والا، پرقوت ہو کر احاطہ کرنے والا۔

اَلْحَفِیْظُ: حفاظت کرنے والا، نگہبان، پاسبان، نگراں۔

اَلْحَقُّ: حقیقی آقا، مالک حقیقی۔

اَلْمُبِیْنُ: واضح کرنے والا، نمایاں طریقے سے کھول دینے والا۔

Marfat.com

اَلْغَفَّارُ: بہت درگزر کرنے والا، بڑا معاف کرنے والا۔

اَلْغَفُوْرُ: بہت درگزر فرمانے والا، بڑا ہی معاف کرنے والا۔

اَلْقَهَّارُ: سب پر غالب، بڑا زبردست۔

اَلْخَلَّاقُ: بہت بڑا اور ماہر خالق۔

اَلْفَتَّاحُ: زبردست حاکم، ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا۔

اَلْوَدُوْدُ: بہت محبت رکھنے والا۔

اَلرَّؤُفُ: بڑی شفقت اور مہربانی فرمانے والا، خیر خواہ اور نرم خو۔

اَلشَّكُوْرُ: بڑا ہی قدرداں۔

اَلْمُتَعَالُ: ہر حال میں بالاتر رہنے والا عالی شان۔

اَلْمُقِيْتُ: قدرت رکھنے والا نگہبان اور نگراں۔

اَلْمُسْتَعَانُ: فریادرس، مدد کا سہارا، جس سے مدد مانگی جائے۔

اَلْوَهَّابُ: اصل داتا، فیاض حقیقی، بہت عطا کرنے والا، خوب بخشنے والا۔

اَلْحَفِيُّ: بڑا ہی مہربان۔

اَلْوَارِثُ: حقیقی وارث۔

اَلْوَلِيُّ: حامی، ولی، دوست، سنبھالنے والا۔

اَلْقَادِرُ: پوری طرح قدرت رکھنے والا، طاقت رکھنے والا۔

اَلْغَالِبُ: ہر کام کرنے پر قادر، قابو رکھنے والا، زور آور، مغلوب کرنے والا۔

اَلْقَاهِرُ: غالب، زبردست، کامل اختیارات رکھنے والا، پوری قدرت رکھنے والا۔

اَلْبَرُّ: بڑا ہی محسن، نیک سلوک کرنے والا۔

اَلْحَافِظُ: نگہبان، حفاظت کرنے والا۔

اَلْاَحَدُ: یکتا و یگانہ، اکیلا۔

اَلصَّمَدُ: سب سے بے نیاز، بے احتیاج۔

اَلْمَلِيْكُ: بادشاہ، فرماں روا۔

اَلْمُقْتَدِرُ: ہر طرح کی قدرت رکھنے والا۔

اَلْوَكِيْلُ: نگراں، نگہباں، حوالہ دار، ضامن، کارساز، جس کے سپرد اپنے معاملات کیے جائیں۔

اَلْهَادِئُ: راہ نما، ہدایت کرنے والا، سیدھی راہ دکھانے والا۔

اَلْكَفِيْلُ: گواہ، ضامن۔

اَلْكَافِئُ: کافی ہونے والا۔ یعنی اپنی خدائی کے نظم وانصرام کے لئے وہ خود ہی کافی ہے۔

اَلْاَكْرَمُ: بڑا کریم، بزرگی والا۔

اَلْاَعْلٰى: سب سے برتر، سب سے بڑا، سب سے اوپر، غالب۔

اَلرَّزَّاقُ: سبھوں کا روزی رساں، بہتر رزق دینے والا۔

اَلْمَتِيْنُ: قوی، زبردست، مضبوط، محکم اور غیر متزلزل۔

اَلْقَابِضُ: گھٹانے والا، سمیٹنے والا، بند کرنے والا، تنگ کرنے والا۔

اَلْبَاسِطُ: کشادہ کرنے والا، پھیلانے والا، کھولنے والا، دراز کرنے والا۔

اَلْخَافِضُ: گرانے والا، پست کردینے والا۔

اَلرَّافِعُ: بلند کرنے والا، اٹھانے والا۔

اَلْمُعِزُّ: عزت دینے والا۔

اَلْمُذِلُّ: ذلیل کرنے والا۔

اَلْعَدْلُ: سراپا عدل۔

اَلْكَبِيْرُ: بزرگ، بڑا۔

اَلْمُغِيْثُ: فریادرسی کرنے والا۔

Marfat.com

اَلْمُؤَخِّرُ: مہلت دینے والا، ٹالنے والا۔

اَلْمُقَدِّمُ: پہلے ہی خبر دار کر دینے والا۔

اَلْمُبْدِئُ: ابتداءً وجود بخشنے والا۔ ایجاد کرنے والا۔

اَلْمُعِيْدُ: دوبارہ زندگی بخشنے والا، دوبارہ پیدا کرنے والا۔

اَلْمُحْيِ: زندگی بخشنے والا، زندہ کرنے والا۔

اَلْمُمِيْتُ: جان سلب کرنے والا، موت دینے والا، مارنے والا۔

اَلْجَامِعُ: جمع کرنے والا، اکٹھا کرنے والا۔

اَلْمُحْصِيُّ: ایک ایک چیز کو گن کر رکھنے والا۔

اَلْوَاحِدُ: ایک اکیلا، واحد، یگانہ۔

اَلْوَاجِدُ: موجود، پانے والا، وجود بخشنے والا۔

اَلْمُنْتَقِمُ: بدلہ لینے والا، انتقام لینے والا۔

اَلْمُقْسِطُ: عادل، عدل وانصاف کرنے والا۔

اَلْمُغْنِيُّ: بے پروا کرنے والا، مالدار کر دینے والا۔

اَلضَّارُّ: ضرر پہنچانے والا، نقصان پہنچانے والا۔

اَلنَّافِعُ: نفع پہنچانے والا، فائدہ بخشنے والا۔

اَلْبَاقِيُ: باقی رہنے والا، ہمیشہ موجود رہنے والا۔

اَلرَّشِيْدُ: راہ راست دکھانے والا، بھلائی کی راہ دکھانے والا۔

اَلصَّبُوْرُ: بہت صبر کرنے والا، صبر دینے والا۔

اَلْبَاعِثُ: بھیجنے والا، اٹھانے والا۔

اَلرَّبُّ: پروردگار، پالنہار، آقا، مالک، حاکم۔

اَلْمَنَّانُ: بہت احسان کرنے والا، بہت نوازنے والا، بہت مہربانی کرنے والا۔

Marfat.com

اَلْحَکَمُ: فیصلہ کرنے والا، حکم کرنے والا، منصف۔

اَلْقَائِمُ بِالْقِسْطِ: انصاف کے ساتھ قائم رہنے والا۔

غَافِرُ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ: گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔

شَدِیْدُ الْعِقَابِ: سخت سزا دینے والا۔

ذُوالطَّوْلِ: بڑا صاحب فضل۔

رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ: بلند درجوں والا، بڑے مرتبوں والا۔

سَرِیْعُ الْحِسَابِ: بہت جلد حساب لینے والا۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کا موجد۔

نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کا نور، ساری کائنات کا نور۔

مَالِكُ الْمُلْكِ: ملک کا مالک۔یعنی پورے نظام کائنات کا خالق، مالک، حاکم، مدبر اور منتظم۔

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ: جلیل وکریم ذات۔

عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ: غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا۔

واضح رہے کہ قرآن واحادیث میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے جو متعارف کرایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی خالقیت و مالکیت، قدرت وکمالات، اقتدار واختیار وغیرہ سے ہمیں جو روشناس کرایا گیا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی پوری تعریف وتوصیف اور اعلیٰ صفات کا ایک نہایت ہی معمولی سا حصہ ہے ـــــ سمندر کا ایک بوند بھی نہیں ہے، جو بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے حضور رہنمائی اور اس تک رسائی کے لئے ہے اور جو بندے کی رہنمائی اور رسائی اور اس کی فلاح وکامرانی کی پوری طرح کفالت کرنے والا ہے، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی تعریف وتوصیف، اس کے محاسن وکمالات، اس کے

جاہ وجلال اس کے اقتدار و اختیار، اس کی صناعت و کرامات اور اس کے انوار و تجلیات وغیرہ ایسی بے پایاں ہیں کہ ان سب کا ذکر ہی نہیں کیا جا سکتا:

وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ (لقمٰن : ۲۷)

"زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں، تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی، بے شک اللہ تعالیٰ زبردست اور حکیم ہے۔"

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں "اللہ" اسم ذات کے علاوہ دو اسمائے صفات "الرحمٰن" اور "الرحیم" بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ "رَحْمَۃٌ" سے مشتق ہیں اور دونوں ہی مبالغے کے صیغے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ دو طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک "شروع اللہ الرحمٰن الرحیم کے نام کے ساتھ" اور دوسرا ترجمہ "شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو الرحمٰن الرحیم ہے۔" آخری ترجمہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب ایک اسم "اللہ" کہہ دیا تو پھر اس کے ساتھ دوسرے اسموں کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے، صرف "بسم اللہ" ہی کہہ دینا کافی تھا، جبکہ اسم "اللہ" تمام صفات کا جامع اسم ہے، ظاہر ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعارف ہی کے لئے "الرحمٰن" اور "الرحیم" کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا۔ "شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو الرحمٰن اور الرحیم ہے۔"

یوں تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعارف کے لئے اور بھی بہت سارے اسمائے صفات ہیں، لیکن بسم اللہ میں شامل کرنے کے لئے ان میں سے کسی کا انتخاب نہیں کیا گیا، صرف "الرحمٰن" اور "الرحیم" ہی کو شامل کیا گیا، اس لئے کہ ایک تو "الرحمٰن" اور "الرحیم" کی صفتیں دیگر تمام صفتوں پر غالب، حاوی اور محیط ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

قریب کرنے والی پہلی اور بنیادی صفت رحمت ہی ہے، جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوسکتا ہے۔ یہی اس کے لئے جذب وکشش کا باعث بن سکتی ہے اور نتیجے کے طور پر قرب الٰہی کا سبب ہوسکتی ہے، اور پھر یہ کہ اس صفت رحم کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں بدرجہ اولیٰ ظاہر کرنے کے لئے بیک وقت ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' دونوں ہی الفاظ جمع کر دئے گئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت وشفقت مزید مؤکد ہوجائے۔ قاضی بیضاوی کے الفاظ میں:

وانما اختص التسمية بهذه الاسماء ليعلم العارف ان المستحق لان يستعان به في مجامع الامور هو المعبود الحقيقي الذي هو مولى النعم كلها عاجلها واجلها جليلها وحقيرها فيتوجه بشرا إلى جناب القدس و يتمسك بحبل التوفيق و يشغل سرّه بذكره والإستمداد به عن غيره. (تفسير بيضاوی)

''اور تسمیہ کے اندر خاص طور سے انہیں اسماء (الرحمٰن اور الرحیم) کا ذکر کیا گیا تا کہ عارف اس بات کو جان لے کہ اس بات کے لائق کہ جس سے تمام امور میں مدد طلب کی جائے وہ صرف وہی ذات ہے جو معبود حقیقی ہے اور تمام نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے خواہ وہ نعمتیں فوری حاصل ہونے والی ہوں (یعنی دنیا ہی میں) یا بعد میں (یعنی آخرت میں)، چھوٹی ہوں یا بڑی، تو عارف اس بات کو سمجھ کر اپنے پورے دل ودماغ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے اور اس کی توفیق کی رسی کو مضبوط پکڑ لے اور اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ مشغول ہوجائے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرے۔''

''رحمۃ'' ایسی رقت قلب اور دل کی نرمی کو کہتے ہیں جو کسی دوسری ہستی کے لئے مہربانی وکرم فرمائی، شفقت ومحبت، فضل واحسان، عطا وبخشش، لطف وکرم اور حاجت روائی اور خبر گیری کے جذبات سے لبریز ہو اور یہ چشمۂ فیض ہر وقت جاری وساری ہو۔ چنانچہ ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' دونوں ہی الفاظ مبالغے کے صیغے ہونے کی حیثیت میں نہ صرف مذکورہ

تمام صفات وخصوصیات کے حامل ہیں بلکہ ان صفات وخصوصیات کی بھی انتہائی درجے کی وسعت، جامعیت اور درجۂ کمال پر دلالت کرنے والے ہیں۔ دونوں ہی الفاظ نہایت وسیع وعمیق معنویت کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سب سے زیادہ نمایاں، غالب، حاوی اور محیط صفت رحمت ہی کی صفت ہے۔ یعنی ہر چہار طرف، ہر جگہ اور ہر وقت تمام تر اور سراسر رحمت ہی رحمت ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ دونوں ہی مبالغے کے صیغے یکجا کر دئے گئے ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی رحمت سے عالم کائنات کی تمام تر مخلوقات بیک وقت اور ہر لحہ مستفیض ہو رہی ہیں اور اس کے دامن پناہ میں تمام مخلوقات انواع واقسام کی نعمتوں سے مالا مال ہیں اور اس کی رحمت تمام مخلوقات کو بیک وقت اور یکساں طور پر اپنے احاطۂ فیض میں لئے ہوئے ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الْاَعْرَاف: ۱۵۶)

''اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے۔''

اسم ''الرحمٰن'' اسم ''الرحیم'' کے مقابلے میں زیادہ وسعت وگہرائی کا حامل ہے۔ یہاں تک کہ یہ اسم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اصلاً ''الرحمٰن'' کی دونوں حیثیتیں ہیں۔ یہ اسم ذات بھی ہے اور اسم صفت بھی۔ رحم کی ایک صفت تو وہ ہے جس میں سے ایک معمولی سا حصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں بھی ودیعت کی ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں ہر ایک مخلوق کی دنیا قائم ہے اور روز افزوں رواں دواں۔ اور اسی رحم کی برکت اور اس کے فیض سے کائنات میں ہر کسی کے لئے نشوونما کے مواقع حاصل ہیں اور رحم کی دوسری قسم وہ ہے جو مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کی ذات میں مرکوز ہے اور وہ صفت رحمانیت ہے۔ چنانچہ جس طرح ''اللہ'' اسم ذات ہے جو جامع صفات اور جامع محاسن وکمالات ہے، اسی طرح ''الرحمٰن'' بھی اسم ذات ہے جو صفات وکمالات رحم کا جامع ہے۔ اسی لئے قرآن میں کئی جگہ ''الرحمٰن'' لفظ بھی ''اللہ'' کی طرح اسم ذات کے طور پر استعمال ہوا ہے:

Marfat.com

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُو الرَّحْمٰنَ ط اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ج

(بَنِیٓ اِسْرَآئِیْل: ۱۱۰)

''اے نبیؐ! ان سے کہو کہ اللہ کہہ کر پکارو یا الرحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو، اس کے لئے سب اچھے نام ہیں۔''

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ ۝ (الْاَنْبِیَآء : ۱۱۲)

''اور لوگو! تم جو باتیں بناتے ہو، ان کے مقابلے میں ہمارا رب الرحمٰن ہی ہمارے لئے مددگار سہارا ہے۔''

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط (الْفُرْقَان : ۲۶)

''اس دن صحیح طور پر ملک صرف الرحمٰن ہی کا ہوگا۔''

وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ (طٰهٰ : ۹۰)

''تمہارا رب تو الرحمٰن ہے۔''

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوْا الْمِيْزَانَ ۝ (الرَّحْمٰن : ۱ تا ۹)

''الرحمٰن۔ اس نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اسے بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔ اور آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔''

یہاں ''الرحمٰن'' کو قرآن نے جامع صفات کا حامل قرار دیا ہے۔ یعنی وہ ''الرحمٰن'' ہے جس کی صفت قرآن کی تعلیم دینا بھی ہے، انسان کی تخلیق کرنا اور اس کو نطق و گویائی عطا کرنا

بھی ہے، سورج، چاند، ستارے اور درخت سبھی اس کے نظم کے تحت مربوط ہیں اور تابع فرمان ہیں، وہ آسمان کو بلندی عطا کرنے والا اور میزان قائم کرنے والا ہے۔ یہاں ''الرحمٰن'' واضح طور پر اسم ذات کی حیثیت میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہاں ''الرحمٰن'' کو بیک وقت کئی صفات ـــــ مفوض علم، خالق ومدبر، حاکم وقادر وغیرہ کا حامل بتایا گیا ہے۔

لہٰذا، اس لفظ کے اسم ذات ہونے کی حیثیت سے ہی یہ اللہ تعالیٰ کے نام کے لئے مخصوص ہے، اور اسم ذات ''اللہ'' کی طرح اسم صفت ''الرحمٰن'' کا اطلاق بھی صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''اللہ'' ہی کی طرح ''الرحمٰن'' کی بھی تثنیہ یا جمع نہیں ہے۔ لہٰذا ''اللہ'' ہی کی طرح ''الرحمٰن'' بھی کسی اور کا نام نہیں ہوسکتا اور نہیں ہونا چاہیئے اور نہ رحمٰن کہہ کر کسی کو پکارنا درست اور جائز ہے۔

''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' کی ترتیب کا ایک جواز اور اس کی وضاحت وہ حدیث پیش کرتی ہے جو صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ کے حوالے سے آئی ہے کہ ''الرحمٰن'' دنیا کے لئے بھی الرحمٰن ہے اور ''الرحیم'' آخرت کے لئے الرحیم ہے۔ یعنی ''الرحمٰن'' میں شان رحمت وبخشش عام ہے، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے فیض رحمانیت سے اس کے بندۂ مومن اور کافر وفاسق سبھی فیضیاب ہورہے ہیں اسی لئے اس کا ظہور دنیا میں بھی ہورہا ہے اور ''الرحیم'' میں مغفرت ورحمت خاص مومنوں کے لئے ہے اور اس کا پورا پورا ظہور آخرت ہی میں ہوگا۔ اسی بنا پر دعا میں کہا جاتا ہے: یَاالرَّحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالرَّحِیْمُ الْاٰخِرَۃِ (اے دنیا کے الرحمٰن اور آخرت کے الرحیم)

''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' دونوں ہی صفات کے یکجا بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' رحمت کی دو حیثیتوں اور دو صورتوں کو پیش کرتے ہیں ـــــ ''الرحمٰن'' وہ صفت ہے جو فعلان کے وزن پر ہونے کی صورت میں رحمت وشفقت کی انتہائی قوت وشدت کا اظہار کرتی ہے ایسی قوت وشدت کہ جس کے بعد زیادتی کا کوئی درجہ نہ ہو اور ''الرحیم'' وہ صفت ہے جو فعیل کے وزن پر ہے جس میں انتہائی تعدد اور تواتر کا اظہار ہے،

Marfat.com

جس کثرت تعداد اور تواتر کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اسے دوسری طرح یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''الرحمٰن'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات رحمت ہے جس سے بے شمار اور لامحدود نعمتوں اور احسانوں کا صدور ہوتا ہے اور ''الرحیم'' اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت رحمت کو ثابت کرتا ہے جو کبھی بھی، کہیں بھی اور کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ سے الگ نہیں ہوتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۲

ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا رب ہے۔

''حمد'' کے معنی کامل تعریف وتوصیف کے ہیں، اچھی صفتیں، عمدہ اوصاف اور نیک خصائل بیان کرنے کے ہیں۔ ''ال'' کا اضافہ استغراق جنس کے لئے ہے یعنی حمد کی کوئی بھی صورت وکیفیت ہو، کوئی بھی حیثیت ومقام ہو اور کوئی بھی قسم اور نوع ہو، لفظ ''الحمد'' ان سب کو محیط ہے۔ ''الحمدللہ'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تعریف وتوصیف کی جتنی بھی قسمیں اور جو بھی صورتیں ہو سکتی ہیں، وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور صرف وہی ان تمام تعریفوں کا مستحق ہے، جس کے لئے تمام اسمائے حسنیٰ اور اعلیٰ صفات ہیں۔ اس ذات پاک کے سوا کوئی بھی شے کسی ادنیٰ سی بھی تعریف کے قابل نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات خالق کائنات ہے اور الحی القیوم ہے اور اس ذات الحی القیوم کے ماسوا جو کچھ بھی ہے، خواہ وہ کسی بھی شکل وہیئت اور صورت وکیفیت میں ہو، مخلوق ہے اور فانی ہے، چنانچہ کوئی بھی مخلوق اصلاً تعریف کے لائق ہو ہی نہیں سکتی اور اگر کسی مخلوق میں کچھ اوصاف وخصوصیات نظر بھی آتی ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ اوصاف وخصوصیات دراصل صانع حکیم ہی کی تعریف ہے کیوں کہ اس کے ان اوصاف وخصوصیات کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات ہے، اسی کی تفویض کردہ اوصاف سے وہ متصف ہے نہ کہ خود وہ مخلوق اپنی ذاتی حیثیت میں۔ چنانچہ اس حیثیت سے بھی تعریف کی مستحق وہی ذات پاک ہے، جس نے اس مخلوق میں وہ اوصاف وخصوصیات بخشی ہیں اور جب اس نے کسی مخلوق کو کوئی خصوصیت بخشی ہے تو وہ ان سے ان خصوصیتوں کو سلب بھی کر سکتا ہے اور سلب کر لینے کی صورت میں وہ مخلوق کسی خصوصیت کی حامل نہیں رہ سکتی۔

ابن قیمؒ نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ ہر اعلیٰ صفت، ہر اچھے نام، ہر عمدہ تعریف،

Marfat.com

ہر حمد و مدح، ہر تسبیح و تقدیس اور ہر جلال و عزت کی جو کامل ترین اور دائمی اور ابدی شکل ہو سکتی ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفتیں بیان کی جاتی ہیں، جتنے ناموں سے اسے یاد کیا جاتا ہے اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کہا جاتا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی تعریفیں ہیں، اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں، مخلوق کا کوئی بھی فرد اس کی تعریفوں کا شمار نہیں کر سکتا:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۠ (بَنِیْ اِسْرَآئِیْل : ۱۱۱)

"اور کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا، نہ بادشاہت میں کسی کو اپنا شریک اور ساجھی رکھتا ہے اور نہ وہ کمزور اور عاجز ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہو اور اس کی بڑائی بیان کر کمال درجے کی بڑائی۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ○ (الْاَنْعَام : ۱)

"تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں، پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے دوسروں کو اپنے رب کا ہم سر ٹھیراتے ہیں۔"

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ز

(الْقَصَص : ۷۰)

"وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے لئے حمد ہے پہلے (یعنی دنیا میں) بھی اور آخرت میں بھی۔"

"الحمد" کے معنی شکر کے بھی ہیں۔ شکر بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ لہٰذا "الحمد للہ" کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی محمود نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ

Marfat.com

اپنی ذات میں آپ کامل ہے اور اس کی نعمتیں اور اس کے احسانات مخلوقات پر اتنے زیادہ ہیں کہ ہم انہیں شمار بھی نہیں کر سکتے، وہ سب کی سب اسی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بخشی ہوئی ہیں:

وَ اٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ

(ابراھیم : ۳۴)

''اس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا، اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔''

وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ۙ وَّ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝ (النحل : ۷۸)

''اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، اس نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے، اسلئے کہ تم شکر گزار بنو۔''

ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمۡ مِّنۡہُ شَرَابٌ وَّ مِنۡہُ شَجَرٌ فِیۡہِ تُسِیۡمُوۡنَ ۝ یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ النَّخِیۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ۙ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِہٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ۝ۙ وَ مَا ذَرَاَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ ۝ وَ ہُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡہُ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡہُ حِلۡیَۃً تَلۡبَسُوۡنَہَا ۚ وَ تَرَی الۡفُلۡکَ مَوَاخِرَ فِیۡہِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝ (النحل ۱۰ تا ۱۴)

''وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا جس سے تم خوب سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لئے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے، وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اگاتا ہے، اور زیتون اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے، اس

Marfat.com

میں ایک بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں، اس نے تمہاری بھلائی کے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں، ان میں بھی ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں، وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔"

چنانچہ جو کوئی بھی اس کائنات کی ان بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے، لطف اندوز ہو رہا ہے اور لذت و فرحت حاصل کر رہا ہے، اسے ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اس لئے نہیں کہ شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی بھلا ہو جائے گا، بلکہ اس لئے کہ یہ شکریہ ادا کرنے والے ہی کے لئے مفید ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات تو بے نیاز ہے اور اپنے آپ میں محمود:

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○

(لقمٰن:۱۲)

"جو کوئی شکر کرے، اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ بے نیاز اور اپنے آپ میں محمود ہے۔"

غرض کہ "الحمدللہ" کہنا اللہ تعالیٰ کے جمیل اور پاکیزہ ناموں اور اس کی بلند و بالا صفات و کمالات کے ساتھ اس کی تعریف کرنا ہے اور اس کے بخشے ہوئے انعامات و احسانات اور اس کے فضل و کرم کا اقرار کرنا اور شکر ادا کرنا ہے۔ مزید برآں اس کے حضور دنیا

Marfat.com

وآخرت کی فلاح وکامرانی کی دعا کے لئے رجوع ہونا ہے۔

سورہ نبی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت میں وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا کہا گیا ہے، یعنی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتے رہیں۔ایسی کبریائی جو اس ذات کبیر واکبر کے شایان شان ہو اور درجۂ کمال تک پہنچی ہوئی ہو۔لہذا، قرآن میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بتا کر اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ اس کی تعریف بیان کریں۔اس کی شروعات ''الحمدللہ رب العالمین'' سے ہوتی ہے اور جب بندہ اس کی حمد بیان کرتا ہے تو بندے پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر کرم بھی ہوتی ہے۔سنن ابن ماجہ کی روایت ہے:

عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ عَبْداً مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ قَالَ: يَارَبِّ! لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ فَعَضَّلَتْ بِالْمَلَكَيْنِ. فَلَمْ يَدْرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا. فَصَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَا: يَارَبَّنَا! إِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لَا نَدْرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا. قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ قَالَا: يَارَبِّ! اِنَّهُ قَالَ: يَارَبِّ! لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ. فَقَالَ اللّٰهُ، عَزَّوَجَلَّ، لَهُمَا: اُكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي. حَتّٰى يَلْقَانِي فَاَجْزِيَهُ بِهَا.

(سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب فضل الحامدين)

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے نے کہا، اے رب، تیرے ہی لئے حمد ہے جیسی کہ تیری بزرگ ذات اور عظیم اقتدار کے شایان شان ہے۔دونوں فرشتوں کو سخت دشواری ہوئی۔وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اسے کس طرح لکھیں، چنانچہ وہ آسمان پر گئے اور عرض کیا۔اے رب! تیرے ایک بندے نے ایک ایسی بات کہی ہے، جسے ہم سمجھ نہیں پار ہے ہیں کہ کیسے لکھیں۔اللہ عزوجل نے

Marfat.com

پوچھا کہ میرے بندے نے کیا کہا۔۔۔۔ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس کے بندے نے کیا کہا تھا۔ فرشتوں نے کہا" اے رب! اس نے کہا: تیرے ہی لئے حمد ہے میرے رب جیسی کہ تیری بزرگ ذات اور عظیم اقتدار کے شایان شان ہے۔" اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا: میرے بندے نے جیسے کہا ہے ویسے ہی لکھ لو یہاں تک کہ میرے پاس آئے تو میں اس کی جزا اسے دوں۔"

عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ . وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ اَوْ تَمْلَاُ مَابَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ."

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن الدارمی، مسند احمد وغیرہ)

"ابی مالک اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:" طہارت نصف ایمان ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمدللہ دونوں آسمان اور زمین کے مابین جو کچھ بھی ہے سب کو بھر دیتے ہیں۔"

الحمدللہ کہنا جامع توحید کا اقرار اور شرک کا انکار کرنا ہے۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ معبود برحق کے سوا اور کسی بھی مخلوق کی اصلاً کوئی حیثیت اور خصوصیت نہیں ہے تو پھر ان کے سامنے جھکنا، ان کے سامنے دست سوال دراز کرنا اور ان سے نفع ونقصان کی امیدیں وابستہ رکھنا بے حقیقت، بے سود اور بے کار ہے اور اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو پیش کر دینا، اسے ہی اپنا ملجا و ماویٰ، حاکم ومنعم اور حاجت روا اور مشکل کشا تسلیم کر لینا اور اس کی رضا کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے اثاثۂ زندگی کو وقف کر دینا عین تقاضائے فطرت ہے اور حصول عزت وشرف اور کامیابی وکامرانی کا باعث، جیسا کہ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا گیا ہے:

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّہٗ اَلْمُلْکُ کُلُّہٗ وَبِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّہٗ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ۔

''اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، سارے ملک تیرے ہی لئے ہیں، تمام بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں اور تمام معاملات تیری ہی طرف رجوع ہوتے ہیں۔''

قرطبیؒ، ابو محمد عبدالغنی بن سعید الحافظ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہؓ اور سعید خدریؓ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ قَالَ صَدَقَ عَبْدِیْ اَلْحَمْدُ لِیْ۔'' (بندے نے جب الحمدللہ کہا تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف میں سچ کہا)

یہ حکم صرف انسانوں ہی کو نہیں دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کریں بلکہ تمام کائنات کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں رطب اللسان ہے اور انسان جو اس عظیم کائنات کا جزو ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات میں اشرف اور فائق ہے، اس پر تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا اور اس کی تسبیح اور تقدیس کرنا اور بھی لازم ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط

(بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ : ٤٤)

''کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو۔''

وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ج

(الزُّمَر : ٧٥)

''اور تم دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کر رہے ہوں گے۔''

لہٰذا انسانوں کو بھی حکم دیا گیا کہ ـــــ

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝

Marfat.com

(الطُّور : ٤٨، ٤٩)

''تم جب اٹھوتو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور رات کو بھی اس کی تسبیح کیا کرو اور جب ستارے پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح و تقدیس کرنا ساری کائنات سے ہم آہنگ ہونا، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک و سہیم ہونا اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ مشترکہ خیر و برکات اور فضل و عنایات سے مستفیض ہونا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (حٰمٓ السَّجدَة : ٣٠ تا ٣٢)

''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے تو یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ''نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی، وہاں جو کچھ تم چاہو گے ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کی وضاحت کے لئے یہاں نہایت ہی بنیادی اور جامع اسمائے صفات پیش کیے گئے ہیں۔ کہا گیا کہ حمد اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ یہ چند جامع صفات اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکے اور اس معرفت سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے جو اس کی دنیا اور آخرت کی فلاح و سعادت کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔

عالمین: 'عالمین' جمع ہے 'عالم' کی۔ 'عالم' دنیا یا جہان کو کہتے ہیں۔ اس طرح عالمین

Marfat.com

کے معنی تمام جہانوں کے ہوں گے اور اس سے مراد پوری کائنات ہے، جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کو حاوی ہے۔ اس کائنات میں بے شمار ستارے، سیارے، کہکشاں، سحابیے اور نظام ہائے سماوی ہیں۔ عالمین ان تمام مخلوقات اور تمام موجودات کو محیط ہے، جس میں مذکورہ بالا مخلوقات کے ساتھ ساتھ انسان، جن، فرشتے، شیطان اور دوسرے ذی روح اور غیر ذی روح سبھی مخلوقات بھی شامل ہیں، اس کے ساتھ ہی تمام زمانے اور اوقات اور یہ دنیا اور آنے والی دنیا یعنی آخرت کے عالم بھی کائنات ہی کے حصے ہیں۔ غرض کہ آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی ساری چیزوں کا مجموعہ عالمین ہے۔ عالمین کی بہترین تفسیر خود قرآن ہی نے متعدد جگہ پیش کی ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ○ (الشُّعَرَاء : ٢٣، ٢٤)

''فرعون نے کہا'' اور یہ رب العالمین کیا (چیز) ہے؟'' (حضرت موسیٰ نے) جواب دیا، ''وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین لانے والے ہو۔''

رب: ''رب'' ایک وسیع اور جامع لفظ ہے۔ بسم اللہ سے قطع نظر متن قرآن میں سب سے پہلے اللہ کی صفت ربوبیت ہی کا اظہار ہے۔ اس لئے کہ اسم ''رب'' جامع الصفات اور ام الصفات ہے۔ بکثرت اسمائے صفات، صفت ربوبیت ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کو اسم ذات کے بطور بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ نے کہا:

اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۵ لا (طٰهٰ: ٤٧)

''ہم تیرے رب کے رسول ہیں، تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔''

تو اس کے جواب میں فرعون نے پوچھا:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○ (طٰهٰ : ۴۹)

''کہا، اچھا تو پھر تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟''

اس کے جواب میں موسیٰ نے کہا:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○ (طٰهٰ : ۵۰)

''کہا، ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی اور پھر اس کو راستہ بتایا۔''

''رب'' کے مفہوم میں کئی چیزیں بیک وقت شامل ہیں ـــــ خالق و منتظم، مالک و آقا، پروردگار و مربی، خبر گیری اور نگہبانی کرنے والا، اصلاح حال اور ضروریات کی تکمیل کرنے والا، نشو و نما دینے والا اور پروان چڑھانے والا تاکہ کوئی شے اپنی حد کمال کو پہنچ جائے، منعم، محتسب، منصف اور جزائے نیک بخشنے والا وغیرہ۔ بحیثیت ''رب'' اللہ تعالیٰ بیک وقت ان تمام معنوں میں ساری کائنات کا رب ہے۔ یعنی ابھی جس اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی گئی یا جس اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرنے جارہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہمارا اور ساری مخلوقات کا مالک اور آقا تو ہے ہی، ساتھ ہی ساتھ ہمارا کفیل اور نگہبان بھی ہے۔ ایسا کفیل اور نگہبان کہ ہم ہر لمحہ اس کی کفالت اور نگہبانی کے محتاج ہیں۔ اور جب وہ مالک و آقا اور کفیل و نگہبان ہے تو لامحالہ تدبیر اور انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں اور پھر اس کے نتیجے میں احکام اور مرضیات بھی پوری کی پوری اسی رب کائنات کی ہونی چاہئیں کیوں کہ جب مدبر و منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے تو کسی اور کا حکم یا کسی اور کی مرضی کا اس میں دخل ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر ان تدابیر اور انتظامات کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں عدل، انصاف اور احتساب کی صفت بھی ہونی چاہئے اور عدل، انصاف اور احتساب کے تقاضے کے تحت اسے جزا اور سزا کے اختیارات بھی لازماً ہونے چاہئیں۔

قرآن پاک میں ''رب'' کے مذکورہ معانی میں سے کہیں ''رب'' کہہ کر ایک معنی مراد لیا گیا ہے اور کہیں ایک سے زیادہ دو، تین، چار وغیرہ، سیاق و سباق اور محل استعمال سے واضح

Marfat.com

ہوجاتا ہے کہ کہاں کس معنی یا کن کن معانی میں ''رب'' کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

(عَبَس: ۲۴تا۳۲)

''پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے۔ ہم نے خوب پانی لنڈھایا، پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر اس کے اندر سے اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامان زیست کے طور پر۔''

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

(الْأَعْرَاف : ۵۴، ۵۵)

''درحقیت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا، جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کئے سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ خبردار رہو، خلق اسی کی ہے اور اسی کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔ اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (التَّوْبَة : ۱۲۹)

''اور وہ رب ہے عرشِ عظیم کا۔''

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ (الرَّعۡد : ١٦)

''ان سے پوچھو، آسمانوں اور زمین کا مالک کون ہے؟ کہو، اللہ۔''

قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ ۚ

(بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡل : ١٠٢)

''(موسیٰ نے) کہا ''تو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نازل نہیں کی ہیں۔''

قَالَ بَلۡ رَّبُّكُمۡ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الَّذِیۡ فَطَرَهُنَّ ۖ

(الۡاَنۡبِیَآء : ٥٦)

''(ابراہیم علیہ السلام نے) جواب دیا ''نہیں بلکہ فی الواقع تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔''

وَاَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ ○ (الۡاَنۡبِیَآء : ٩٢)

''اور میں تمہارا رب ہوں تو تم میری بندگی کرو۔''

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الۡمُزَّمِّل : ٩)

''مشرق و مغرب سب کا رب وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَیُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۖ ز كُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ (فَاطِر : ١٣)

''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، اس نے آفتاب اور ماہتاب کو ایسے ضابطے کا پابند کر دیا ہے کہ ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک چلا جا رہا ہے، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، بادشاہی اسی کی ہے۔''

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ (الزُّمَر : ٦)

''یہی اللہ تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے۔''

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ (الرُّوم ٢٦)

''آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے تابع ہیں۔''

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط

(مَرْيَم : ٦٥)

''وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے، لہذا تم اسی کی بندگی کرو اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔''

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ط فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ج فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ج

(يُوْنُس : ٣١، ٣٢)

''ان سے پوچھو کہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یا وہ کون ہے جس کے قبضہ واختیار میں کانوں کی شنوائی اور آنکھوں کی بینائی ہے، اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے، اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کر رہا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ ''اللہ'' تو کہو، پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ پھر تو یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔''

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِراً ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ م لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ز (الْمُؤْمِن : ٦١،٦٢)

''اللہ تعالیٰ جس نے تمہارے لئے رات بنائی ہے تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل وکرم کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، وہی اللہ (جس نے تمہارے لئے یہ سب کچھ کیا ہے) تمہارا رب ہے ہر چیز کا

Marfat.com

خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف : ۱۱۰)

"تو جسے بھی اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے آقا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

سورہ "الرحمٰن" بیک وقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی وسیع تعریف بھی پیش کرتا ہے اور اپنے نظام ربوبیت کی جلوہ گری، اس کے ارتقائی عوامل اور اس کے منازل کی نشاندہی بھی۔ جو مخلوقات پر اسی رب العالمین کے سراسر احسانات وعنایات ہیں، ان پر رحمتوں اور برکتوں کا فیضان ہے اور ان پر انعامات کی بارش ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَاٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۱۰ تا ۳۰)

"اور اس نے سب مخلوقات کے لئے زمین بچھادی جس میں میوے ہیں اور خوشے والے

Marfat.com

کھجور کے درخت ہیں، اور بھس کا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں، تو (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس نے انسان کو کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی اور جنّ کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا، تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں (عجائب قدرت) کو جھٹلاؤ گے؟ وہ رب ہے ہر دو مشرق اور ہر دو مغرب کا، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس نے دو سمندر جاری کر دئے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں، پھر بھی ان کے درمیان پردہ حائل ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھتے، تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں (قدرت کے کمالات) کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں سے مونگے اور موتی برآمد ہوتے ہیں، تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور یہ جہاز اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے اٹھے ہوئے ہیں، تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں (احسانات) کو جھٹلاؤ گے، زمین پر جو کچھ بھی ہیں سب فنا ہو جانے والے ہیں اور صرف تیرے رب جلیل و کریم کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔ تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں (کمالات) کو جھٹلاؤ گے؟ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اپنی اپنی حاجتیں اسی سے مانگ رہے ہیں، ہر آن وہ ایک نئی شان میں ہے، تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں (صفات حمیدہ) کو جھٹلاؤ گے۔"

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ط لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ

Marfat.com

فَبِاَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○
يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ○ فَبِاَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

(الرَّحْمٰن : ۳۱ تا ۴۵)

"اے جنوں اورانسانوں کے گروہو! (جو دھرتی کے بوجھ بنے ہوئے ہو) عن قریب ہم تم سے بازپرس کرنے کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں، پھر دیکھ لیں گے کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اے انسان اور جنات کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ کر دیکھو۔ بغیر غلبہ و طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔ پھر اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تم پر آگ کے شعلے برسائے جائیں گے اور دھواں چھوڑا جائے گا، جن کا تم مقابلہ نہیں کر سکو گے، پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ پھر آسمان پھٹے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا، پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہ کی پرسش نہ ہوگی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ مجرم وہاں اپنے حلیے سے پہچان لئے جائیں گے اور انہیں ان کی پیشانیوں کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ اس وقت تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرمین جھوٹ قرار دیا کرتے تھے، اسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔"

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ فَبِاَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

(الرَّحْمٰن : ۴۶، ۴۷)

"اور اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا (یعنی پیش) ہونے سے ڈرا ان کے لئے دو جنتیں ہیں، پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ○ فَبِاَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (الرَّحْمٰن: ۶۲، ۶۳)

Marfat.com

''اوران (جنتوں) کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ (النَّبا : ٣٦)

''جزا اور کافی انعام تمہارے رب کی طرف سے۔''

اللہ تعالیٰ نے باغی بندوں پر جو نظر رکھی ہوئی ہے، ہر لمحہ ان کا احتساب فرما رہا ہے اور اعمال بد کے نتیجے میں جو جہنم کی وعید سنائی جا رہی ہے وہ سب بھی دراصل اس کی نعمتیں ہی ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ دنیا ظلم و بربریت، قتل و غارت گری، حق تلفی و ناانصافی اور شیطنت و گندگی سے بھر جاتی اور اس طرح دنیا عذاب سے ہی عبارت ہوتی۔ چنانچہ یہ رب العالمین کی نعمت ہی ہے کہ اس نے انؐ برائیوں اور ان کے برے نتائج سے اپنے بندوں کو بچانے کے لئے تعزیر و سزا کو بھی قائم کیا ہوا ہے، تاکہ ظالم اپنے ظلم سے باز آ جائے اور نعمت خداوندی سے محروم نہ رہے اور دوسرے بھی ظالموں کے ظلم سے محفوظ و مامون رہ سکیں:

''وَقُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَقِيۡلَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۧ (الزُّمر : ٧٥)

''اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ چکا دیا جائے گا اور پکار دیا جائے گا کہ حمد ہے رب العالمین کے لئے۔''

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ وَلَنُسۡكِنَنَّكُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِىۡ وَخَافَ وَعِيۡدِ ‏۝ وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ۙ مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ...... (ابرٰهیم : ١٣، ١٤)

''(آخرکار) کافروں نے اپنے رسولوں سے کہہ دیا ''یا تو تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا، ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔'' تب ان کے رب نے ان پر وحی بھیجی کہ ''ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے، یہ

Marfat.com

انعام ہے اس کا جو میرے حضور جواب دہی کا خوف رکھتا ہو اور میری وعید سے ڈرتا ہو۔"
انھوں نے فیصلہ چاہا تھا (تو یوں ان کا فیصلہ ہوا) اور ہر جبار دشمن حق نے منہ کی کھائی۔ پھر اس کے بعد آگے اس کے لئے جہنم ہے......"

وَقِيلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ ...... قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ

(هُود : ٤٤ اور ٤٨)

"حکم ہوا" اے زمین اپنا سارا پانی نگل جا اور اے آسمان رک جا، چنانچہ پانی زمین میں بیٹھ گیا، فیصلہ چکا دیا گیا، کشتی جودی پر ٹک گئی اور کہہ دیا گیا کہ دور ہو گئی ظالموں کی قوم...... حکم ہوا" اے نوحؑ اتر جا، ہماری طرف سے سلامتی ہے اور برکتیں ہیں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں۔"

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ○ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ

(الْعَنْكَبُوْت : ٣٠، ٣١)

"لوطؑ نے کہا" اے میرے رب، ان مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد فرما" اور جب ہمارے فرستادے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو انہوں نے ان سے کہا" ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں۔"

قَالَ لَوْ اَنَّ لِىْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِىْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ○ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ...... اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ ...... فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ○ (هُود : ٨١ تا ٨٣)

Marfat.com

''(لوطؑ نے انتہائی مجبور اور بے بس ہوکر) کہا ''کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ میں تمہیں سیدھا کردیتا یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لے لیتا'' تب فرشتوں نے ان سے کہا ''اے لوطؑ! ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے...... ان کی تباہی کے لئے صبح کا وقت مقرر ہے...... پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کردیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے، جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے یہاں نشان زدہ تھا اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں ہے۔''

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

(الفجر : ٦ تا ١٤)

''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں؟ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا۔ آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا، حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔''

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

(الاعراف : ١٢٩)

"(موسیٰ سے ان کی قوم کے) لوگوں نے کہا "تیرے آنے سے قبل بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب تیرے آنے پر بھی ہم ستائے جا رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا "قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

وَلَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ○ (البَقَرَة : ٢٥١)

"اگر اس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا انتظام بگڑ جاتا، لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے (کہ وہ اس طرح دفع فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے۔)"

چنانچہ ان ہی بنیادوں پر اور ان ہی حیثیتوں سے اس رب کائنات کی وفاداری، فرماں برداری اور اس سے وابستگی فطری امر ہے:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ ط هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝ (مَريَم : ٦٥)

"آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے، تو اسی کی عبادت (بندگی) پر ثابت قدم رہ، کیا اس جیسا اور کوئی تیرے علم میں ہے؟"

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ○ (المُزَّمِّل : ٩)

"مشرق و مغرب سب کا مالک اور پروردگار وہی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا تو اسی کو اپنا وکیل (اور کارساز) بنا لے۔"

فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝ (الكَهف : ١١٠)

"تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے

Marfat.com

رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

اس کے علاوہ قرآن نے ''رب'' کی مختلف صفتوں کو بھی بیان کیا ہے، مثلاً ـــــ رب جلیل، رب کریم، رب اکرم، رب عظیم، رب اعلیٰ وغیرہ۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۟ (الرَّحْمٰن : ۷۸)

''بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و کریم کا نام۔''

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ (الْاِنفِطَار : ۶)

''اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔''

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (الْحَاقَّة : ۵۲)

''اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کر۔''

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ (الْاَعْلٰی : ۱)

''اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کرو۔''

مذکورہ بالا صفات و کمالات اور عنایات و احسانات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے ''رب العلمین'' کے نام کی تسبیح کی جائے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ وَالَّذِىْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۗ (الْاَعْلٰی : ۱ تا ۵)

اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی، جس نے نباتات اگائیں پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔''

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (الْوَاقِعَة : ۷۴ الْحَاقَّة : ۵۲)

''تو اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کر۔''

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۗ (الْمُزَّمِّل : ۸)

''اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔''

Marfat.com

ایسا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ رب العالمین بے حساب برکتوں اور رحمتوں والا ہے اور اس کی برکتیں اور رحمتیں فرش راہ ہیں ان کے لئے جو رب العالمین سے ان برکتوں اور رحمتوں کو طلب کرے:

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ط ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ج فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الْمُؤْمِن : ٦٤، ٦٥)

"وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار بنایا اور اوپر آسمان کا گنبد بنادیا، جس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بڑی ہی عمدہ صورتیں بنائیں، جس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا، وہی اللہ تعالیٰ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بے حساب برکتوں والا ہے وہ کائنات کا رب۔ وہی جو زندۂ جاوید ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کو تم پکارو اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کرکے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔"

تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ○ (الرَّحْمٰن : ٧٨)

"بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل وکریم کا نام۔"

صرف یہی نہیں کہ یہ حکم انسانوں ہی کو دیا جارہا ہے کہ وہ رب العالمین سے خیر و برکت طلب کرے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات اسی رب العالمین سے اپنی حاجتیں مانگ رہے ہیں اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انسانوں کو بھی اپنی حاجتیں اسی کے سامنے پیش کرنی چاہئے:

یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (الرَّحْمٰن : ٢٩)

"آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اپنی اپنی حاجتیں اسی سے مانگ رہے ہیں۔"

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی جو سب سے پہلے وحی نازل ہوئی تھی تو یہی کہا گیا تھا کہ ـــــ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ؕ

(العَلَق : ۱ تا ۵)

''پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف مقامات پر متعدد دعائیں سکھائی ہیں یا پھر نبیوں کی زبان سے ادا کی جانے والی دعاؤں کا ذکر کیا ہے، ان میں چند ایک کو چھوڑ کر باقی تمام دعائیں ''رب'' یا ''ربنا'' سے ہی شروع ہوتی ہیں یہاں تک کہ حضرات آدم وحوا علیہم السلام سے قصور سرزد ہو جانے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کے لئے جو دعا سکھائی وہ بھی ''ربنا'' سے ہی شروع ہوتی ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٚ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ○

(الاَعْرَاف : ۲۳)

''دونوں نے کہا'' اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اب اگر تو نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ''رب'' اور ''ربنا'' کہہ کر پکارنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے۔ اسی لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں اکثر ''رب'' یا ''ربنا'' ہی کہہ کر مخاطب کرنے کا حکم دیا گیا ہے (متعدد دعائیں قرآن میں دیکھی جا سکتی ہیں)۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وہ کلمۂ خیر و برکت، اقرار نعمت، احسان شناسی اور کلمۂ

Marfat.com

حمد وتشکر ہے کہ جنت میں جنتیوں کی ہر بات کا خاتمہ اسی کلمۂ عظیم پر ہوگا جو حق شناسی اور تحدیث نعمت کے بطور ہر شخص بے ساختہ پکار اٹھے گا:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(یُوْنُس : ۱۰)

"(جو لوگ جنتوں میں داخل کئے جائیں گے) وہاں ان کی صدا ہوگی کہ 'پاک ہے تو اے اللہ' اور ان کی دعا ہوگی کہ 'سلامتی ہو' اور ان کی بات کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ 'ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔'"

☆ ☆ ☆

Marfat.com

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۙ

بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کی تشریح اور توسیع کے لئے بیان ہوئے ہیں اور ساتھ ہی رب العلمین کی توضیح اور تکمیل کے لئے بھی۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کی تشریح اور اس توسیع کے لئے الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف رب کائنات ہی نہیں ہے، اور تمام مخلوقات پر اس کی ربوبیت ہی کی کارفرمائی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی تمام مخلوقات پر انتہائی درجہ مہربان و شفیق اور رحیم و کریم بھی ہے، چنانچہ اس کی مہربانیاں اور شفقتیں اور اس کے رحم و کرم کا سایہ اس کی تمام مخلوقات پر ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حال میں سایہ فگن ہے جس کے نتیجے میں یہ پوری کائنات اور کائنات کی ہر ایک چیز زندہ، تابندہ، متحرک اور جلوہ افروز ہے:

وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ (الۡاَعۡرَاف : ۱۵٦)

''اور میری رحمت تمام چیزوں پر محیط ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے تعلق دراصل رحمت و رافت، فیض و کرم، سرپرستی اور محبت کا ہے، لہذا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہنا بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ان بے پایاں رحمتوں کا فطری جواب ہے، احسان شناسی اور اظہار تشکر ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّجَعَلَ فِیۡهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیۡرًا ○ وَهُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ خِلۡفَةً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ○ (الۡفُرۡقَان : ٦۱، ٦۲)

''بڑا متبرک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا ہوا چاند روشن کیا۔ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشیں بنایا، ہر

Marfat.com

اس شخص کے لئے جو سبق لینا چاہے یا شکر گزار ہونا چاہے۔"

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ○ (الْمُؤْمِن : ٦١)

"وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو روشن کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔"

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (الْجَاثِیَة : ١٢)

"وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور اس کا فضل تلاش کرو اور شکر بجالاؤ۔"

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا بیان رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی توضیح اور تکمیل کے لئے بھی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی بنیاد اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہی ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت سے نوازے۔ لہذا، اس کی ربوبیت ہر ایک شے کو محیط ہوئی۔ دوئم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت محض خالص ربوبیت ہی نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت سے مملو ہے۔ اس کی ربوبیت کے تمام اظہارات اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہی سے وجود پذیر ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی رحمانیت و رحیمیت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ○

(الْحِجْر : ٤٩، ٥٠)

"(اے نبیؐ) میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور رحیم ہوں اور میرا

Marfat.com

عذاب بھی نہایت ہی دردناک عذاب ہے۔"

رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہنے کے بعد اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان، شفیق اور رحیم بھی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنے بندوں کے قصوروں پر فوری گرفت فرماتا ہے، بلکہ اسے مہلت دی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ باز آجاتا ہے اور راہ راست اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی شان رحمت ورافت عود کر آتی ہے اور اس پر اپنے انعامات واکرامات جاری فرما دیتا ہے۔

رب العالمین کے بیان میں ڈر اور خوف کا اظہار ہے تو الرحمٰن الرحیم کے الفاظ صفت رحمت ورافت پر دلالت کرتے ہیں، اس لئے اس میں امید اور ترغیب ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں رب العالمین کہہ کر ترہیب فرمائی ہے وہیں الرحمٰن الرحیم کا اظہار کر کے ترغیب وجاذبیت پیدا کی ہے، تاکہ بندہ یہ جان لے کہ اس کی ربوبیت کا محور اصلاً اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا احسان ہے اور یہ وہ صفت ہے جس کی طرف صفات باری تعالیٰ بالآخر رجوع کرتی ہیں تاکہ یہ جان کر اور ان احساسات وشعور کے استحضار ساتھ بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات استوار کر لے، شرح صدر اور صمیم قلب کے ساتھ اس کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لئے کوشاں ہو اور اپنے معبود کی بندگی اور اطاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؛ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ . وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ ."

(صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب فى سعة رحمة الله تعالىٰ وأنها سبقت غضبه، سنن الترمذى، ابواب الدعوات باب ٩٩، مسند أحمد ج٢ ص٣٣٤)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومن اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے سخت عذابوں سے پوری طرح واقف ہوتا تو اس کے دل سے جنت کی طمع ہٹ جاتی اور اگر کافر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے پوری طرح واقف ہوتا تو کبھی جنت سے ناامید نہ ہوتا۔"

☆☆☆

Marfat.com

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؏

مالک ہے روز جزا کا۔

''مالک'' کہتے ہیں ایسے حامل ملکیت کو جسے اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرفات کا پورا پورا حق اور اختیار ہو، جس کے قوانین اور جس کی مرضیات اس کی ملکیت پر بہر صورت نافذ العمل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معنوں میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ چاہے مجرم کو معاف کردے چاہے اسے سزا دے، کوئی اس کے ارادے اور اس کے نفاذ میں مزاحم نہیں، کوئی اس سے باز پرس کرنے والا نہیں اور کوئی اس پر حاکم نہیں۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث کے مطابق لَا مٰلِكُ إِلَّا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ (اللہ عزوجل کے سوا کوئی بھی مالک نہیں) ''یوم'' کے معنی دن یا وقت کے ہیں اور ''الدین'' کے معنی یہاں بدلے یا مکافات کے ہیں۔ خواہ وہ بدلے جزا کی حیثیت میں ہوں یا سزا کی شکل میں۔ اس طرح ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' سے مراد ہے۔۔۔ مٰلِكِ يَوْمُ الْجزَاءِ (مالک روز جزا کا) یا مٰلِكِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ (روز قیامت کا مالک) یا مٰلِكِ يَوْمُ الْحِسَابِ (حساب کے دن کا مالک) جبکہ اعمال نیک اور بد کے عوض جزا یا سزا کا نفاذ ہوگا۔ چونکہ قیامت کے دن ہر طرح کی جزا و سزا دینے کا کلی اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس دن کا مالک فرمایا۔

یہاں قیامت کے دن کا مالک اس لئے کہا گیا ہے کہ دنیا میں تو کسی کو کم و بیش کسی طرح کا متصرفانہ اختیار حاصل ہوتا ہے، خواہ وہ اختیار ناپائیدار، جزوقتی اور نامکمل ہی کیوں نہ ہو، جس کے نتیجے میں کوئی بادشاہ بن بیٹھتا ہے تو کوئی آمر جابر اور کوئی ظالم و غاصب۔ لیکن قیامت کی گھڑی جب آئے گی تو وہ گھڑی ایسی ہوگی جب کہ ہر کسی کی بادشاہت، آمریت اور ان کا ظلم اور تغلب یک لخت ختم ہوجائے گا اور تمام شاہان دنیا اور آمران جابر، ان کے حکام اور عملے اور عام رعایا، تمام آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے اور امیر و غریب سب برابر

Marfat.com

ہوجائیں گے اور سبھی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔ اس وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حاکمیت اور بادشاہت باقی رہے گی اور اس کے جلال و جبروت کے سامنے سبھی عاجز و سرنگوں ہوں گے اور اس کی جنت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف و لرزاں ہوں گے۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کی اجازت کے بغیر زبان بھی کھول سکے۔ سارے معاملات کا فیصلہ تنہا وہی کریگا، جس کو چاہے انعام و اکرام سے نوازے اور جسے چاہے سزا دے:

حسب ذیل آیات ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '' کی پوری پوری وضاحت پیش کرتی ہیں:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۧ (الْحَجّ : ٥٦، ٥٧)

''اس روز بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا، جو ایمان رکھنے والے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے وہ نعمت بھری جنتوں میں جائیں گے اور جنھوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا، ان کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔''

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (الْمُؤْمِن : ١٦، ١٧)

''وہ دن جب کہ سب لوگ ظاہر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی بھی بات چھپی ہوئی نہ ہوگی (اس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج کے دن بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ واحد قہار کی، (کہا جائے گا) آج ہر متنفس کو اس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی۔ آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔''

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۙ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ○ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ؕ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

Marfat.com

الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ط وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

(الْاِنفِطَار : ۱۳ تا ۱۹)

''یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے اور بے شک بدکار لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس سے کبھی ہرگز غائب نہ ہوسکیں گے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ ہاں تجھے کیا خبر کہ وہ جزا کا دن کیا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا (یعنی کسی کی طاقت نہ ہوگی کہ وہ کسی شخص کو اس کے اعمال کے نتائج بھگتنے سے بچاسکے) فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔''

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الْجَاثِيَة : ۲۸)

''آج تم لوگوں کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔''

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الزُّمَر : ٦٧)

''قیامت کے روز پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دست راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ پاک اور بالاتر ہے وہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

احادیث میں بھی اس کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔ مثلاً:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ.

(صحيح البخاری، کتاب الرقاق باب يقبض الله الأرض، صحيح مسلم، کتاب صفات المافقين وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت

Marfat.com

کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے قبضے میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں سمیٹ لے گا اور کہے گا کہ میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟''

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اللہ تعالیٰ ہی کو ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہی تمام مخلوقات کا خالق ہے، اسی کی ربوبیت کے نتیجے میں تمام مخلوقات کی ہر طرح کی ضروریات کی تکمیل کا بحسن وخوبی نظم قائم ہے، اسی کی رحمانیت اور رحیمیت کے زیر سایہ تمام مخلوقات ہر طرح کے احسانات اور عنایات سے مستفیض ہو رہی ہیں۔ لہذا، لازماً اللہ تعالیٰ ہی کو اس یوم الحساب کا بھی بلا شرکت غیرے آقا و مالک بھی ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور اپنی رحمانیت ورحیمیت سے روشناس کرایا پھر کہیں جا کر اپنے آپ کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی حیثیت سے پیش کیا۔ یہ اس لئے بھی ضروری تھا تا کہ بندے کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی کام نہ تو عبث ہے، نہ ہی غیر مفید اور نہ تو غیر منظم ہے اور نہ ہی غیر متعلق۔ لہذا اللہ تعالیٰ اپنی قائم کردہ صلاح وفلاح اور افادۂ عام اور اس کے نظم وضبط کو کسی بھی طرح کی رکاوٹ، خلل اور برے اور مضر اثرات سے مملو کیے جانے کو برداشت نہیں کر سکتا اور برداشت کرنا بھی نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ یہ اس کی ربوبیت اور اس کی رحمانیت ورحیمیت ہی کا تقاضا ہے کہ اس کی ذات والاصفات کے ان فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک وقت ایسا رکھا ہے جب کہ وہ ان باغی، غاصب، ظالم اور خائن بندوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں بے جا تصرفات کی جسارت کی، ان سے سختی سے حساب لے اور مجرم کو قرار واقعی سزا دے، اس حال میں کہ انہیں پہلے خبردار کیا جا چکا تھا۔

دنیا چونکہ دارالعمل ہے، دارالامتحان ہے اور مزرع آخرت ہے، لہذا، یہاں اچھے برے اعمال کا پورا پورا اور صحیح طور پر بدلہ دیا جانا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب تک کسی کے اعمال کا دفتر بند نہیں ہوتا، اس وقت تک اس کے اعمال کا فیصلہ کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اعمال کے ماخوذات اور اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں اور نسل در نسل کو محیط ہوتے ہیں،

جن کے لئے مرکب حسابات کی ضرورت ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک وقت ایسا رکھا جائے جبکہ تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک ساتھ جمع کیا جائے اور ان سبھوں کے حسابات ایک ساتھ چکائے جائیں۔ یہ وہی دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یَوْمِ الدِّیْنِ کہا ہے۔

اور دوسری جانب یہ عقل ہی کا نہیں بلکہ عدل و انصاف کا بھی تقاضا ہے کہ ہر کسی کو اس کے بھلے اور برے کارناموں کے بھلے اور برے بدلے دئے جائیں۔ یہ بڑی ناانصافی کی بات ہوگی کہ ایک شخص ہزاروں لاکھوں بے قصوروں کو قتل کروائے اور ان بے قصوروں کے قتل کا بدلہ لئے بغیر اسے چھوڑ دیا جائے یا اگر بدلہ لیا بھی جائے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں تو ان تمام بے قصور مقتولوں کا بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کے لئے بہت ہی لمبی حیات درکار ہوگی جو ظاہر ہے کہ دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری طرف ایسے نیک لوگ ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کے احکام کی بجا آوری میں گزار دی۔ ہر طرح کی لذات دنیوی سے محض اللہ تعالیٰ کے خوف سے کنارہ کش رہے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں، یہاں تک کہ اپنی جانیں بھی نذر کر دیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی ان تمام جانی اور مالی قربانیوں کا بدلہ اس چندروزہ دنیا میں تو مل ہی نہیں سکتا:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ز اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (صٓ ۲۸)

''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جو زمین میں فساد پیدا کرنے والے ہیں یکساں کر دیں؟ کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کر دیں؟''

اس لئے ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو، جس میں ہر چھوٹے اور بڑے، اچھے اور برے عمل کا حساب ہو اور اس کی جزا و سزا انصاف کے مطابق ملے، اسی کو قرآن کی اصطلاح میں ''یَوْمُ الدِّیْنِ'' یا ''یَوْمُ الْقِیَامَۃِ'' کہتے ہیں:

Marfat.com

وَمَا يَسْتَوِى الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۫ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الْمُؤْمِن : ۵۸، ۵۹)

''اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اندھا اور آنکھوں والا یکساں ہو جائے اور ایمان والے اور صالح اور بدکار برابر ٹھہریں، مگر تم لوگ کم ہی کچھ سمجھتے ہو۔ یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔''

چنانچہ ایک وقت آئے گا جب کہ یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ ایک دوسرا عالم وجود میں آئے گا۔ جس میں از اول تا آخر تمام لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا اور اس حساب و کتاب کے نتیجے میں جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا اور نیکیوں کا بدلہ جنت ہوگی اور بدیوں کا بدلہ جہنم۔ اس وقت حاکم و فرماں روا اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور اس کے ماسوا کوئی نہ ہوگا اور اس دنیائے فانی کے جھوٹے، مکار، دغا باز اور شعبدہ باز غائب ہو جائیں گے، اپنی برأت کا اظہار کریں گے اور اعتراف حقیقت پر مجبور ہوں گے۔ وہ دن فیصلے کا دن ہوگا۔ چنانچہ ہر طرح کا فیصلہ چکا دیا جائے گا اور یہ فیصلہ چکانے والی ذات اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہوگی۔

لہٰذا، اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ صاف صاف سنا دیا ہے کہ ظالم، سرکش، متمرد اور برے لوگوں کے لئے ان کے گناہوں کے عوض سزا بھی مقرر کی ہوئی ہے اور نیک، صالح اور شہادت حق کے علم برداروں کے لئے جزائے خیر بھی:

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ (النَّجم : ۳۱)

''اور آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے اور ان لوگوں کو اچھی جزاء سے نوازے جنہوں نے نیک رویہ اختیار کیا ہے۔''

Marfat.com

إِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝

(طٰهٰ ١٥)

''قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے، میں اس وقت کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔''

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

(اَلزِلْزَال : ٧،٨)

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

(اٰلِ عِمْرَان : ٣٠)

''وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔''

رہی دنیاوی عیش و عشرت، دولت و راحت اور سکون و لذت کی بخشش یا ان سے محرومی یا پھر دکھ درد، رنج و غم اور مصائب و آلام تو یہ اعمال کے نتیجے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ بندوں کی آزمائش کے لئے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ لا الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

(اَلْبَقَرَة : ١٥٥ تا ١٥٧)

Marfat.com

''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔'' انہیں خوش خبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔''

البتہ کبھی کبھی برے اعمال کا برا نتیجہ دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے اور بھلے اعمال کے پھل بھی حاصل ہوتے ہیں، لیکن یہ ان اعمال کے صدور کے فطری نتائج ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ یا ترغیب کے لئے ہوتے ہیں تاکہ بندہ برے اعمال سے ہوشیار ہو جائے اور بھلے اعمال سے اسے رغبت اور دلچسپی ہو:

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○

(السَّجدَة : ٢١)

''ہم لوگوں کو آخرت کے بڑے عذاب سے قبل (بعض اوقات) دنیا میں ایک عذاب قریب کا مزہ چکھا دیتے ہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔''

كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ○

(القَلَم : ٣٣)

''ایسا ہوتا ہے عذاب اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بہت بڑا ہے اگر وہ جانیں۔''

غرض کہ دنیا میں راحت و مصیبت بعض اوقات امتحان کے لئے ہوتی ہے، لیکن کبھی گناہوں پر عذاب بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہ عذاب کسی گناہ کا پورا پورا بدلہ نہیں ہوتا بلکہ اصلی اور گناہ کے مطابق عذاب کا ایک ہلکا سا نمونہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب کچھ چند روزہ اور محض عارضی ہے۔ مدار و معیار وہ راحت و کلفت ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور جو اس عالم سے گزرنے کے بعد عالم آخرت میں آنے والی ہے، جہاں پورا پورا بدلہ ملنے والا ہے اور

جس کا نام "یَوْمِ الدِّیْنِ" ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○ (اٰلِ عِمْرَان : ۱۸۵)

"آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو، کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔"

"اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کہنے کے بعد "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" سے متعارف کرانا ضروری تھا تاکہ نظام عدل قائم ہو سکے، ظلم و بربریت کو روکا جا سکے اور ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم ہو سکے اور پھر خود وہ ظالم و سرکش بھی اپنے ظلم اور اپنی سرکشی سے باز آ کر اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کے سائے تلے صبر و سکون کی زندگی بسر کر سکے اور اگر اس کے بعد بھی کوئی ظلم و ناانصافی، حق تلفی و بد خلقی، بغاوت و سرکشی ہی پر مصر رہے تو اسے قرار واقعی سزا بھی دی جا سکے۔

ان صفات باری تعالیٰ ـــــ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا اس لئے بھی ذکر کیا گیا تاکہ بندے کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے اور معلوم ہو جانے کے بعد صمیم قلب کے ساتھ اپنی زبان سے اس کا اظہار کرے کہ صرف وہی ذات والا صفات سزاوار حمد ہے۔ ایک بندے پر جو بے شمار احسانات ہیں، بے انتہا نعمتوں کی بارش ہے، وہ سب اسی ذات بابرکات کی بخشش و عطا ہے اور آئندہ بھی جو کچھ مل سکتا ہے وہ اسی محسن اور منعم باری تعالیٰ سے مل سکتا ہے اور اسی کی رضا اور خوشنودی کا حصول کامیابی ہے اور بس۔ چنانچہ ہمیں لازماً اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا اقرار زبان و دل سے اور اس کا اظہار عمل اور برتاؤ سے کرتے ہوئے کلی طور پر اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے اور ہماری زندگی کی ہر

Marfat.com

ایک سانس اسی معبود حقیقی کے لئے وقف ہو جانی چاہیئے۔ یہی دین فطرت کا تقاضا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے مطالبہ بھی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۲۰۸، ۲۰۹)

"اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں، اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی، تو خوب جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔"

مختصر یہ کہ سورہ فاتحہ کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کی جامع تعریف پانچ اسمائے حسنیٰ کی صورت میں پیش کی گئی ہے۔ جن میں ہر ایک بذات خود جامع صفات اسم ہے، مثلاً اسم "اللہ" تمام جلال و جمال، کمال و احسان اور قدرت و قوت کا جامع ہے۔ اس نام میں وہ سب کچھ ہے، جس کی تفصیل تمام اسمائے حسنیٰ ہیں۔ اسم "رب العالمین" سارے فعل و قدرت نظم و ضبط اور عنایات و تربیت کو محیط ہے، اسم "الرحمٰن" تمام صفات جود و کرم، بخشش و احسان اور رحمت و رافت کا سرچشمہ ہے، اسم "الرحیم" ہر طرح کی اور ہمیشہ قائم رہنے والی رحمت و رافت، فیض و کرم اور لطف و خیر خواہی کے صدور کی علامت ہے اور اسم "مالک یوم الدین" اللہ تعالیٰ کی صفات عدل و انصاف، جزا و سزا اور عزت و ذلت کے صدور کا حامل ہے:

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المؤمن: ٦٥)

"وہی زندۂ جاوید ہستی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کو تم پکارو اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں۔

لفظ ''اِیَّاكَ'' کے معنی ہیں ''تجھ ہی سے'' یا ''تجھ ہی کو'' یہاں نَعْبُدُ اور نَسْتَعِیْنُ سے قبل مفعول ''اِیَّاكَ'' لایا گیا ہے۔ عربی زبان میں اگر مفعول کو فعل پر مقدم کر دیا جائے تو حصر کا معنی دیتا ہے اور فعل کو مؤکد کر دیتا ہے۔ یعنی اس فعل کو اس مفعول کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور دوسروں سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس طرح آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ——— ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی کی عبادت مطلق نہیں کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے استعانت طلب کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی سے مطلق استعانت طلب نہیں کرتے ہیں۔'' حضرت ابن عباسؓ اِیَّاكَ نَعْبُدُ کی تشریح میں فرماتے ہیں: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَا نَعْبُدُ غَیْرَكَ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں)۔

نَعْبُدُ لفظ ''عِبَادَة'' سے مشتق ہے عربی زبان میں ''عِبَادَةٌ'' ''عُبُوْدَةٌ'' ''عُبُوْدِیَّةٌ'' اور ''عَبْدِیَّةٌ'' کے اصل معنی انتہائی خشوع و خضوع، تذلل، عاجزی اور فروتنی کے ساتھ پرستش کرنے کے ہیں۔ یعنی کسی کے سامنے اس کی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے آپ کو اس طرح دل و جان سے پیش کر دینا اور تابع فرمان ہو جانا کہ اس کے مقابلے میں کوئی مزاحمت یا انحراف اور سرتابی نہ ہو۔ چنانچہ ان بنیادوں پر عبادت کے معنی بیک وقت پرستش، غلامی اور اطاعت و فرماں برداری کے ہیں۔ عبد یعنی بندہ یا غلام حُرّ یعنی آزاد اور خود مختار کی ضد ہے۔ یعنی عبد ایسے مطیع فرمان غلام کو کہیں گے جو کسی کی بالادستی اور برتری تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو کر اور سرتابی اور مزاحمت چھوڑ کر کامل سپردگی اور فرماں برداری کے ساتھ اس کی پرستش، غلامی اور اطاعت انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ کرے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات عبادت کے ان تمام معنوں کو ظاہر کرتی ہیں:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

(النحل : ٣٦)

"ہم نے ہر امت میں [illegible] اللہ تعالیٰ کی عبادت [illegible] طاغوت کی عبادت سے بچو۔"

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ

(الزمر : ١٧)

"جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے پرہیز کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کے لئے خوشخبری ہے"

[illegible]

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝

(یٰسٓ : ٦٠، ٦١)

"اے بنی آدم! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"

ظاہر ہے کہ شیطان کی عبادت تو دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا ہے، بلکہ ہر کسی کی جانب سے اس پر لعنت و پھٹکار ہی پڑتی ہے۔ لہٰذا یہاں شیطان کی عبادت سے جو منع کیا گیا ہے وہ دراصل شیطان کی اطاعت و فرماں برداری ہی سے منع کیا گیا ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے

''تفسیر کبیر'' میں لکھا ہے کہ ''لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ (شیطان کی عبادت نہ کرو) کے معنی ہیں لَا تُطِیْعُوْهُ (اس کی اطاعت نہ کرو)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو محض سجدہ کرنا ہی ممنوع نہیں ہے بلکہ اس کی اطاعت کرنا اور اس کے احکام اور اس کی مرضیات کی تابع داری کرنا بھی ممنوع ہے، لہٰذا اطاعت عبادت ہے۔''

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (التَّوْبَة : ۳۱)

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں ایک معبود کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (الْبَقَرَة : ۱۷۲)

''اے ایمان لانے والو! اگر تم نے واقعی ہماری عبادت اختیار کی ہے، تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں، انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو (اور ان احبار اور رہبان کے ٹھہرائے ہوئے حرام کی پروا مت کرو۔'')

یہاں علماء اور مشائخ کو رب بنا کر ان کی عبادت کرنے سے مراد ان کو اوامر اور نواہی کا مختار ماننا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سند کے بغیر ان کے احکام کی اطاعت کرنا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم، جو پہلے عیسائی تھے، جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے من جملہ اور سوالات کے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء و مشائخ کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ جواب میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں، اسے تم حرام مان لیتے ہو اور

Marfat.com

جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں، اسے حلال ٹھہرا لیتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا کہ یہ ہم ضرور کرتے رہے ہیں، فرمایا: ''بس یہی ان کو خدا بنا لینا ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لئے جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے ہیں اور جو لوگ ان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں یا ان پر عامل ہوتے ہیں، وہ دراصل انہیں خدا مان کر ان کی عبادت کرتے ہیں:

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ○ (سَبَا : ٤١)

''بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں اکثر انہیں پر ایمان لائے ہوئے تھے۔''

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ (يُوْنُس : ١٨)

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں، جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ (الزُّمَر : ٣)

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا ولی بنا رکھا ہے (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں۔''

ان آیات میں عبادت سے مراد جنوں کی پناہ ڈھونڈنا، انہیں نفع و نقصان پہنچانے والا سمجھنا اور ان سے غیبی امداد کی امید رکھنا وغیرہ ہے۔ یا پھر اولیاء اور مشائخ وغیرہ کو بندگی کی صفات سے بالاتر سمجھنا، انہیں مشکل کشا اور فریاد رس خیال کرتے ہوئے ان سے امیدیں وابستہ کرنا اور ان کے حق میں مراسم عبودیت ادا کرنا ہے۔

غرض کہ طاغوت یا شیطان کی اطاعت ہو یا علماء و مشائخ کے بلا سند اوامر و نواہی کی اطاعت، یا جنوں یا کسی بھی غیر اللہ کی غلامی، اطاعت اور پرستش، سبھی عبادت ہی کے

Marfat.com

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں۔

لفظ ''اِيَّاكَ'' کے معنی ہیں ''تجھ ہی سے'' یا ''تجھ ہی کو'' یہاں نَعْبُدُ اور نَسْتَعِيْنُ سے قبل مفعول ''اِيَّاكَ'' لایا گیا ہے۔ عربی زبان میں اگر مفعول کو فعل پر مقدم کر دیا جائے تو حصر کا معنی دیتا ہے اور فعل کو مؤکد کر دیتا ہے۔ یعنی اس فعل کو اس مفعول کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور دوسروں سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس طرح آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ـــــ ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی کی عبادت مطلق نہیں کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے استعانت طلب کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی سے مطلق استعانت طلب نہیں کرتے ہیں۔'' حضرت ابن عباسؓ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی تشریح میں فرماتے ہیں: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَا نَعْبُدُ غَيْرَكَ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں)۔

نَعْبُدُ لفظ ''عِبَادَة'' سے مشتق ہے عربی زبان میں ''عِبَادَةٌ'' ''عُبُوْدَةٌ'' ''عُبُوْدِيَّةٌ'' اور ''عَبْدِيَّةٌ'' کے اصل معنی انتہائی خشوع وخضوع، تذلل، عاجزی اور فروتنی کے ساتھ پرستش کرنے کے ہیں۔ یعنی کسی کے سامنے اس کی تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنے آپ کو اس طرح دل وجان سے پیش کر دینا اور تابع فرمان ہو جانا کہ اس کے مقابلے میں کوئی مزاحمت یا انحراف اور سرتابی نہ ہو۔ چنانچہ ان بنیادوں پر عبادت کے معنی بیک وقت پرستش، غلامی اور اطاعت وفرماں برداری کے ہیں۔ عبد یعنی بندہ یا غلام حُر یعنی آزاد اور خود مختار کی ضد ہے۔ یعنی عبد ایسے مطیع فرمان غلام کو کہیں گے جو کسی کی بالادستی اور برتری تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنی آزادی وخود مختاری سے دست بردار ہو کر اور سرتابی اور مزاحمت چھوڑ کر کامل سپردگی اور فرماں برداری کے ساتھ اس کی پرستش، غلامی اور اطاعت انتہائی تعظیم وتکریم کے ساتھ کرے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات عبادت کے ان تمام معنوں کو ظاہر کرتی ہیں:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ

(النَّحل : ٣٦)

''ہم نے ہرامت میں رسول یہی پیغام دے کر بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواور طاغوت (کی عبادت) سے پرہیز کرو۔''

وَالَّذِیۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ یَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی ۚ

(الزُّمَر : ١٧)

''اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے پرہیز کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا، ان کے لئے خوش خبری ہے۔''

ان آیات میں طاغوت کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔کوئی بھی شخص طاغوت کو الٰہ سمجھ کر اس کی عبادت کبھی نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے دل میں طاغوت کی تعظیم وتکریم کا جذبہ ابھرتا ہے، بلکہ بسا اوقات نفرت وعداوت ہی سینوں میں موج زن ہوتی ہے،لیکن اس کے باوجود اس کے احکام اور اس کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دینے اور اس کی اطاعت قبول کرلینے کو طاغوت کی عبادت کہا گیا ہے:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡكُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۙ﴿ وَّ اَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿

(یٰسٓ : ٦٠، ٦١)

''اے بنی آدم! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

ظاہر ہے کہ شیطان کی عبادت تو دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا ہے، بلکہ ہر کسی کی جانب سے اس پر لعنت وپھٹکار ہی پڑتی ہے۔لہذا یہاں شیطان کی عبادت سے جو منع کیا گیا ہے وہ دراصل شیطان کی اطاعت وفرماں برداری ہی سے منع کیا گیا ہے۔امام فخر الدین رازیؒ نے

Marfat.com

دائرے میں آتی ہیں۔

چنانچہ مذکورہ بالا تمام معنوں میں عبادت صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ہونی چاہئے۔ یعنی اسی کو حاکم و مقتدر، قادر مطلق، نفع و نقصان کا مالک، مشکل کشا اور فریادرس، مقنن و شارع وغیرہ تمام حیثیتوں سے مانتے ہوئے اس کے لئے تمام مراسم عبودیت ادا کئے جانے چاہئیں اور اسی کے اصول و قوانین اور احکام و شریعت پر عامل ہونا چاہئے۔ اسی کو اپنی امیدگاہ، پناہ گاہ اور پشتیبان سمجھنا چاہئے، اسی کے سامنے اپنی احتیاجات کے لئے دست سوال دراز کرنا چاہئے، اور اسی کے سامنے خشوع و خضوع، تذلل و انکساری، عاجزی اور فروتنی کے ساتھ تعظیمی و تکریمی دست بستہ قیام، رکوع اور سجود بجالانا چاہئے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (یُونُس : ۳)

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے، کوئی شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں ہے، الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے، یہی اللہ تمہارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، پھر کیا تم ہوش میں نہیں آؤ گے؟''

یعنی جب واقعہ یہ ہے کہ ربوبیت بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی ہے تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، پھر جس طرح ربوبیت کا لفظ تین مفہومات پر مشتمل ہے، یعنی پروردگاری، مالکی و آقائی اور فرماں روائی۔ اسی طرح اس کے بالمقابل عبادت کا لفظ بھی تین مفہومات پر مشتمل ہے:

اللہ تعالیٰ کے واحد رب ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اس کا شکر گزار ہو، اسی سے دعائیں مانگے اور اسی کے آگے محبت و عقیدت سے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ سر جھکا دے۔

Marfat.com

یہ عبادت کا پہلا مفہوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے واحد مالک وآقا ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اس کا بندہ وغلام بن کر رہے۔ یہ عبادت کا دوسرا مفہوم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے واحد فرماں روا ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اس کے حکم کی اطاعت اور اس کے قوانین اور ارسال کردہ شریعت کی پیروی کرے۔ نہ خود اپنا حکم راں بن بیٹھے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرے۔ یہ عبادت کا تیسرا مفہوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا خود ہی حکم فرمایا ہے اور اس عبادت کے ادا کرنے اور بجالانے کا سبب اور جواز بھی بتادیا ہے، اور ٹھیک اسی طرح اپنے ماسوا دوسری ہر طرح کی ہستیوں کی عبادت یعنی بندگی وغلامی اور اطاعت وتابع داری سے بچنے کی تاکید بھی فرمادی ہے اور اسی طرح ان سے بچنے کے اسباب ووجوہ سے واقفیت بھی بہم پہنچادی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ (التَّوْبَة : ۳۱)

"اور انہیں ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی معبود (یعنی مستحق عبادت) نہیں۔"

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○

(الْاَنْبِيَآء : ۹۲)

"یہ تمہاری امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، تو تم میری ہی عبادت کرو۔"

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ

(مَرْيَم : ٦٥)

"وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو ان کے مابین ہیں، تو تم اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔"

Marfat.com

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج

(النَّحل : ٣٦)

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبر دار کر دیا کہ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے باز رہو۔''

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ج

(الزُّمَر : ١٧)

''اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا ان کے لئے خوش خبری ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○

(الزُّخرُف : ٦٤)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، اسی کی تم عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ط رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ○ط (الصّٰٓفّٰت : ٤،٥)

''تمہارا معبود حقیقی بس ایک ہی ہے، وہ آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کا مالک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سارے مشرقوں کا مالک۔''

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف (البَقرة : ٨٣)

''یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے بھی ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔''

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ لا قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ○ (الْاَنعَام : ٥٦)

Marfat.com

''ان سے کہو کہ'' تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن دوسروں کو پکارتے ہو، ان کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا۔'' کہو'' میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہوگیا، راہ راست پانے والوں میں سے نہ رہا۔''

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ط وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (الْمَآئِدَة : ٧٦)

''ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو، جو نہ تمہارے لئے نقصان کا اختیار رکھتا ہے، نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔''

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ لا وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ وقف غفران هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (يٰسٓ : ٦٠، ٦١)

''آدم کے بچو، کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ○ ع اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ○ ط

(يٰسٓ : ٢٢ تا ٢٥)

''آخر کیوں نہ میں اس ہستی کی عبادت کروں، جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے؟ کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر الرحمٰن مجھ کو نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا، تم بھی میری بات مان لو۔''

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ز وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○ لَهٗ مَقَالِيْدُ

Marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِیْنَ ۝ بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ (الزُّمَر: ٦٢ تا ٦٦)

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے ہیں وہ گھاٹے میں رہنے والے ہیں، ان سے کہو'' پھر کیا اے جاہلو! تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لئے مجھ سے کہتے ہو؟'' تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا، اور تم خسارے میں رہو گے، لہٰذا تم بس اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔''

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ نتیجہ ہے اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جس کے لئے حمد مخصوص ہے، جو رب العالمین ہے اور الرحمن الرحیم کے ساتھ ہی مالک یوم الدین بھی ہے تو لامحالہ عبادت کا مستحق بلا شرکت غیرے وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ عجب نہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے جواز کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی جامع تعریفیں پیش کی گئی ہوں۔ اور کیا عجب کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے اقرار و عمل اور احتیاج و تاکید ہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت سے روشناس کرایا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نہ تو کسی تعریف کا محتاج ہے اور نہ ہی اس کی تعریف نہ کرنے سے اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو اپنی شناخت بندے کو پیش کی ہے، وہ اس لئے ہے تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ کا کما حقہ تعارف حاصل کر لے اور اسے ہمیشہ حرز جان بنائے رکھے اور اس معرفت کے نتیجے میں اپنی زندگی کا صحیح رخ متعین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کر لے، اسے ہی اپنا ملجا و ماویٰ تسلیم کر لے، اسے ہی اپنا ہادیٔ برحق قبول کر لے اور اپنی زندگی

Marfat.com

کے تمام معاملات میں کلی طور پر، اطمینان و صمیم قلب اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ اس کی رہنمائی کو حتمی اور فیصلہ کن سمجھتے ہوئے اختیار کر لے تا کہ اس کی زندگی حقائق سے قریب تر ہو جائے اور اس کی شخصیت خود اس کی اپنی اور کائنات کی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکے۔ جس ہم آہنگی کے نتیجے میں اسے دنیا و آخرت میں سچی کامیابی، سرخ روئی اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے اور ناکامیوں اور محرومیوں سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور یہی وہ اسباب و جواز بھی ہیں جن کی بنا پر عبادت خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ مذکورہ تمام صفات سے متصف صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات ہے اور نہ تو اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔ بالفاظ دیگر درج بالا صفات ہی کسی کو عبادت کا مستحق بناتی ہیں اور وہ صفات بلا شرکت غیرے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے متعلق ہیں۔ لہٰذا، صرف اسی کی عبادت کرنا عین فطرت اور تقاضائے فطرت ہے اور فطرت ذات اور فطرت کائنات کا تقاضا بھی ہے۔ اور اس ذات پاک کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا یا اسے کسی بھی خیال سے اور کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شریک کرنا ظلم، طغیان، سرکشی اور بغاوت ہے اور خود اپنی ذات کی فطرت کے بھی منافی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جن وانس کی تخلیق کا واحد مقصد یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور بس:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذّٰریٰت : ٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیوں ہونی چاہئے اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا درست کیوں نہیں ہے، قرآن اس تعلق سے بھی ہمیں بتاتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ○ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ

Marfat.com

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البَقَرَة : ۲۱، ۲۲)

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان سب کا خالق ہے، تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لئے رزق بہم پہنچایا، تو جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل نہ ٹھہراؤ۔''

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التَّوبَة : ۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۙ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ۡ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۙ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۙ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۙ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۙ○ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○ۭ

(الشُّعَرَاء : ۷۵ تا ۸۲)

''(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا ''کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمہارے پچھلے باپ دادا بجالاتے رہے؟ میرے تو یہ سب دشمن ہیں،

سوائے ایک رب العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی رہنمائی فرماتا ہے، جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھے زندگی بخشے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز جزا میں وہ میری خطا معاف فرمائے گا۔"

وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

(الْاَنْعَام : ۱۳، ۱٤)

"رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں جو کچھ ٹھیرا ہوا ہے، سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، کہو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اس اللہ کو چھوڑ کر جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے، روزی لیتا نہیں ہے۔"

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ؕ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ؕ

(الصّٰفّٰت ٤، ٥)

"تمہارا معبود حقیقی بس ایک ہی ہے ـــــ وہ جو آسمانوں اور زمین اور ان تمام چیزوں کا رب ہے، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سارے مشرقوں کا رب۔"

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (الْمَآئِدَة : ٤٠)

"کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے؟ جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے، وہ ہر چیز کا اختیار رکھتا ہے۔"

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (يٰسٓ : ۲۲)

"آخر کیوں نہ میں اس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔"

Marfat.com

خالق کائنات کی عبادت کرنا اور معبودان باطل کی عبادت سے بچنا سراسر عقل اور فطرت کا تقاضا بھی ہے:

وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ○ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا یُنۡقِذُوۡنِ ○ اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (یٰسٓ : ۲۲ تا ۲۴)

''آخر کیوں نہ میں اس ہستی کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر الرحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں، اگر میں ایسا کروں تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔''

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَالَا یَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ط

(الۡمَآئِدَة : ۷۶)

''ان سے کہو، کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے لئے نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نفع کا؟۔''

اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی زندگی کا وہ واحد سیدھا راستہ ہے جو کامیابی سے ہم کنار کر سکتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

وَاَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ ط وقف غفران هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ○ (یٰسٓ : ۶۱)

''اور میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ○

(الزُّخۡرُف : ۶۴)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، اسی کی تم عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کسی کی بھی عبادت کرنا سراسر جہالت اور خسران ہے اور موجب لعنت وعذاب:

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ (الْاَنْعَام : ٥٦)

"(اے نبیؐ) ان سے کہو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن دوسروں کو پکارتے ہو، ان کی عبادت کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔ کہو، میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، (کیوں کہ) اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہوگیا، راہ راست پانے والوں میں سے نہ رہا۔"

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ؑ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْۤ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ (الزُّمَر : ٦٢ تا ٦٤)

"اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے ہیں، وہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔ ان سے کہو: (اے جاہلو! ایسی صورت میں) تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنے کے لئے مجھ سے کہتے ہو؟"

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝ (الْمَآئِدَة : ٦٠)

"کہو، کیا ان لوگوں کی نشان دہی کروں، جن کا انجام اللہ تعالیٰ کے یہاں (فاسقوں کے انجام سے بھی) بدتر ہے، وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سور بنائے گئے، جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی، یہی لوگ بدتر درجہ والے اور راہ راست سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

(المُؤْمِن : ٦٠)

''جولوگ تکبر میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المُؤْمِن : ٦٦)

''اے نبیؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ ان ہستیوں کی عبادت سے مجھے منع کر دیا گیا ہے، جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ (میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں) جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے بینات آ چکی ہیں، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کر دوں۔''

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط ...... سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

(يُوْنُس : ١٨)

''اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں...... پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

غرض کہ وہ افکار و اعمال جو غیر اللہ کے حق میں پیش کئے جاتے ہیں غیر اللہ کی عبادت کے درجے میں آتے ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے، کیوں کہ وہ شرک ہیں اور شرک گناہ عظیم ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بخشش بھی نہیں ہے۔ مثلاً وہ درج ذیل اعمال جو غیر اللہ کے حق میں کئے جاتے ہیں سراسر غیر اللہ کی عبادت کے زمرے میں آتے ہیں اور صریحاً شرک ہیں:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ج وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ

Marfat.com

اللّٰهُ وقف لازم وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ؕ (النِّسَآء : ۱۱۷ تا ۱۱۹)

''وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان دیویوں کو پکارتے ہیں، وہ اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے لعنت زدہ کیا ہے، جس نے کہا تھا ''میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردو بدل کریں گے۔'' سنو! اس شیطان کو جس نے اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنا ولی و سرپرست بنالیا، وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔''

اسی طرح کسی کو قانون ساز مان کر اس کے امرونہی کی پیروی کرنا اس کی عبادت کرنا ہے۔ چنانچہ علماء و مشائخ ہوں یا کوئی اور قانون ساز اور خواہ وہ انفرادی حیثیت میں ہوں یا اجتماعی صورت میں، انہیں قانون ساز مجلس کا نام دے کر انہیں یہ اختیار دیا جائے یا بغیر کسی نام کے ان کے اصول و ضوابط، قانون و دفعات کو بروئے کار لایا جائے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو کر کسی بھی مخلوق کی اطاعت کرنا، اس کی عبادت کرنا ہے اور یہ شرک ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التَّوْبَة : ۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس

Marfat.com

کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔"

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ○ (الْكَهْف : ٥٢)

"اس روز جب کہ ان کا رب ان سے کہے گا کہ پکارو اب ان ہستیوں کو جنہیں تم میرا شریک سمجھ بیٹھے تھے۔ یہ ان کو پکاریں گے، مگر وہ ان کی مدد کو نہ آئیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہی ہلاکت کا گڑھا مشترک کر دیں گے۔"

یہاں تک کہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا بھی اپنے نفس کی عبادت قرار دیا گیا ہے اور اس سے بھی بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (الْجَاثِيَه : ٢٣)

"پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کو دیکھا (اور اس کے حال پر غور کیا) جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا۔"

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لُقْمٰن : ١٣)

"حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

(النِّسَآء : ٤٨ اور ١١٦)

"اللہ تعالیٰ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ لا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ (الصّٰٓفّٰت : ٢٢، ٢٣)

"(حکم ہوگا) گھیر لاؤ سب ظالموں اور ان کے ساتھیوں اور ان کے معبودوں کو جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے، پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔"

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (اَلْمَآئِدَة : ۷۲)

''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

نَسْتَعِيْنُ لفظ ''اِسْتَعَانَةٌ'' سے مشتق ہے۔ اِسْتَعَانٌ کے معنی مدد، تائید اور توفیق طلب کرنا ہے۔ آیت کے پہلے حصے میں جہاں اِيَّاكَ نَعْبُدُ شرک سے بیزاری اور برأت کا اظہار و اقرار ہے وہیں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر ایک طرف اپنی طاقتوں، صلاحیتوں اور اہلیتوں کے انکار کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے چارگی، کم مائیگی، بے بضاعتی اور بے بساطی کا اظہار و اقرار ہے تو دوسری طرف اسی کے ساتھ ہی اپنے تمام امور، مسائل اور معاملات کی اللہ تعالیٰ کو سپردگی بھی ہے۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست لے کر حاضر ہوتا ہے کہ ہم نے جو اس عبادت کو تیرے لئے خالص کیا ہے، اس کی توفیق و تکمیل بھی تیری ہی مدد پر منحصر ہے اور اسکے علاوہ وہ تمام معاملات، امور اور مسائل جو زندگی میں ہر لمحے پیش آتے ہیں، ان میں بھی تیری ہی استعانت سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے ـــــ رہنمائی کی استعانت، رہنمائی کے بعد عمل کی توفیق کی استعانت، عمل کر لینے کے بعد اس عمل کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کی استعانت اور اس سے بہتر انجام کے حصول کی استعانت وغیرہ۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے حکم کے نتیجے میں ہم پر واجب ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرنا بھی اسی کے حکم کے نتیجے میں ہم پر واجب ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ ج

(اَلْاَعْرَاف : ۵۵)

''اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے چپکے چپکے۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو

Marfat.com

پسند نہیں کرتا۔"

پکارنے سے مراد اپنی حاجتوں میں مدد کے لئے پکارنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے سارے اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اپنی حاجتوں میں اسی سے استعانت طلب کرنا برحق ہے، اس لئے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کا نتیجہ ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا اور اس کی مرضی یا اس کے اختیارات یا اس کے قائم کردہ نظام ہائے کائنات میں کوئی بھی کسی بھی طرح اور کسی بھی حیثیت میں ذرہ برابر بھی شریک و سہیم نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کو پکارنا یا کسی اور سے استعانت طلب کرنا یا امیدیں وابستہ رکھنا فعل عبث اور لاحاصل بھی ہے اور ظلم، سرکشی اور بغاوت بھی جس کا نتیجہ برا ہے اور جو واصل جہنم کرنے والا ہے:

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط (الْاَعْرَاف : ۲۹)

"ان سے کہو، میرے رب نے تو راستی اور انصاف کا حکم دیا ہے، اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے۔"

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ○ (الرَّعْد : ۱۴)

"اسی کو پکارنا برحق ہے، رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں اسے چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا۔ حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اس طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ بھی نہیں ہیں مگر ایک تیر بے ہدف!"

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط (الْمُؤْمِن : ۶۰)

Marfat.com

"تمہارا رب کہتا ہے "مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا"

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ (بَنِیْ اِسْرَآئِيْل : ٥٦)

"ان سے کہو، پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔"

چنانچہ ہر معاملے میں، ہر حال میں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع کرنا چاہئے اور اسی سے استعانت طلب کرنا چاہئے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (الْبَقَرَة : ٤٥)

"(اگر تمہیں نیکی کے راستے پر چلنے اور قائم رہنے میں دشواری ہو رہی ہو تو) صبر اور نماز سے استعانت طلب کرو۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (الْبَقَرَة : ١٥٣)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔"

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ (الْاَعْرَاف : ١٢٨)

"موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا "اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔"

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (يُوْسُف : ١٨)

"جو بات تم لوگ بنا رہے ہو، اس پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔"

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

(الْاَنْبِيَآء : ١١٢)

"(آخر کار) رسول نے کہا "اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور لوگو! تم جو باتیں بنا رہے ہو، ان کے مقابلے میں ہمارا رب الرحمٰن ہی ہمارے لئے مدد کا سہارا ہے۔"

ان آیات مقدسہ سے یہ بات واضح اور ثابت ہو جاتی ہے کہ غیر اللہ کی صرف عبادت

Marfat.com

کرنا ہی شرک نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسری ہستی سے دعا مانگنا یا اس کو مدد کے لئے پکارنا یا اس سے کسی بھی طرح کی استعانت طلب کرنا اور اس سے کسی بھی طرح کی امید رکھنا بھی شرک ہے، اس لئے کہ دعا، استمداد اور استعانت اپنی حقیقت کے اعتبار سے عبادت ہی ہیں اور غیر اللہ سے مناجات کرنے والا ویسا ہی مجرم ہے جیسا کہ غیر اللہ کی عبادت و اطاعت کرنے والا یا بت پرست مجرم ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝ (المؤمن : ٦٠)

''تمہارا رب کہتا ہے'' مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ تکبر میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

دعا اور عبادت یہاں ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں، کیوں کہ پہلے فقرے میں جس چیز کو دعا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا تھا، اسی کو دوسرے فقرے میں عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا عین عبادت ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگنے والوں کے لئے ــــــ ''تکبر میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا عین تقاضائے بندگی ہے اور اس سے منہ موڑنے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ تکبر میں مبتلا ہے اور ظاہر ہے تکبر وہ بیماری ہے جو اصلاً شیطانی خصوصیت ہے جو جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی کچھ بھی اختیارات حاصل نہیں ہیں، نہ کوئی دوسرا مصیبت کو ٹال سکتا ہے، اور نہ ہی بری حالتوں کو اچھی حالتوں میں بدل سکتا ہے۔ غرض کہ اس طرح کا اعتقاد اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کسی بھی ہستی کے بارے میں رکھا جائے گا، وہ بہر حال مشرکانہ عقیدہ ہی ہوگا، اور شرک وہ گناہ عظیم ہے جس کی قطعاً معافی نہیں ہے:

Marfat.com

اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ○ (النِّسَآء : ۱۱۶)

"اللہ تعالیٰ کے یہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہوسکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے، جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

واضح رہے کہ ایک مدد تو مادی اسباب کے تحت ہر انسان دوسرے انسان سے لیتا ہے، یہ ضروری بھی ہے اور اس سے نہ تو کفر و شرک لازم آتا ہے اور نہ ہی یہ قرآن کی اصطلاح "استعانت" کے ذیل میں ہے۔ مثلاً صنعت کار اپنی صنعتوں کے ذریعہ خلائق کثیر کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور لوگ ان صنعت کاروں کی مصنوعات کی مدد حاصل کر رہے ہیں۔ اس طرح مزدور، معمار، انجینئر، ڈاکٹر اور بہت طرح کے لوگ اپنے مختلف پیشوں کے ذریعہ انسانوں کی خدمات میں لگے ہوئے ہیں اور لوگ ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کی خدمات کا حاصل کرنا بسا اوقات لوگوں کے لئے لازم بھی ہو جاتا ہے، مثلاً مرض میں مبتلا شخص لازماً طبیب سے رجوع کرے گا، اس سے فنی مدد لے گا تاکہ اس کا مرض ٹھیک ہو جائے، یا پھر باپ سے بیٹے کا کسی طرح کی مادی چیز کا طلب کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ بھی دین و شریعت میں ممنوع نہیں ہیں اور نہ ہی یہ چیزیں اس اصطلاح "استعانت" میں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ اسی طرح کسی شخص یا اشخاص سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کرنا بھی کسی طرح غلط نہیں ہے۔

البتہ وہ مخصوص استعانت جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور جس کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا گیا ہے، ان معنوں اور ان حیثیتوں سے غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک ہے۔ ماسوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو بھی ——— خواہ وہ انسان ہو کہ غیر انسان، ولی ہو کہ پیغمبر، فرشتے ہوں کہ جن یا کوئی اور مخلوق انہیں جزوی یا کلی طور پر کسی بھی معاملے میں قادر اور مختار، مالک

Marfat.com

اور مقتدر اور مربی و منعم وغیرہ سمجھتے ہوئے اس سے استعانت طلب کرنا صریح شرک ہے۔
بندۂ مومن اس طرح کے فاسد، غلط، غیر فطری اور باغیانہ عقیدے اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے رویے اور اعمال سے اپنا دامن بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے کہ اس طرح کے خیال کا شائبہ تک اس کے دل میں نہ آئے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾

ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت فرما۔

اِھۡـدِنَـا لفظ ''ھِـدَایَۃ'' سے مشتق ہے۔ ہدایت کے معنی میں رشد، بصیرت، توفیق، ثبات، استقامت، اور صحیح رہنمائی سبھی چیزیں بیک وقت شامل ہیں۔ قرآن کی اصطلاح میں ہدایت ایک وسیع المعنی لفظ ہے۔ اس کے معنی لطف وکرم کے ساتھ فکر ونظر اور قول وفعل میں صحیح سچی اور نیک راہوں کی نشان دہی اور رہنمائی کرنا اور انہیں اطمینان قلب، ذوق وجذبہ اور صبر و ثبات کیساتھ اختیار کرنے اور ان پر چلنے کی توفیق بخشنا ہے تاکہ ہدایت پانے، اسے قبول کرنے اور اختیار کرنے والا ایک طرف ضلالتوں، برائیوں، گندگیوں اور فریب کاریوں سے کماحقہ بچ سکے اور دوسری طرف اپنی فکر ونظر اور اپنے قول وعمل میں راہ حق اختیار کر کے منزل مقصود تک پہنچ سکے اور مقاصد کا حصول اور اس کی تکمیل اس کے لئے ممکن ہو سکے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِهٖ فَسَیُدۡخِلُهُمۡ فِیۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ ۙ وَّیَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۝ؕ (النّسآء : ۱۷۴، ۱۷۵)

''لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔ اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل وکرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔''

وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی ۝ اِنَّا قَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡنَاۤ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰی مَنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝

(طٰهٰ : ۴۷، ۴۸)

''اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی اتباع کرے، ہم کو وحی کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے

Marfat.com

کہ عذاب ہے ان کے لئے جو (اللہ کی بخشی ہوئی ہدایت کو) جھٹلائے اور منہ موڑے۔‘‘

اس طرح ’’اِھْدِنَا‘‘ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جاتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں فکر وخیال اور عمل اور برتاؤ کا وہ طریقہ ہمیں بتا جو بالکل سیدھی اور درست ہو اور جس پر چل کر ہم سچی فلاح وسعادت حاصل کر سکیں اور ناکامیوں اور نامرادیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی درحقیقت ہدایت ہے اور اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ ضلالت ہے، دھوکہ وفریب ہے جس کا انجام سراسر خسران، زیاں، خرابی، بربادی اور تباہی ہے اور بالآخر جہنم میں لے جانے والی ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات والاصفات ہے جو آسمانوں اور زمین اور اس کے مابین تمام موجودات کا ایسا خالق و مالک ہے جو علیم وحکیم، سمیع وبصیر، قابض و باسط، عادل و وکیل، عالم الغیب والشہادہ غرض کہ جملہ صفات کا حامل ہے۔ لہذا، ہدایت بھی یقیناً اسی کی ہونی چاہئے اور اس کے ماسوا کسی کی بھی قطعاً نہیں ہو سکتی:

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (النُّور: ٤٦)

’’اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔‘‘

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ لا يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المَآئِدَة: ١٥، ١٦)

’’تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔‘‘

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○

Marfat.com

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النِّسَآء : ۱۷۴، ۱۷۵)

''لوگو، تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے، جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔ اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل و کرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔''

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ (الزُّمَر : ۲۳، ۲۴)

''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت نہ دے، اس کے لئے پھر کوئی ہادی نہیں ہے، اب اس شخص کی بدحالی کا تم کیا اندازہ کر سکتے ہو جو قیامت کے روز عذاب کی سخت مار اپنے منہ پر لے گا۔ ایسے ظالموں سے کہہ دیا جائے گا کہ اب چکھو مزہ اس کمائی کا جو تم کرتے رہے تھے۔''

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ (الْبَقَرَة : ۱۲۰)

''صاف کہہ دو کہ ہدایت بس وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کی ہے۔''

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ (بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْل : ۹۷)

''جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔''

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ (الْاَعْرَاف : ۱۷۸)

''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے بس وہی ہدایت یافتہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ایک ہدایت تو وہ ہے جو انسان ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر ایک چیز کو اس کی تخلیق کے ساتھ ہی جبلی طور پر بخشی ہوئی ہوتی ہے، جسے خلقی فطرت کہا جا سکتا ہے، جس کے

Marfat.com

تحت اللہ تعالیٰ کی تمام ہی مخلوقات اپنے وظائف و معمولات زندگی کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مخلوق کو اس کی مخصوص ساخت دے کر اسے اپنے اعضاء و جوارح سے وہ کام لینے کی فطری طور پر ہدایت فرمادی ہے جس کے لئے ان کے اعضاء و جوارح تخلیق کئے گئے ہیں مثلاً چڑیوں کا آسمان میں اڑنا، مچھلی کا سمندر میں تیرنا، درخت کا پھل دینا، زمین کا نباتات اگانا، آفتاب کا روشنی دینا، آگ کا جلانا وغیرہ، غرض کہ اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی انہیں مذکورہ ہدایات اور علم بھی بخشا ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ○ (طٰهٰ : ۵۰)

''کہا، ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی اور پھر اس کو ہدایت کی۔''

اس خلقی فطرت کے علاوہ جو کائنات کی ہر ایک مخلوق کو حاصل ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور ہی قسم کی ہدایت بھی فطری طور پر بخشی ہے جو اس کی عقل و فہم، اس کے ہوش و حواس میں ودیعت ہے، جس کی بنا پر انسان کے ذہن و فکر میں تقویٰ و فجور، خیر و شر، نیکی و بدی، عدل و ظلم، جائز و ناجائز اور صحیح و غلط افکار و اعمال اور ان کے اچھے اور برے نتائج کا پورا پورا شعور، فہم و ادراک ہوتا ہے اور اچھے اخلاق و اعمال، نیکی اور بھلائی انسان کو اپنی جانب راغب کرتی ہیں اور ان کو اختیار کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں دل کو طمانیت و سرور کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور بد خلقی، بد کرداری، ظلم اور زیادتی سے کدورت، کراہت اور نفرت ہوتی ہے اور ان پر عمل آوری کے نتیجے میں شرم ساری اور ندامت دامن گیر ہوتی ہے اور اس کا نفس اس کو ہر وقت ملامت کرتا ہے۔ یہ امتیاز و احساس وہ حقیقت ہے جو فطری ہے، عالم گیر ہے اور ہر زمانے کو یکساں محیط ہے۔ پوری تاریخ انسانی اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں کوئی بھی انسانی معاشرہ ان تصورات و خصوصیات سے خالی نہیں رہا ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ (الشّمس : ۷،۸)

''اور نفس انسانی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا، پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ

Marfat.com

اس پر الہام کر دیا۔"

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد : ١٠)

"اور ہم نے دونوں نمایاں راستے اسے دکھادیئے۔"

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝

(القيمة : ١٤، ١٥)

"بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔"

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (القيمة : ٢)

"اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔"

لیکن فجور و تقویٰ کا یہ الہامی شعور و علم اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ اس علم کی بنیاد پر انسان تفصیلی ہدایات خود ہی مرتب کرلے یا ماسوا اللہ تعالیٰ کے کسی اور ہی ذریعہ سے حاصل کرلے بلکہ اس غرض کے لئے اسے اپنے خالق و مالک، رب کائنات اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع کرنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ مفصل ہدایات دے کر بھیجا ہے، جس میں وضاحت کے ساتھ یہ بتادیا گیا ہے کہ فجور کا اطلاق کن کن چیزوں پر ہوتا ہے جن سے بچنا چاہئے اور تقویٰ کس چیز کا نام ہے اور وہ کیسے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان وحی کے ذریعہ حاصل ہونے والی اس ہدایت کو قبول نہ کرے تو وہ نہ تو فجور سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی تقویٰ کا راستہ پاسکتا ہے۔ البتہ فطری الہامی شعور و آگہی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی اس ہدایت کی تمام تفصیلات کی تصدیق و تائید کرتی جاتی ہے، جس سے اس ہدایت کے اخذ و اختیار کا جذبہ ابھرتا ہے اور اس پر عمل آوری کے نتیجے میں قلبی سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو آنکھیں تو بینائی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں لیکن آنکھوں کی بینائی اس وقت تک کام نہیں کرسکتی جب تک کہ باہر روشنی نہ ہو، جب باہر بھی روشنی ہوتی ہے تب کہیں یہ آنکھیں وہ سب کچھ بآسانی دیکھ لیتی ہیں جو اب تک آنکھوں کی

Marfat.com

بینائی ہوتے ہوئے بھی پردۂ غیب میں چھپا تھا:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِى رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ؕ (النسآء: ۱۷۴، ۱۷۵)

"لوگو، تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔ اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل وکرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔"

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ۝ۙ يَهْدِى بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُۥ سُبُلَ السَّلَـٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَـٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِۦ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (المآئدۃ: ۱۵، ۱۶)

"تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔"

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِى هَدَىٰنَا لِهَـٰذَا ۚ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ (الأعراف: ۴۳)

"اور (داخل جنت ہونے کے بعد) وہ کہیں گے کہ "تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہم خود راہ نہ پاسکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی نہ کرتا، ہمارے رب کے بھیجے ہوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعی حق ہی لے کر آئے تھے۔"

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کی روشنی سے جو

Marfat.com

شخص ہدایات اخذ کرے گا اور ان ہدایات کی روشنی میں فجور سے اجتناب کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے خیر وصلاح پر عامل ہوگا اور اپنا تزکیہ کرے گا وہ فلاح پائے گا اور جو ان ہدایات سے منہ موڑے گا جذبۂ خیر وصلاح کو دبا دے گا اور فسق وفجور ہی کی نذر ہو کر رہ جائے گا، وہ لازماً ناکام اور نامراد ہوگا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشَّمْس : ۹،۱۰)

"یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا"

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

(النُّوْر : ۵۲)

"اور جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں، وہی کامیاب ہیں۔"

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ (الْاَنْعَام : ۱۰۴)

"دیکھو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز نشانیاں آ گئی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا، اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا وہ خود نقصان اٹھائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت تو ہر کسی کے لئے عام ہے، لیکن اس ہدایت کو اخذ کرنے کے لئے کچھ لازمی شرطیں ہیں، جنہیں پورا کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت اخذ نہیں کی جا سکتی، ٹھیک اسی طرح جیسے آفتاب کی روشنی تو ہر کسی کے لئے عام ہے، لیکن اس روشنی سے استفادے کے لئے اپنی آنکھیں بھی کھلی رکھنے کی ضرورت ہے، بند آنکھوں سے دنیا کی ہر چیز نظروں سے اوجھل ہی رہے گی، گو کہ آفتاب عالم تاب کھلے آسمان میں نصف النہار پر ہی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اخذ کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا بنا لے اور اپنی طرف آنے کا رستہ دکھائے:

Marfat.com

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشُّوریٰ : ۱۳)

''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔''

پھر صرف بندہ اللہ تعالیٰ کی بات مان لے اور اس کی پناہ میں آ جائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے دامن تلے آ سکے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النِّسَآء : ۱۷۵)

''اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈ لیں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل و کرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔''

پھر یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھام لے اور اس پر استقامت دکھائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے:

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (اٰلِ عِمْرَان: ۱۰۱)

''جو اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہ راست پا لے گا۔''

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (العَنْكَبُوْت : ۶۹)

''جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے سیدھے راستے کی ہدایت فرمائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی بات مان لینے سے مراد اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہدایت و رحمت پر ایمان لانا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دینا، اس کے احکامات کی بجا آوری کو اپنے اوپر لازم کر لینا اور اس کے منع کیے گئے افکار و اعمال سے اجتناب کرنا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ (يُوْنُس: ۹)

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، انہیں ان کا رب ان کے ایمان کی

Marfat.com

وجہ سے سیدھی راہ کی ہدایت فرمائے گا۔"

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ (السَّجْدَة : ۱۵)

"ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔" (سجدۂ تلاوت)

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (لُقْمٰن : ۲ تا ۵)

"یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں، ہدایت اور رحمت نیکوکار لوگوں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔"

اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہدایت کی پیروی کے علاوہ دیگر تمام اصولوں، ضابطوں اور طریقوں سے مطلق بچنا بھی ضروری ہے اور طاغوت کی بندگی سے کلی طور پر اجتناب کرنا بھی لازمی ہے، کیونکہ کتاب ہدایت کی پیروی کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ شیطانی راہ ہے اور شیطانی راہیں جہنم ہی کو پہنچانے والی ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ (الْمُؤْمِن : ۲۸)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب ہو"

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ (لُقْمٰن : ۲۱)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو کہتے

Marfat.com

ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا یہ انہیں کی پیروی کریں گے خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو۔''

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿﴾ (الزُّمَر : ١٧، ١٨)

''اور جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا، ان کے لئے خوش خبری ہے، بشارت دے دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔''

اور بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ مذکورہ شرائط کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں انسان ہدایت کی نعمتوں سے محروم رہے گا بلکہ لازماً شیطان کے نرغے اور دام فریب میں پھنس کر رہ جائے گا اور نتیجے کے طور پر دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ناکام اور نامراد ہو کر واصل جہنم ہو جائے گا اور وہاں وہ بے یار و مددگار اسی کا ہو کر رہ جائے گا:

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿﴾

(الزُّمَر : ١٩)

''اس شخص کو کون بچا سکتا ہے، جس پر عذاب کا فیصلہ چسپاں ہو چکا ہو، کیا تم اسے بچا سکتے ہو جو آگ میں گر چکا ہو۔''

اللہ تعالیٰ ایسے شخص اور اس کے انجام سے بری الذمہ ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہر طرح سے ہدایت کا انتظام فرما دیا ہے اس کے باوجود بھی کوئی اپنی آنکھیں بند ہی رکھے تو یہ خود اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوگی جس کا وہ خود ذمہ دار ہوگا:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿﴾ (الدَّهر : ٣)

Marfat.com

"ہم نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔"

وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ○ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ○ (طٰهٰ : ٤٧، ٤٨)

"اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے، ہم کو وحی کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ عذاب ہے ان کے لئے جو (اللہ کی بخشی ہوئی ہدایت کو) جھٹلائے اور منہ موڑے۔"

"صِرَاطْ" کے معنی راستہ بلکہ درست راستہ کے ہیں اور "مُسْتَقِیْمْ" کے معنی سیدھا اور صحیح رخ پر قائم، ثابت اور مستحکم کے ہیں۔ امام ابو جعفر ابن جریر طبریؒ کے مطابق صراط مستقیم کے معنی واضح اور صاف راستہ ہے جو کہیں سے کج نہ ہو۔ یعنی صراط مستقیم ایسا راستہ ہے جو صاف سیدھا اور ہموار ہے جس پر چلنا آسان بھی ہے اور منزل مقصود تک پہنچنا ممکن بھی۔ قرآن کی اصطلاح میں صراط مستقیم سے مراد زندگی گزارنے کا وہ واضح، صحیح اور روشن راستہ ہے، جس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے اور صحیح سمت میں لے جانے والا ہے جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں فلاح و کامیابی سے ہم کنار کرنے والا ہے۔

صراط مستقیم دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و تابع داری ہے، یہ قرآن و سنت کی راہ یعنی اسلام ہے جو عین فطرت کے مطابق ہے، لہٰذا یہ ایسی صاف اور سیدھی راہ ہے جس پر چلنا آسان بھی ہے اور جو کامیابی کی ضامن بھی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس سے اعراض کرنا یا اس کے خلاف چلنا نہایت ہی دشوار گزار اور دونوں ہی جہانوں میں باعث خسران و ناکامی ہے:

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ١٠١)

"جو اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور صراط مستقیم پالے گا۔"

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (یٰسٓ : ٦١)

Marfat.com

''اور میری ہی بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ○

(اٰلِ عِمۡرَان : ۵۱)

''اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَھۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ وَیُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ○ۙ (بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡل : ۹)

''حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے، جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔''

وَھٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسۡتَقِیۡمًا ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ ○ لَھُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ وَھُوَ وَلِیُّھُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ○ (الۡاَنۡعَام : ۱۲۷)

''اور یہ راستہ تمہارے رب کا سیدھا راستہ ہے اور اس کے نشانات ان لوگوں پر واضح کردیئے گئے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں، ان کے رب کے پاس ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا سرپرست ہے اس صحیح طرزِ عمل کی وجہ سے جو انہوں نے اختیار کیا۔''

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ○ (الۡاَنۡعَام : ۱۵۳)

''اور یہ کہ یہ (دین اسلام) میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس (اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ) صحیح راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے، یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو (اور کج روی سے بچو)۔''

نفس انسانی پر فطری الہام کے ذریعہ خیر و شر، نیکی و بدی، طاعت و فسق اور فجور و تقویٰ دونوں ہی راستے فطری انداز میں نمایاں کردیئے گئے ہیں اور ان کا پورا پورا احساس ذہن

نشیں کر دیا گیا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ (الشَّمْس : ۸)

"پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس پر الہام کر دیا گیا۔"

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ (الدّهر : ۳)

"ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے خواہ کفر کرنیوالا۔"

اسی لئے کہا گیا ہے کہ اپنی اس فطرت پر قائم ہو جاؤ جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ (الرُّوْم : ۳۰)

"لہٰذا، یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین پر قائم کر دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر، جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی ہے۔ یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔"

اس بات کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ . كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ . هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟" ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ."

(صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات هلی يصلی عليه، صحيح مسلم، كتاب القدر، باب معنی كل مولود يولد علی الفطرة وحكم...... الخ)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: ''کوئی بچہ ایسا نہیں ہے جو فطرت کے سوا کسی چیز پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح چوپایہ جانور پورا (صحیح سالم) بچہ جنتا ہے، کیا تم اس میں کوئی نقص محسوس کرتے ہو؟'' اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (قرآن کی آیت سے) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔''

اور یہ فطرت ایسی ہے جس کے مطابق انسان کو خیر و شر، نیکی و بدی، طاعت و فسق، فجور و تقویٰ کا پورا پورا شعور ہے اور پورے ہوش و حواس کے ساتھ ہی وہ ان پر عامل ہوتا ہے۔ اس کا ضمیر اس کو برائی پر ٹوکتا ہے اور برائی کرنے کے بعد اسے ملامت بھی کرتا ہے تاکہ آئندہ وہ اس کا اعادہ نہ کرے۔

یہ فطری ہدایت اس وجہ سے بھی ہے کہ ابتدائے آفرینش ہی میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک وجود میں آنے والی تمام نسل انسانی یعنی اولاد آدمؑ سے اپنی اطاعت کا وعدہ لے لیا تھا اور سبھوں نے بیک زبان اطاعت الٰہی کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ آخرت میں کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بے خبری کا حیلہ پیش نہ کر سکے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف : ۱۷۲)

''اور اے نبیؐ! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔'' یہ ہم نے اس لئے کیا تاکہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔''

Marfat.com

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ۭ

(الْقِیٰمَۃ : ۱۴، ۱۵)

"بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔"

ان خیر و شر، نیکی و بدی، طاعت و فسق اور فجور و تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت واضح کر دیا، اس کی یاد دہانی کرادی اور اسے موکد کر دیا، جو ان دونوں ہی پہلوؤں کی تصدیق کرتے ہیں اور برائی اور گندگی، شر و فساد اور فسق و فجور سے بیزار کرتے ہیں اور نیکی و صلاح، طاعت و تقویٰ اور پاکیزگی اور شرافت پر ابھارتے ہیں۔ اس لئے کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پوری کائنات کی تخلیق کی ہے اور جس فطرت پر انسان کو وجود بخشا ہے، وہی جانتا ہے کہ انسان کے لئے صحیح اور فطری فکر و خیال اور عمل اور برتاؤ کیا اور کس طرح کے ہو سکتے ہیں، جو اس پوری کائنات اور خود انسان کے اپنے وجود کی فطرت کے موافق ہوں اور جو اس لحاظ سے بھی درست اور واضح ہوں کہ براہ راست منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ پہنچا سکیں۔ لہذا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے صراط مستقیم کی نعمت کبریٰ ہمیں بخش دی ہے:

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۙ ہُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۙ

(لُقْمٰن : ۲، ۳)

"یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں ہدایت اور رحمت نیکوکار لوگوں کے لئے۔"

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۚۖۛ فِیْہِ ۚۛ ہُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ (الْبَقَرَۃ: ۲)

"یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔"

وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّہْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّکَ لَتَہْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ۧ

(الشُّوْرٰی : ۵۲، ۵۳)

''مگر ہم نے اسے ایک نور بنا دیا ہے جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ اے نبیؐ یقیناً تم صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر رہے ہو، اس صراط اللہ کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے، خبردار رہو، سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۧ (بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل : ۹،۱۰)

''حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے، جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں، انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔''

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ۗ (اٰلِ عِمْرَان: ۳،۴)

(اے نبیؐ) اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے (جو حق و باطل کا فرق دکھانے والی ہے)۔''

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۙ

(الْاَنْعَام : ۱۵۵)

''اور اس طرح یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے، ایک برکت والی کتاب، تو تم اس کی اتباع کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو، بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

Marfat.com

(هُود : ۱، ۲)

"فرمان ہے، جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے کہ تم بندگی نہ کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؐ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّا كِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۙ

(الْكَهْف : ۱ تا ۳)

"تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی، ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب سے خبردار کردے اور ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو خوش خبری دے دے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۞ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۞ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۞

(طٰهٰ : ٤ تا ٦)

"(قرآن) نازل کیا گیا ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ الرحمٰن (کائنات کے) تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہے۔ مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو آسمانوں اور زمین کے درمیان اور جو مٹی کے نیچے ہیں۔"

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(الفُرْقَان : ۱، ۲)

"نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا ہے تا کہ سارے جہاں

والوں کے لئے خبردار کرنے والا ہو ــــــ وہ جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے۔''

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ

(النَّمل : ۱،۲)

''یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی، ہدایت اور بشارت مومنوں کے لئے۔''

تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (الزُّمَر : ۱)

''اس کتاب کا نزول اللہ زبردست اور دانا کی طرف سے ہے۔''

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ (الْمُؤْمِن : ۲)

''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ (حٰمٓ السَّجْدَة : ۲ تا ۴)

''یہ اللہ، الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے، ایک ایسی کتاب جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی زبان کا قرآن ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔''

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ

(الْمُلْك : ۱،۲)

''نہایت ہی بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر کرنے والا بھی۔''

امام بیہقیؒ اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْقُرْاٰنُ هُوَ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ

Marfat.com

وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ ''قرآن کریم نور مبین ہے اور ذکر حکیم ہے اور صراط مستقیم ہے۔''

صراط مستقیم کی ہدایت وہ ہدایت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے بندے کی ضرورت اور اس پر اتمام حجت کے لئے حضرات آدم وحوا علیہم الصلوۃ والسلام کو جنت سے دنیا میں بھیجتے وقت کیا تھا اور اس کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے پر بشارت کا مژدہ سنایا تھا اور اس کے رد کرنے اور اس سے روگردانی کرنے کے انجام بد سے بھی باخبر کر دیا تھا:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا م بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى ۵ لا فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ○ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ○ (طٰہٰ ۱۲۳ تا ۱۲۷)

''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا'' تم دونوں (فریق، یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جو میرے ''ذکر'' (یعنی ہدایت یا نصیحت یا طاعت وعبادت) سے منہ موڑے گا، اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔'' وہ کہے گا ''اے رب! دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھیں، تو نے بھلا دیا تھا، اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔'' اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیات نہ ماننے والے کو بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔''

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا

Marfat.com

خُوفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ○ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○ (البَقَرة : ۳۸،۳۹)

''ہم نے کہا، تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی اتباع کریں گے، ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا اور جو اس کے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

یہ نسل انسانی کے حق میں ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کا مستقل فرمان ہے کہ انسان کا ماسوا اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی تجویز کردہ نام نہاد ہدایت یا خود ساختہ راستہ تجویز کرنا اور اختیار کرنا غلط ہے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا خلیفہ ہونے کی دوگونہ حیثیتوں سے وہ بہرصورت اس پر مامور ہے کہ وہ اس صراط مستقیم کی پیروی کرے جو اس کے رب نے اس کے لئے تجویز کیا ہے اور اسے تفویض کر دیا ہے:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۙ○ وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِيۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ○ (یٰسٓ : ۶۰،۶۱)

''آدم کے بچو! کیا میں نے تمہیں ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

صراط اور مستقیم دونوں الفاظ پر ''ال'' کا اضافہ اختصاص کے لئے ہے۔ اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ صراط صرف ایک ہی صراط ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور کسی اور کی جانب سے کوئی دوسرا صراط نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور اس صراط کا مستقیم ہونا بھی اسی طرح مخصوص ہے کہ اس کے علاوہ کوئی بھی دوسرا صراط مستقیم ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اس صراط مستقیم کے علاوہ دنیا کے تمام طریقہ ہائے زندگی یکسر غلط، گمراہی اور ضلالت قرار پاتے ہیں،

خواہ ان طریقہ ہائے زندگی کو ہزاروں لاکھوں مفکرین اور واضعین مل کر اور ہزاروں سالوں کے تجربے کے نتیجے ہی کی بنیاد پر کوئی نظریہ، اصول اور نظام زندگی وضع کریں یا کوئی طریقہ بندگی، قانون معاشرت، معیشت اور سیاست کی تدوین کریں:

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ج

(يُوْنُس : ٣٥)

''ان سے پوچھو تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی ہدایت کرتا ہو، کہو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جو حق کی ہدایت کرتا ہے، پھر بھلا بتلاؤ جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو خود ہدایت نہیں پاتا الا یہ کہ اس کو ہدایت کی جائے۔''

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ج (بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْل : ٩٧)

''جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، وہی ہدایت پانے والا ہے۔''

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۝

(الزُّمَر : ٢٣)

''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت نہ دے اس کے لئے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔''

غرض کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ایک ایسی جامع، مکمل اور اہم ترین دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھائی ہے، جو ہر وقت بندے کی یاد دہانی کے لئے بھی ضروری ہے اور اس استعانت کی دعا کو لے کر بارگاہ رب العزت میں ہر وقت حاضر ہونے کے لئے بھی ضروری ہے، تا کہ زندگی کا کوئی بھی لمحہ صراط مستقیم کے نور سے منور ہونے سے نہ رہ جائے اور نہ ہی کوئی عمل صراط مستقیم سے ہٹ کر سرزد ہو سکے۔ لہذا کوئی بھی انسان اس عظیم دعا سے

Marfat.com

بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ صراط مستقیم اختیار کرنے اور اس پر عامل ہونے ہی پر دنیا اور آخرت دونوں ہی جگہ سچی فلاح وسعادت اور کامیابی و کامرانی ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعامات واکرامات اور نوازش ورضا کی نعمتیں ہیں۔

☆ ☆ ☆

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۙ۬
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۠﴿۷﴾

ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا، ان کی نہیں جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کی۔

یہاں زندگی کے درست اور نادرست، صحیح اور غلط، حقیقی اور غیر حقیقی، فطری اور غیر فطری، کامیابی سے ہم کنار کرنے والے اور ناکام و نامراد کرنے والے دونوں ہی راستوں کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے اور ان کے نتائج سے بھی آگاہ کردیا گیا ہے تاکہ بندہ ایک طرف حقیقت سے واقف ہوکر صدق دل سے انجام خیر کے حصول کی رغبت اور آرزو اور انجام بد سے دوچار ہونے سے بچنے کی فکر اور کوشش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کے اختیار کرنے اور اس پر قائم رہنے کی دعا کرے یہاں تک کہ وہ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور باریاب ہوکر مقبول ہو اور دوسری طرف وہ زندگی کے تمام معاملات و مسائل اور حالات و واقعات میں صراط مستقیم کی جستجو بھی کرتا رہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور سعی و جہد بھی۔ اس لئے کہ بغیر اس جدوجہد کے محض دعا ہی صراط مستقیم کی ہدایت کے حصول کے لئے کافی نہیں ہے:

وَمَنۡ يَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ؀

(اٰلِ عِمۡرَان : ۱۰۱)

''جو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے گا، وہ ضرور صراط مستقیم کی ہدایت پائے گا۔''

صراط مستقیم کی ہدایت تو اللہ تعالیٰ نے روز اول ہی سے اپنے رسولوں، نبیوں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ دینا شروع کردیا اور بلافصل یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور آئندہ بھی جاری

Marfat.com

رہے گا۔ لیکن اس صراط مستقیم کے قبول اور اختیار کرنے کے تعلق سے بالعموم تین قسم کے طبقے پائے جاتے رہے ہیں اور آئندہ بھی بحیثیت مجموعی یہی تین طبقے ممکن ہیں:

ایک طبقہ وہ ہے جس نے اس صراط مستقیم کو اچھی طرح جانا، سمجھا، اس پر ایمان لایا اور اس پر عامل ہونا اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ اس طبقہ نے اس طرح فلاح و سعادت کی راہ اپنائی اور نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ چنانچہ آج بھی اس صراط مستقیم پر ایمان لانے والے اور اسے حرز جاں بنانے والے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے مستفیض ہوں گے اور انعام یافتہ گروہوں میں جا شامل ہوں گے اور ان کی رفاقت انہیں حاصل ہوگی:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿﴾ (بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْل : ۹، ۱۰)

”حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن اس راستے کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل مستقیم ہے، جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں، انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں، (جس کے نتیجے میں اس راہ مستقیم کی پروا نہ کریں) انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔“

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿﴾ (الزُّخْرُف : ۶۸، ۶۹)

”اس روز ان لوگوں سے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے اور مطیع فرمان بن کر رہے تھے کہا جائے گا کہ ”اے میرے بندو! آج تمہارے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں غم لاحق ہوگا۔“

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَكَانُوا يَتَّقُوْنَ ۝ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ؕ (یُوْنُس : ٦٢ تا ٦٤)

"سنو، جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارت ہی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔"

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ع (الْمُجَادَلَة : ٢٢)

"خبردار رہو، اللہ تعالیٰ کی جمعیت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔"

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ؕ

(النِّسَآء : ٦٩)

"اور جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔"

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی زندگیاں ہمارے لئے نمونہ بھی ہیں، اس حیثیت سے کہ انہیں صراط مستقیم پر عامل اور قائم دیکھ کر ہمیں اس راستے پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی تحریک اور تقویت ملے۔ اس سے ہماری حوصلہ افزائی ہو تا کہ ان کے نقش قدم کو ہم اپنے لئے حرز جاں بنائیں، لہذا ان کی مثال یہاں پیش کی گئی اور ان کا نمونہ ہمارے لئے معیار قرار دیا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ؕ (الْاَحْزَاب : ٢١)

"درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک بہترین

Marfat.com

نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو۔"

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (الْاَنْعَام : ٩٠)

"(اے نبیؐ، جن لوگوں کا ابھی ذکر کیا گیا) وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہیں کے راستے پر تم چلو۔"

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الْمُمْتَحِنَة : ٤)

"تم لوگوں کے لئے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔"

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۟ (الْمُمْتَحِنَة : ٦)

"ان ہی لوگوں کے طرز عمل میں تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے اچھا نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز آخر کا امیدوار ہو۔ اس سے کوئی منحرف ہو تو اللہ تعالیٰ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔"

"ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا" کہہ کر اس بات کی نشاندہی کرنا بھی مقصود ہے کہ یہ راستہ جس کی ہدایت طلب کی جارہی ہے ایسا نہیں ہے کہ نامانوس اور غیر آزمودہ ہے یا نئی راہ ہے جس کا تجربہ معلوم نہیں، بلکہ یہ وہ راہ ہے جس پر بہتیرے لوگ چل چکے ہیں اور اس راہ پر چلنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے انعام سے بھی سرفراز ہو چکے ہیں:

Marfat.com

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (يُوْنُس : ٦٢ تا ٦٤)

''سنو، جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارت ہی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔''

دوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو لوگ صراط مستقیم کا علم رکھنے کے باوجود اور راہ حق کی بار بار کی یاددہانیوں کے بعد بھی اس پر قائم نہ رہے، بلکہ اپنی نفسانی خواہشات اور ناپائیدار اور چندروزہ دنیاوی مفادات ولذات کی خاطر تورات کو پس پشت ڈال دیا، بدعہدی کی، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، اسلام کے سوا دوسرے طریقے اختیار کئے، جبت اور طاغوت کو ماننے لگے، کافروں کو ایمان لانے والوں پر فوقیت دینے لگے، دنیا کے حریص ہوگئے، آخرت بیچ کر دنیا خرید لی، کسی اختیار کے بغیر کلام اللہ میں تحریفات اور تصرفات کرکے اس کی اصل شکل وہیئت تک بدل ڈالنے کی کوششیں کیں، اللہ تعالیٰ پر جھوٹے افترا گھڑنے سے بھی نہیں چوکے اور حد تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑانے سے بھی باز نہ رہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الْجُمُعَة : ٥)

''جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا مگر اس کا بار نہ اٹھایا، اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، اس سے بھی زیادہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا ہے، ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(الْبَقَرَة : ١٠٠، ١٠١)

''کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا ہے کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا، توان میں سے ایک نہ ایک گروہ نے اسے ضرور ہی بالائے طاق رکھ دیا؟ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہی ہیں، جو سچے دل سے ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول اس کتاب کی تصدیق وتائید کرتا ہوا آیا جو ان کے نہاں پہلے سے موجود تھی تو ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو اس طرح پس پشت ڈالا، گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔''

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(اٰلِ عِمْرَان : ٧٠، ٧١)

''اے اہل کتاب! کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کررہے ہو؟ اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟''

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ٨٥)

''اس اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام اور نامراد رہے گا۔''

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ٨٣)

''اب کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ تعالیٰ ہی کی تابع فرمان (مسلم) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَاۤءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ يَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا ۝ؕ

(النِّسَآء : ۵۱، ۵۲)

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ جبت (اوہام) اور طاغوت (اللہ تعالیٰ کے باغی اور نافرمان) کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کردے پھر تم اس کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔''

وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ (البَقَرَة : ۹۶)

''اور تم انہیں سب سے بڑھ کر جینے کا حریص پاؤ گے حتیٰ کہ یہ اس معاملے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، ان میں ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار سال جئے، حالانکہ لمبی عمر بہرحال اسے عذاب سے تو دور نہیں پھینک سکتی۔ جیسے کچھ اعمال یہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تو انہیں دیکھ ہی رہا ہے۔''

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝ (البَقَرَة : ۸۶)

Marfat.com

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دنیا خرید لی ہے، لہٰذا نہ ان کی سزا میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی۔''

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا لا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ لا وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ۷۵ تا ۸۰)

''اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے اعتماد پر مال و دولت کا ایک ڈھیر بھی دے دو تو وہ تمہارا مال تمہیں ادا کر دے گا اور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملے میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا الا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤ۔ ان کی اس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ''امیوں (غیر یہودیوں) کے معاملے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔'' اور یہ بات محض جھوٹ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ہے۔ آخر

Marfat.com

کیوں ان سے باز پرس نہ ہوگی؟ جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے گا، کیوں کہ پرہیز گار لوگ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، تو ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے تو سخت دردناک سزا ہے۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے، حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے، جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو، وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جبکہ تم مسلم ہو؟۔"

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ع

(النِّسَآء : ۵۰)

"دیکھو تو سہی، یہ اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹے افترا گھڑنے سے نہیں چوکتے اور ان کے صریحاً گناہ گار ہونے کے لئے یہی ایک گناہ کافی ہے۔"

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ م سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ لا وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ٥

(اٰلِ عِمْرَان : ۱۸۱)

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول سنا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، ان کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے اور اس سے پہلے جو وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں وہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے (جب فیصلے کا وقت آئے گا اس وقت) ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو۔''

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ (الْمَآئِدَة : ٦٤)

''یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، باندھے گئے ان کے ہاتھ اور لعنت پڑی ان پر اس بکواس کی بدولت جو یہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔''

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ (الْمَآئِدَة : ١٣)

''(ان کا حال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔''

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ (الْمَآئِدَة ٤١)

''وہ کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کے صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیر دیتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو ورنہ نہ مانو۔''

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّاۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ

(النِّسَآء : ٤٦)

''یہود میں سے کچھ لوگ ہیں جو کلمات کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن اس کے بغیر کہ تو سنا جائے اور ہماری رعایت کر۔'' (لیکن اس

Marfat.com

کے لئے) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہیں اور دین میں طعنہ دیتے ہیں۔"

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (البَقَرَة : ۷۵)

"اے مسلمانو! اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں گے؟ حالانکہ ان میں ایک گروہ کا شیوہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔"

اور جب بھی کوئی ان کا سچا خیر خواہ، ہمدرد اور داعی نیک ان کی اصلاح کی کوششیں کرتا تو بجائے اس کے کہ ان کی خیر خواہی، ہمدردی اور ان کی دعوت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اپنی اصلاح حال کرتے جبکہ وہ پکار پکار کر اعلان بھی کرتے تھے کہ میں تم سے کوئی نہ تو مال چاہتا ہوں اور نہ کوئی اور اجر:

وَیٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ○

(هُوْد : ۲۹)

"اور اے برادران قوم! میں اس کام پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور میں ان لوگوں کو دھکے دینے سے بھی رہا جنھوں نے میری بات مانی ہے، وہ آپ ہی اپنے رب کے حضور جانے والے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برت رہے ہو۔"

یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (هُوْد : ۵۱)

"اے برادران قوم! اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے؟"

Marfat.com

اس کے باوجود ان لوگوں نے ان پاکیزہ سیرت و کردار اور داعی نیک و خیر خواہ لوگوں سے دشمنی کرنا اپنا شیوہ بنالیا، یہاں تک کہ انہیں قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا تا کہ انہیں ان کی غلطیوں، ان کے گناہوں اور بغاوتوں پر سرزنش کرنے والا بھی کوئی نہ رہے اور وہ آزادانہ ظلم و غارت گری کا بازار بلا روک ٹوک گرم رکھیں، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے شکار ہوتے رہے ان پر لعنتیں کی گئیں اور آخر کار جہنم ان کا مقدر ہو گیا:

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ لا وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ۱۸۱)

''ان کی باتیں بھی ہم لکھ لیں گے اور اس سے پہلے جو وہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں، وہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے (جب فیصلے کا وقت آئے گا) اس وقت ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو۔''

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النِّسَآء : ٤٦)

''لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے انہیں لعنت کی ہے، لہذا یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔''

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ (الْمَآئِدَة : ۷۸)

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی، کیوں کہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔''

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ط اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○ (الْمَآئِدَة : ٦٠)

''وہ (یہودی) جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں بندر اور سور بنائے گئے، جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی، ان کا درجہ اور بھی زیادہ برا ہے اور وہ

Marfat.com

سواء السبیل سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (الْفَتْح : ٦)

"اوران منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق برے گمان رکھتے ہیں، برائی کے پھیر میں وہ خود ہی آ گئے، اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم مہیا کر دی جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔"

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۟ (الْبَقَرَة : ٦١)

"اور پھر ذلت و خواری اور پستی و بدحالی ان پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھر گئے۔ یہ نتیجہ تھا اس کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرنے لگے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے لگے، یہ نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حدود شرع سے نکل نکل جاتے تھے۔"

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ (الْمُجَادَلَة : ١٤)

"کیا تم نے دیکھا ان لوگوں کو جنھوں نے دوست بنایا ہے ایک ایسے گروہ (یہود) کو جو اللہ تعالیٰ کا مغضوب ہے۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۟ (الْمُمْتَحِنَة : ١٣)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے، جو آخرت سے اسی طرح مایوس ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر مایوس ہیں۔"

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ

Marfat.com

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

(اٰلِ عِمْرَان : ۱۱۲)

''یہ (بنی اسرائیل) جہاں بھی پائے گئے، ان پر ذلت کی مار ہی پڑی، کہیں اللہ تعالیٰ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھر چکے ہیں، ان پر محتاجی اور مغلوبی مسلط کر دی گئی ہے اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا، یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے۔''

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ط كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ لا فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝

(الْمَآئِدَة : ۷۰)

''ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے، مگر جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشات نفس کے خلاف کچھ لے کر آیا تو کسی کو انہوں نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ لا وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

(اٰلِ عِمْرَان : ۲۱)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور ایسے لوگوں کو بھی قتل کر ڈالتے ہیں جو عدل و راستی کا حکم دینے کے لئے اٹھیں، ان کو دردناک سزا کی خوش خبری سنا دیجئے۔''

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ

وَّجَآءَ هُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُ هُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۙ○ (اٰلِ عِمْرَان : ٨٦ تا ٨٨)

"کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت بخشے جنہوں نے نعمت ایمان پا لینے کے بعد پھر کفر اختیار کیا حالانکہ وہ خود اس پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق پر ہیں اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا، ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت اور پھٹکار ہے، اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔"

تیسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جنھوں نے صراط مستقیم کو جان لینے کے باوجود اس کی پرواہی نہ کی، اسے قابل توجہ ہی نہ سمجھا اور صراط مستقیم کے بجائے دیگر فرضی، مصنوعی اور شیطانی راہوں میں بھٹکتے رہے، ضلالتوں کے خود شکار ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہیوں کے عمیق غار میں پہنچا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ نتیجے کے طور پر ناکامی اور نامرادی کے سوا انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا اور ان کی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہو گئیں:

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ○

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ○

(الْحَجّ : ١٢، ١٣)

"پھر وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو پکارتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، یہ ہے گمراہی کی انتہا، وہ ان کو پکارتے ہیں جن کا نقصان ان کے نفع سے قریب تر ہے، بدترین ہے اس کا مولیٰ اور بدترین ہے اس کا رفیق۔"

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اَعۡمٰی ○ قَالَ رَبِّ لِمَا حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰی وَقَدۡ کُنۡتُ بَصِیۡرًا ○ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتۡکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیۡتَهَا ۚ وَکَذٰلِکَ الۡیَوۡمَ تُنۡسٰی ○ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ یُؤۡمِنۡۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰی ○

(طٰهٰ : ۱۲۴ تا ۱۲۷)

''جو میرے ذکر (ہدایت، نصیحت یا آیات) سے منہ موڑے گا، اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔'' وہ کہے گا ''پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو، جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تم نے بھلا دیا تھا، اسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے۔'' اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیات نہ ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔''

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیۡرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ○ (القصص : ۵۰)

''اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہرگز نہیں بخشتا۔''

وَوَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِۣ ○ الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَیَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ○ (ابرٰهیم : ۲،۳)

''اور سخت تباہ کن سزا ہے قبول حق سے انکار کرنے والوں کے لئے جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ (ان کی خواہشات کے مطابق) ٹیڑھا ہو جائے۔ یہ لوگ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔''

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ (الْحَجّ : ۱۱)

''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے، اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آئی تو الٹا پھر گیا، اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، یہ ہے صریح خسارہ۔''

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (الْمَآئِدَة:۸۶)

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا اور انہیں جھٹلایا، وہ لوگ جہنم کے مستحق ہیں۔''

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝

(الْمَآئِدَة : ۷۷)

''کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ ان لوگوں کے تخیلات کی پیروی کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کیا اور ''سواء السبیل'' سے بھٹک گئے۔''

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ (الْحَدِيْد : ۲۷)

''اور رہبانیت انہوں (عیسائیوں) نے خود ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا، اسے ادا نہ کیا۔''

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ

Marfat.com

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ○

(الزُّخْرُف : ٦٣ تا ٦٥)

''اور جب عیسیٰؑ صریح نشانیاں لئے ہوئے آئے تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ ''میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں کہ تم پر ان باتوں کی حقیقت کھول دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، اسی کی تم عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔'' مگر (ان کی اس صاف تعلیم کے باوجود) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، تو تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ٩٠)

''بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ ایسے لوگ تو پکے گمراہ ہیں۔''

ضلالت میں گھر جانے اور اس سے نہ نکلنے کے کئی اسباب ہیں مثلاً باپ دادا سے چلے آ رہے طریقوں کی اندھی تقلید کرنا، قیاس و گمان کے پیچھے چلنا، دنیا اور دنیاوی لذات سے محبت کرنا، ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا کا حریص ہو کر راہ راست سے غفلت برتنا، آیات الٰہی کا علم رکھنے کے باوجود خواہشات نفس کی پیروی کرنا، احکامات الٰہی سے چشم پوشی کرنا اور نتیجے کے طور پر شیطان کے جال میں پھنس جانا، حد سے تجاوز کرنا اور بد عملی اور بدکرداری کا مظاہرہ کرنا، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور آخرت اور یوم الدین کا انکار کرنا وغیرہ۔ یہ وہ اسباب ہیں جن میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد اسباب کے حامل اشخاص ضلالت کا شکار ہوتے ہیں اور گمراہیوں سے نکلنا ان کے لئے دشوار ہوتا ہے، یہاں تک کہ اسی حال میں

Marfat.com

انہیں موت آ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور جہنم ان کا ٹھکانا قرار پاتا ہے۔ لہذا ان اسباب سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا اور ان سے دور رہنا ہر فرد مومن کے لئے ضروری ہے تاکہ ضلالتوں سے نجات مل سکے اور صراط مستقیم کی توفیق وتائید کا حصول ممکن ہو سکے:

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ○ (هُوْد : ٦٢)

''انہوں نے کہا'' اے صالح، اس سے پہلے تو ہمارے درمیان ایسا شخص تھا جس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں، کیا تو ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ تو جس طریقے کی طرف ہمیں بلا رہا ہے، اس کے بارے میں ہم کو سخت شبہ ہے جس نے ہمیں خلجان میں ڈال رکھا ہے۔''

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ط قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ط اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○

(الْاَعْرَاف : ٢٨)

''یہ لوگ جب کوئی شرم ناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہو، اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں؟۔''

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ط وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (يُوْنُس : ٧٨)

''انہوں نے کہا'' کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں بڑائی تم دونوں کی قائم ہو جائے تمہاری بات تو ہم

Marfat.com

ماننے والے نہیں ہیں۔"

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَاللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○

(الْاَعْرَاف : ۷۰،۷۱)

"انہوں نے کہا، کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟ اچھا تو لے آ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچا ہے۔" اس نے کہا "تمہارے رب کی پھٹکار تم پر پڑ گئی اور اس کا غضب ٹوٹ پڑا، کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ اچھا تو تم بھی انتظار کرو اور میں تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔"

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ

(يُوْنُس : ۳۶)

"حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و گمان کے پیچھے چلے جارہے ہیں، حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔"

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ○ (الدّهر : ۲۷)

"یہ لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے، اسے نظرانداز کر دیتے ہیں۔"

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ○ (التّكاثر : ۱،۲)

"تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے

Marfat.com

غفلت میں ڈال رکھا ہے، یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لب گور تک پہنچ جاتے ہو۔"

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ (الْاَعْرَاف : ١٧٥)

"اے نبیؐ، ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا، آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا، یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔"

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۗ كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۗ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۗ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۗ (الْمُطَفِّفِيْن : ١٢ تا ١٧)

"اور اسے (یوم الدین کو) نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بد عمل ہے، اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے، "یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں" ہرگز نہیں، بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے، ہرگز نہیں، بالیقین اس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے، پھر جہنم میں جا پڑیں گے، پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔"

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الْاِنْفِطَار : ٩ تا ١٢)

"ہرگز نہیں، بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں، ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔"

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۙ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۗ وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۧ (النَّبَا : ٢٧ تا ٣٠)

Marfat.com

''وہ کسی حساب کی توقع نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انھوں نے جھٹلا دیا تھا اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی، اب چکھو مزہ، ہم تمہارے لئے عذاب کے سوا کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔''

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ (النّٰزعٰت : ۳۷ تا ۴۱)

''تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگی اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

غرض کہ صراط مستقیم کے ردوقبول اور اس کے اختیار اور برتاؤ کے لحاظ سے مجموعی طور پر یہی تین طبقے ہو سکتے ہیں، چنانچہ اس تعلق سے ان تینوں طبقوں کی نشان دہی بھی کردی گئی اور ان کے ردوقبول اور اس کے اختیار و برتاؤ کے تعلق سے ان کے انجام سے بھی باخبر کر دیا گیا اور تاکید کردی گئی کہ تم جب صراط مستقیم کی ہدایت کی دعا کرو تو اس اول الذکر طبقے کے راستے کی توفیق چاہو تاکہ تمہیں بھی کامیابی حاصل ہو سکے اور نتیجتاً انعام و اکرام کے حصول کے قابل ہو سکو اور باقی دونوں راستوں سے بچنے کی توفیق طلب کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب سے بچ سکو اور ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہ سکو:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًاۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ○

(النّسآء : ۱۴۵، ۱۴۶)

''یقین جانو کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور کسی کو ان کا مددگار نہ

Marfat.com

پاؤ گے۔ البتہ جو ان میں سے تائب ہو جائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر لیں۔ ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو ضرور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔"

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؏
(الْاَنْعَام : ۷۹)

"میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

صراطِ مستقیم کے مثبت پہلو کے ساتھ ہی ساتھ اس کے منفی پہلوؤں کو یہاں اس لئے بھی شامل کرنا ضروری سمجھا گیا تا کہ دعا کرنے والا اس مخصوص اور حقیقی صراطِ مستقیم کے صحیح احساس و شعور کے ساتھ دعا کرے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس کے برعکس مصنوعی، فرضی، خود ساختہ یا کسی بھی غیر اللہ —— خواہ وہ کوئی فرد ہو یا افراد کا مجموعہ، جماعت ہو کہ قانون ساز ماہرین کی ٹیم، مجلس شوریٰ ہو کہ مجلس منتظمہ، مجلس مقننہ ہو کہ ایوان حکومت —— کے وضع کردہ اصول، نظریات، اعمال اور طریقے چاہے وہ صراطِ مستقیم کے دعوے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، ان تمام غلط، ناحق اور باطل راہوں سے یکسر بچنے اور ان سے محفوظ رہنے کی توفیق بھی طلب کرے جن کا نتیجہ سوائے گمراہی و ضلالت، ناکامی و نامرادی اور اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کے اور کچھ بھی نہیں ہے:

وَاِنَّ كَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ ۝ؕ
(الْاَنْعَام : ۱۱۹)

"بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات نفس کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں، ان حد سے گزرنے والوں کو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔"

كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (الْاَنْعَام : ۱۲۲)

"کافروں کے لئے اسی طرح ان کے اعمال خوشنما بنا دئے گئے ہیں۔"

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (الْاَنعام: ۱۱۵ تا ۱۱۷)

"تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، اور اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ درحقیقت تمہارا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور کون لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۞ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ (الْكَهْف: ۱۰۳،۱۰۴)

"ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں ساری سعی و جہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔"

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (الْمَآئِدَة: ۴۷)

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔"

صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرنے والے کے لئے ان منفی پہلوؤں کی ہر وقت یاددہانی اور ہمیشہ ذہن و فکر پر مستولی رکھنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ انسان کی نفسانی خواہشات، دنیا کی لطافتیں اور رنگینیاں اور مسلسل شیطانی وساوس کے حملوں کا پوری طرح دفاع کیا جا سکے۔ ورنہ اس صبر آزما اور استقلال طلب راہ سے ایک ذرا سی لغزش بھی انسان کو کھینچ کر وہاں تک

پہنچا سکتی ہے جہاں سے بسا اوقات واپسی تو کجا، اس کی کوشش بھی محال ہو جاتی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط

(اٰلِ عِمْرَان : ۱۴)

''لوگوں کے لئے مرغوبات نفس —— عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں —— بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں۔''

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفہ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

(لُقْمٰن : ۳۳)

''فی الواقع اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں دھوکا دینے پائے۔''

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ع

(الْقَصَص : ۵۰)

''اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔''

☆☆☆

Marfat.com

اَلْاِمَامَۃ

اس جامع متبرک دعا میں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ کو شامل کرنے کی ایک بڑی، اہم اور اصل وجہ یہ بھی ہے کہ اقوام عالم کی امامت و رہنمائی کی عظیم ذمہ داری سے قوم بنی اسرائیل کو معزول کر کے اب امت محمدیہ کو بخش دی گئی اور بنی اسرائیل کی اس منصب سے معزولی کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انہوں نے اس منصب امامت کی ذمہ داری نہ صرف یہ کہ ادا نہ کی بلکہ اس کے خلاف عمل کرتے رہے اور دینی اور اخلاقی لحاظ سے ذلیل اور پست حرکتوں کے مرتکب ہوتے رہے اور کسی بھی حال میں اپنی اصلاح انہیں قطعاً منظور نہ تھا، حالانکہ انہیں منصب امامت پر فائز کرتے ہوئے اور پھر اس کے بعد بھی متواتر ان سے اس بات پر پختہ عہد لیا جاتا رہا تھا کہ وہ خود بھی صراط مستقیم پر عامل ہوں گے اور اس راستے کی دنیا کی تمام قوموں کو بھی دعوت دیں گے اور انہیں اسی راہ پر چلائیں گے۔ لہذا امت محمدیہ بھی امامت کی ذمہ داریوں سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہونے کے بجائے بنی اسرائیل کی طرح اسے پس پشت نہ ڈال دے، اس سے روگردانی نہ کر جائے اور گم کردہ راہ نہ ہو جائے، جس کے نتیجے میں انعام و اکرام سے سرفراز ہونے کے بجائے مغضوب اور ملعون قرار پائے اور ضلالتوں اور گمراہیوں کی نذر ہو کر رہ جائے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (الْاَنْفَال: ۲۱)

"ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔"

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ۙ (اٰلِ عِمْرَان: ۱۰۵)

"کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے

کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے، جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ سخت سزا پائیں گے۔"

اس امامت اقوام عالم کو اللہ تعالیٰ نے نعمت قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ اول تو امامت کی تفویض بذات خود ہی فضیلت و برتری ہے، دوئم اس ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعام واکرام کا وعدۂ برحق بھی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ کوئی بھی ذمہ داری جب کسی کو تفویض ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کی بازپرس بھی لازمی ہے اور ذمہ داری کی عدم ادائیگی سزا کو بھی لازم کرتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اس ذمہ داری سے غفلت برتنے یا اسے پس پشت ڈالنے کے نتیجے میں سخت بازپرس کی وعید بھی ہے اور بالآخر واصل جہنم کیے جانے کی دھمکی بھی:

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (البَقَرَة : ٤٧)

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر فضیلت عطا کی تھی۔"

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ۝ (البَقَرَة : ٤٠)

"اے بنی اسرائیل ذرا خیال کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، میرے ساتھ جو تمہارا عہد تھا اسے تم پورا کرو، تو میرا جو عہد تمہارے ساتھ تھا، اسے میں پورا کروں اور تم مجھ ہی سے ڈرو۔"

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝ (البَقَرَة : ١٢٢، ١٢٣)

"اے بنی اسرائیل، یاد کرو میری وہ نعمت جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا، اور یہ کہ میں نے

تمہیں دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت دی تھی اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا، نہ کوئی سفارش ہی آدمی کو فائدہ دے گی اور نہ مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔"

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ص فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ط وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ (الْمَآئِدَة : ١٤)

"اسی طرح ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنہوں نے کہا تھا کہ ہم "نصاریٰ" ہیں۔مگران کو بھی جو سبق یاد کرایا تھا، اس کا ایک بڑا حصہ انھوں نے فراموش کر دیا، آخر کار ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی اور آپس کے بغض وعناد کا بیج بو دیا اور ضرور ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ انہیں بتائے گا کہ وہ دنیا میں کیا بناتے رہے ہیں۔"

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ن ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ج يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ط قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ج اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (التَّوْبَة : ٣٠)

"یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں، ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کی مار ان پر یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔"

ان آیات میں جہاں بنی اسرائیل پر حجت تمام کرنا مقصود ہے اور ان کی دینی اور اخلاقی حالات ان پر صاف صاف واضح کر دینا ضروری ہے وہیں امت محمدیہ کو اس قوم یہود و نصاریٰ، جو اب تک اقوام عالم کی امامت کی نعمت سے سرفراز تھی، کی مثال پیش کر کے اسے ہوشیار اور محتاط کر دینا بھی مقصود ہے تاکہ وہ ان حالات سے سبق لیں اور انحطاط کا شکار نہ ہوں اور قوم یہود و نصاریٰ کی طرح اس عظیم نعمت کی ناقدری کرنے کا باعث نہ بنیں جس کے

نتیجہ میں وہ بھی بالآخر ناکام ونامراد ہو کر رہ جائیں:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النُّور: ۵۵)

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم فرمادے گا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا، لہٰذا وہ میری ہی بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔"

اس امامت اقوام عالم کی بنیاد اولوالعزم نبی سیدنا حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوتی ہے اور ان کے بعد ان کی ذریت کے لئے بھی اس کا وعدہ ہے، البتہ ظالموں کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (البَقَرَة: ۱۲۴)

"یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا، تو اس نے کہا "میں تجھے سب لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔" ابراہیم نے عرض کیا "اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟" اس نے جواب دیا "میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔"

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ۙ شَاكِرًا

Marfat.com

لَا نْعُمِهٖ ط اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (النحل: ۱۲۰، ۱۲۱)

''بے شک ابراہیمؑ اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا، اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان اور یکسو، وہ کبھی مشرک نہ تھا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا اور صراط مستقیم دکھایا۔''

یہ امامت اقوام عالم کی ایسی عظیم الشان ذمہ داری تھی جسے حضرت ابراہیمؑ نے ادا کرنے کی انتہائی انتھک کوششیں کیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب کیا تھا، اس حال میں جب کہ سارا عالم کفروشرک میں مبتلا تھا اور ابراہیمؑ نے یکا و تنہا ان کے اس کفروشرک کے خلاف پورے شدومد کے ساتھ آواز اٹھائی اور اعلائے کلمۂ حق کا وہ فریضہ انجام دیا جو کسی شخص واحد کے کرنے کا کام نہیں تھا بلکہ اس کی انجام دہی کے لئے ایک پوری امت درکار ہوتی۔ اسی لئے ان کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے ایک پوری امت قرار دیا ہے۔

امامت کی یہ نعمت عظمیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اس دعا کی قبولیت کے نتیجے میں بنی اسرائیل کو تفویض ہوئی تھی، لیکن اس قوم نے اس نعمت غیر مترقبہ کی ناقدری کی اور اس منصب جلیلہ کی حرمتوں کو پامال کیا۔ یہاں تک کہ اپنے انبیاء اور صلحاء کی اصلاح، تنبیہ اور انذار کے باوجود اپنی ذلیل اور پست حرکتوں تک سے باز نہ آئے۔ حد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تادیب اور سرزنش کے بطور ان پر عتاب بھی نازل ہوتے رہے۔ لیکن ان سب کے باوجود جب ان کے اندر اصلاح حال کی ایک ادنیٰ سی رمق بھی باقی نہ رہی تو بالآخر انہیں اس منصب جلیلہ سے معزول کر دیا گیا اور اس انعام کو امت محمدیہ کو منتقل کر دیا گیا اور ان سے بھی پختہ عہد لے لیا گیا کہ وہ اس ذمہ داری کو کماحقہ ادا کریں گے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ط اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ (الْجَاثِيَة : ١٦، ١٧)

"اس سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی، ان کو ہم نے عمدہ سامان زیست سے نوازا، دنیا بھر کے لوگوں پر انہیں فضیلت عطا کی، اور دین کے معاملے میں انہیں واضح ہدایات دے دیں۔ پھر جو اختلاف ان کے درمیان رونما ہوا وہ (ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) علم آ جانے کے بعد ہوا، اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے معاملات کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔"

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ○

(النِّسَآء : ٥٤، ٥٥)

"ان (معترضین) کو معلوم ہو کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا، مگر ان میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کوئی اس سے منہ موڑ گیا، اور منہ موڑنے والوں کے لئے تو بس جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔"

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

(يُوْنُس : ١٤)

"اب ان (بنی اسرائیل) کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کی امامت جگہ دی ہے تا کہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (الْبَقَرَة : ١٤٣)

"اور اسی طرح تو ہم نے تم (مسلمانوں) کو ایک 'امت وسط' بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو۔"

Marfat.com

کسی شخص، گروہ یا جماعت کا اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے گواہی کے منصب پر فائز ہونا ہی درحقیقت اس کا اقوام عالم کی سربراہی، پیشوائی اور امامت کے مقام پر سرفراز کیا جانا ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لا لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ق لا إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ق فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ق وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ط فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ع

(البَقَرَة : ۱۵۰ تا ۱۵۲)

''اور جہاں سے بھی تمہارا گزر ہو، اپنا رخ مسجد حرام ہی طرف پھیرا کرو، اور جہاں بھی تم ہو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو تا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی حجت نہ ملے ـــــ ہاں ان میں سے جو ظالم ہیں، ان کی زبان کسی حال میں بند نہ ہوگی، تو ان سے تم نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو ـــــ اور اس لئے کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور اس توقع پر کہ میرے اس حکم کی پیروی سے تم اسی طرح ہدایت پاؤ گے جس طرح (تمہیں اس چیز سے فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو۔''

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (آلِ عِمْرَان : ۱۱۰)

Marfat.com

''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جو انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

انہیں بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور ان غلطیوں سے بچو جو تمہارے پیش رو بنی اسرائیل کر چکے ہیں، جن کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے اور سخت سزا سے دوچار ہوئے۔

وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (البَقَرَة : ۲۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ، بھول نہ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے کس نعمت عظمیٰ سے تمہیں سرفراز کیا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اس نے تم پر نازل کی ہے، اس کا احترام ملحوظ رکھو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی خبر ہے۔''

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (المَآئِدَة : ۷)

''اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے، اس کا خیال رکھو اور اس پختہ عہد و پیمان کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے یعنی تمہارا یہ قول کہ ''ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی۔'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ دلوں کے راز تک جانتا ہے۔''

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (البَقَرَة : ۲۱۱)

''بنی اسرائیل سے پوچھو، کیسی کھلی کھلی نشانیاں ہم نے انہیں دکھائی ہیں (اور پھر یہ بھی انہیں سے پوچھ لو کہ) اللہ تعالیٰ کی نعمت پانے کے بعد جو قوم اس کو شقاوت سے بدلتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ کیسی سخت سزا دیتا ہے۔''

Marfat.com

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (المآئدۃ : ۱۳)

''پھر یہ ان (یہودیوں) کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے۔''

لہٰذا ہمیں ہر وقت یہ دیکھتے رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ہمارے حالات اور معاملات بھی وہی اور اسی طرح تو نہیں ہیں جن کی بنا پر یہود و نصاریٰ مغضوب اور گمراہ قرار دیئے گئے اور جن سے بچنے کی سخت تاکیدیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں ملتی ہیں۔ اگر اس طرح کے حالات و معاملات سے ہم دوچار ہیں تو ہم ان سے توبہ کریں، اپنی اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئیں، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور پھر ہمیں اپنی رحمتوں، برکتوں اور فضیلتوں سے نواز دے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اَلْجَمَاعَة

سورہ فاتحہ میں دعا سے متعلق تمام کلمات جمع کے صیغے میں استعمال کئے گئے ہیں ــــ نَعْبُدُ، نَسْتَعِيْنُ، اِهْدِنَا، صِرَاطَ الَّذِيْنَ، اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ، اور الضَّآلِّيْنَ ــــ اس لئے کہ اسلام عبارت ہے اجتماعیت سے۔ اجتماعیت کے بغیر اسلام کا تصور بھی محال ہے۔ لہذا، یہاں بھی اجتماعیت ہی مقصود ہے اور انفرادی حیثیت میں بھی ان کلمات کو ادا کرنے کے باوجود دعا کرنے والا دراصل کسی بھی لمحہ اس اجتماعیت اور اجتماعی مقاصد سے الگ نہیں ہوتا بلکہ اسی اجتماعیت کے ایک فرد اور اس کے ایک نمائندے کی حیثیت سے ہی بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوتا ہے اور اس اجتماعیت اور اجتماعی مقاصد کے لئے دعا گو ہوتا ہے، جس کے ہر فرد کی زندگی کا مقصد مشترک اور یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص (اٰلِ عِمْرَان : ۱۰۳)

"تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التَّوْبَة : ۱۱۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔"

اور یہ اجتماعیت ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جس میں اختلاف اور افتراق کی گنجائش نہ رہے:

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ (الْاَنْفَال : ٤٦)

"اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے کام لو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○

(الصَّف : ٤)

''اللہ کو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

چنانچہ وہ آپس میں رفیق ہوتے ہیں اور ان کی یہ آپس کی رفاقت اسی لئے ہوتی ہے کہ ان مشترک اور یکساں مقاصد زندگی میں وہ ایک دوسرے کے معاون اور شریک کار ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی دعائیں بھی اجتماعی ہوتی ہیں، خواہ دعا کرنے والا انفرادی طور پر ہی کیوں نہ دعا کر رہا ہو:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

(التَّوبة : ٧١)

''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

اس اجتماعیت کی تشکیل، استقامت اور تقویت کو ایک عظیم مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور اس کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کے تحت اس اجتماعیت میں شریک ہونے والے کے لئے فلاح و کامرانی کی ضمانت بھی دی گئی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (اٰلِ عِمْرَان : ١٠٤)

Marfat.com

"تم میں کچھ لوگ ضرور ایسے ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں، جو لوگ یہ کام کریں گے، وہی فلاح پائیں گے۔"

اس عظیم مقصد کے تحت ہی ہر فرد مومن کے لئے اس اجتماعیت سے ہر حال میں مربوط رہنے کو اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے، چنانچہ اس اجتماعیت سے منہ موڑنا، کنارہ کشی اختیار کرنا یا لاتعلق ہونا نہ صرف یہ کہ اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکنا ہے بلکہ اس کے لئے سخت وعید بھی ہے اور جہنم کی دھمکی بھی:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ (اٰلِ عِمْرَان : ۱۰۵،۱۰۶)

"کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے، جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے، جبکہ کچھ لوگ سرخ رو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منہ کالا ہوگا، جن کا منہ کالا ہوگا (ان سے کہا جائے گا کہ) نعمت ایمان پانے کے بعد تم نے کافرانہ رویہ اختیار کیا؟ اچھا تو اب اس کفران نعمت کے صلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔"

اس اجتماعیت کا وہ عظیم آفاقی مقصد عالم انسانیت پر شہادت حق واضح کرنا، معروفات کا حکم دینا، منکرات سے روکنا اور اقامتِ دین حق کا فریضہ انجام دینا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ

(الشُّوْرٰی : ۱۳)

"اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے، جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور

Marfat.com

جسے (اے محمدؐ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔"

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (اٰلِ عِمْرَان : ١١٠)

"اب دنیا میں وہ بہترین امت تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (الْبَقَرَة : ١٤٣)

"اور اسی طرح تو ہم نے تم (مسلمانوں) کو ایک "امت وسط" بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر (حق کے) گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔"

یہ عظیم کام اسی وقت ممکن ہو سکتے ہیں جب اقوام عالم کی سربراہی، پیشوائی اور امامت اس "الجماعة" کے ہاتھوں میں ہو:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (الْحَجّ : ٤١)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔"

اقوام عالم کی اسی سربراہی، پیشوائی اور امامت کے قیام اور اس کے استحکام کے لئے خیر امت اور امت وسط کے ہر فرد کی اجتماعی دعا سورہ فاتحہ ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

خیر و برکت

یہ اجتماعی دعا اگر اجتماعی طور پر کی جاتی ہے تو اس کی خیر و برکت کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سورۂ فاتحہ کا اجتماعی طور سے ادا کرنا نماز با جماعت کے وجوب کی ایک اہم بنیاد ہو۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو سورہ فاتحہ کے سب سے بڑے دانائے راز تھے، نماز با جماعت کی سخت تاکید فرمائی ہے اور اس کی فضیلتوں سے بھی ہمیں مطلع فرمادیا ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: "وَالَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبَ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰی رِجَالٍ وَّفِی رِوَایَةٍ "لَّا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ" فَأُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ وَالَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ یَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا أَوْ مِرْ مَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ."

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وجوب صلوة الجماعة، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب فضل صلوٰة الجماعة وبیان التشدید فی التخلف عنها)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، بے شک میں نے یہ قصد کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم کروں، پھر ان میں آگ لگائی جائے، پھر میں نماز کا حکم کروں اور اذاں دی جائے، پھر میں کسی کو نماز کی امامت کا حکم کروں، پھر میں لوگوں کی طرف متوجہ

Marfat.com

ہوں، ایک روایت کے مطابق میں ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے کہ میں ان کے گھروں کو جلا دوں، اور قسم ہے اس کی جس ذات کے قبضے میں میری جان ہے اگر کسی کو علم ہو جائے کہ اس کو گوشت سے بڑی سی ہڈی ملے گی یا دو کھر گائے یا بکری کے تو وہ نماز عشاء کے لئے بھی حاضر ہو جائے۔"

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَامِنْ ثَلٰثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَّا تُقَامُ فِیْہِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَیْہِمُ الشَّیْطٰنُ، فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ۔"

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب فی التشدید فی ترک الجماعة، سنن الترمذی، کتاب الإمامة، باب التشدید فی ترک الجماعة، مسند أحمد ج۵ ص ۱۹۶، ۴۴۶/۶)

"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہوتے تین شخص آبادی یا جنگل میں مگر ان کے درمیان نماز باجماعت قائم کی جائے (ورنہ) ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ لہذا اپنے آپ پر جماعت لازم کر لو کیوں کہ بھیڑیا اس بکری کو کھا لیتا ہے جو ریوڑ سے بچھڑ گئی ہو۔"

عَنْ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِیْنَ دَرَجَةً۔"

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلوٰة الجماعة، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰة، باب فضل صلوٰة الجماعة وبیان التشدید فی التخلف منها)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز باجماعت انفرادی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔"

☆ ☆ ☆

آمین

(اے اللہ!) ایسا ہی ہو

سورہ فاتحہ کے خاتمہ پر ''آمین'' کہنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل بھی رہا ہے اور مومنوں کو بھی ''آمین'' کہنے کی تاکید فرمائی ہے:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَرَأَ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" فَقَالَ "آمِيْنَ" وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ."

(سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی التامین، سنن النسائی، کتاب الإفتتاح، باب رفع الیدین صیال الأذنین مَدَّبِهَا صَوْتَهُ (آواز دراز کرتے تھے) کی جگہ یَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ (آواز بلند کرتے تھے) روایت ہے۔ یہی روایت سنن الداری، کتاب الصلوٰۃ، باب الجھر بالتامین میں بھی ہے)

''وائل بن حجرؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہہ کر ''آمین'' کہتے تھے اور آواز دراز کرتے تھے۔'' ترمذی اور دارمی کے مطابق ''آواز بلند کرتے تھے۔''

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ؛ قَالَ: تَرَكَ النَّاسُ التَّأْمِيْنَ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" قَالَ "آمِيْنَ" حَتّٰى يَسْمَعَهَا أَهْلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ .

(سنن ابن ماجة، کتاب الصلوٰۃ والسنة فیھا، باب الجھر بآمین)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہہ کر ''آمین'' کہا،

Marfat.com

یہاں تک کہ مسجد کے صف اول کے لوگوں نے اسے سنا اور مسجد گونج اٹھی۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ."

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر الامام بالتّامین، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب التسمیع والتحمید والتّامین)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب امام "آمین" کہے تو تم بھی "آمین" کہو، جس کی آمین فرشتوں کی "آمین" سے مل جائے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ، وَقَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِيْنَ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى، غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ."

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل التّامین، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب التسمیع والتحمید والتّامین)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم سے کوئی (اپنی نماز میں) "آمین" کہتا ہے۔ تو فرشتے آسمان میں "آمین" کہتے ہیں اور ایک کی "آمین" دوسرے کی "آمین" سے موافقت کر جاتی ہے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْإِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ؛ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ؛ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ."

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتّامین)

Marfat.com

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب امام (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ) کہے تو تم ''آمین'' کہو، جس کی بات فرشتوں کی بات سے مل جائے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

ابن عباسؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''آمین کے کیا معنی ہیں؟'' تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ تو کر۔'' جوہریؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ''اس طرح ہو۔'' ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ ''ہماری امیدوں کو نہ توڑ۔'' اکثر علماء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ''اے اللہ! تو ہماری دعا کو قبول فرما۔'' یہ لفظ ''آمین'' بذات خود دعا ہے جو قبولیت دعا کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُونَا عَلَى شَيْءٍ كَمَا يَحْسُدُونَا عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ: آمين۔"

(مسند أحمد ج ٦ ص ١٣٥)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ''(یہودیوں کو) ہم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں ہے جتنا کہ جمعہ پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت کی اور یہ بھٹک گئے اور قبلہ پر کہ اس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی اور یہ بھٹک گئے اور ہمارے امام کے پیچھے ''آمین'' کہنے پر۔''

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ."

(سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب الجهر بآمين)

Marfat.com

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہود تم پر کسی چیز سے متعلق اتنا حسد نہیں کرتے جتنا تمہارے ''سلام'' اور ''آمین'' پر حسد کرتے ہیں۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَاحَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلٰى "آمِيْنَ". فَأَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ "آمِيْنَ".

(سنن ابن ماجة، كتاب الصلوة والسنة فيها، باب الجهر بآمين)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی تم سے کسی چیز سے اتنا حسد نہیں کرتے ہیں، جتنا ''آمین'' پر تم سے حسد کرتے ہیں، تو تم بھی آمین بکثرت کہا کرو۔''

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اختتامیہ

سورہ فاتحہ دراصل نظریۂ امامت اقوام عالم کی وضاحت، اس ذمہ داری کی تفویض، اس کی بحسن وخوبی ادائیگی اور اس ادائیگی سے متعلق ہدایت طلبی کی حامل ہے جو مسلمانوں پر ڈالی گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ مسلمان ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے علم کی بنا پر عالم انسانیت اور دیگر عوالم کائنات کی صحیح فہم و واقفیت کے حامل ہوتے ہیں اور عبدیت کے صحیح مقام سے آشنا اور اس کے تقاضے پورے کرنے اور اس سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔

لیکن اس عظیم ذمہ داری کا ادا کرنا ان کے لئے آسان بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف کفر وطغیان اور ضلالت وگمراہی کے اس عالم بسیط میں نیکی وصلاح کا عزم لے کر اٹھنا اور اس سے کماحقہ عہدہ برآ ہونا انتہائی دشوار طلب، صبر آزما اور جہد مسلسل کا طالب ہے اور دوسری طرف جمے جمائے اور وسائل دنیا پر قابض ائمہ کفرو جاہلیت کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے، انہیں ان کے اقتدار و اختیار سے معزول کر کے تابع فرمان بنانے اور ان جاہلی اور شیطانی نظام ہائے معاشرت، معیشت اور سیاست کو مٹا کر شریعت مطہرہ کو نافذ کرنے کے لئے جن صلاحیتوں، قوتوں اور نصرتوں کی ہمیشہ، مسلسل اور ہر حال میں ضرورت ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ ان ہی کی دعا ہم بارگاہ رب العزت میں بصورت سورہ فاتحہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔

سورہ فاتحہ نظریہ ومقصد حیات انسانی سے بحث کرتا ہے۔ یہ سورہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں کس مقصد کے تحت وجود بخشا گیا، کس غرض کے لئے دنیا میں ہمیں بھیجا گیا، اور دنیا میں بھیجے جانے کے بعد کیا کچھ ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں، کیسے ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوا

Marfat.com

جا سکتا ہے اور کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے نتیجے میں ہمارے لئے کیا کچھ نعمتیں مہیا کی گئی ہیں اور اس کے برخلاف ان سے غفلت اور کوتاہی برتنے، ان کی پروانہ کرنے، انہیں پس پشت ڈال دینے، ان کے خلاف عمل پیرا ہونے، ان کے بالمقابل کسی اور ہی نظریہ واصول وضع کرنے اور انہیں قابل عمل سمجھنے، انہیں برتنے اور بروئے کار لانے کے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔

چنانچہ سورہ فاتحہ پر غور و تدبر کرنے، اس کے مالہ و ماعلیہ سے کماحقہ واقف ہونے اور اس کے تقاضوں کو ذہن نشیں کر لینے کے بعد ہی قرآن کا سمجھنا بھی ممکن ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا بھی۔ یہ وہ شاہ کلید ہے جو ہے تو چھوٹی سی صرف سات آیات پر مشتمل، لیکن اس سے قرآن کے تمام بام و در، نشیب و فراز، احکام و مسائل، علوم و معارف، عقائد و اعمال اور تقویٰ واحسان کے قفل کھلتے ہیں۔ اسی لئے اسے دعا اور پورے قرآن کو جواب دعا، اسے تمہید اور پورے قرآن کو اس کا عرض اور اسے اجمال اور پورے قرآن کو اس کی تفصیل کہا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ احادیث و آثار میں اسے ام الکتاب، ام القرآن، اساس القرآن، یہاں تک کہ قرآن عظیم وغیرہ بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اس شاہ کلید بے عدیل ہی کو لے کر قرآن کی کوئی بھی آیت، کوئی بھی حکم، کوئی بھی مسئلہ، کوئی بھی نظریہ، کوئی بھی فکر، کوئی بھی عمل اور کوئی بھی منہج سمجھا جا سکتا ہے اور اس کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ ورنہ کوئی لاکھ کوششیں کرتا رہے، مذکورہ کوئی بھی معاملہ اس کے بغیر نہ تو واضح ہو سکتا ہے اور نہ ہی عمل کی تحریک و تقویت ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا عجب کہ انہیں خصوصیات کی بنا پر نماز کی ہر رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر کہیں جا کر قرآن کریم کا کوئی سورہ یا اس کا جزء پڑھا جا سکتا ہے۔ اور اگر بھولے سے بھی سورہ فاتحہ نماز میں نہیں پڑھی گئی تو نماز کا دہرانا لازم قرار دیا گیا، اس لئے کہ وہ نماز، نماز ہی نہیں ہوئی۔ کیوں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کا پڑھنا اور نہ پڑھنا اپنے اثرات اور انجام کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بندۂ مومن ہر نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کچھ نہ کچھ لینے کے لئے جاتا ہے اور اگر وہاں سے اسے کچھ ملے ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا جانا نہ جانا برابر ہی

Marfat.com

ٹھہرے گا۔ اسی لئے کہا گیا ـــــ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (بخاری و مسلم عن عبادہ بن الصامت) ''اس شخص کی نماز ہی نہیں، جس نے نماز میں فَاتِحَةُ الْكِتَابِ نہ پڑھی ہو۔'' اس لئے کہ سورہ فاتحہ انتہائی مختصر ہوتے ہوئے بھی متنوع مضامین کا حامل اور جامع کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس میں توحید کا نہایت ہی جامع انداز میں پوری طرح احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس میں بندے کی حقیقت، حیثیت اور اس پر عائد ذمہ داریوں سے جامعیت کے ساتھ واقفیت بہم پہنچادی گئی ہے۔ اسلام اور غیر اسلام کی تعریف، ان کا فرق، اسلام پر ایقان واقرار کے فطری تقاضے اور انسان کے لئے اس کی ضرورت کو صرف دو جملوں میں پیش کر دیا گیا ہے اور کفر وفسق، بغاوت وسرکشی اور ظلم وضلالت کی پوری تاریخ، ان کی تفہیم، ان کے برے نتائج واثرات سے پوری طرح واقفیت بہم پہنچانے کے ساتھ ہی ساتھ ان پر تنبیہ و انذار بھی ہے اور ان سے بچنے کا جامع انداز میں احساس وشعور بھی بیدار کر دیا گیا ہے اور یہ سب کچھ صرف سات مختصر آیات میں مجتمع کر دئے گئے ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حیران کن معجزہ ہے۔ کیا عجب کہ اسی لئے یہ کہا گیا ہو کہ یہ ایک ایسا سورہ ہے کہ اس جیسا کوئی کلام نہ تو پہلے کی آسمانی کتابوں میں اور نہ ہی خود قرآن کریم میں نازل ہوا ہے۔

اس سورہ کی عظمت، فضیلت اور برکت، اس کی اثر آفرینی اور بارگاہ رب العزت میں اس سورہ کی رسائی اور اس کی قبولیت کا ذکر صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث مفصل اور بہتر انداز میں پیش کرتی ہے:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِىْ وَ بَيْنَ عَبْدِىْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِىْ مَاسَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَمِدَنِىْ عَبْدِىْ. وَإِذَا قَالَ: الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَىَّ عَبْدِىْ. وَإِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ. قَالَ: مَجَّدَنِىْ عَبْدِىْ فَإِذَا قَالَ: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ

Marfat.com

نَسْتَعِيْنُ . قَالَ: هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ. فَإِذَا قَالَ: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ."

(رواہ مسلم)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز (یعنی سورہ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف بانٹ لیا ہے۔ اس میں سے آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا حصہ میرے بندے کا ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا، جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری حمد کی، جب وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی، جب وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (عہد) ہے اور میں نے اپنے بندے کو بخشا جو اس نے مانگا اور جب بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا"

اس کے علاوہ سورہ فاتحہ کا ہر وقت دہرایا جانا مزید ہدایت اور تقویٰ کے حصول کا سبب ہے، جس کی ضرورت اور اہمیت کو وہ شخص اتنا ہی زیادہ سمجھتا ہے جو ہدایت اور تقویٰ کے جتنے بلند زینے پر فائز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے بڑے دانائے راز سرور کائنات آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ہدایت اور تقویٰ کے سب سے بلند ترین زینے پر فائز ہوتے ہوئے بھی کہ ہدایت وتقویٰ کی اس بلند ترین زینے تک رسائی انہیں کا مقام ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ

Marfat.com

وہ ذات محمود ہدایت وتقویٰ کے بھی اسی طرح نہایت درجہ طلب گار ہیں کہ تاحیات راتوں کا بھی ایک بڑا حصہ اسی ہدایت کی دعا کے لئے وقف ہے:

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ (مُحَمَّد : ١٧)

"اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان کے حصے کا تقویٰ بھی عطا فرماتا ہے۔"

ہدایات مزید کے لئے ضروری ہے کہ بندۂ مومن خواہ نماز کی حالت میں ہو یا نماز کے علاوہ، جب کبھی بھی سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ ان کلمات کو سوچ سمجھ کر خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرے تاکہ اسے پتہ ہو کہ اس کی زبان سے کیا کچھ ادا ہو رہا ہے، جو کچھ ادا ہو رہا ہے اس کے نتیجے میں کیا کچھ تقاضے اس پر عائد ہو رہے ہیں، کن ذمہ داریوں کا اقرار کیا جا رہا ہے، کیا چیز طلب کی جا رہی ہے، جس چیز کی طلب پیش کی جا رہی ہے اس کے حصول کے لئے وہ اپنے طور پر واقعی کوششیں بھی کر رہا ہے یا محض دعا بغرض دعا ہی ہے اور اگر کوششیں کی جا رہی ہیں تو وہ کوششیں اس درجے کی ہیں جیسا کہ ان کوششوں کا حق ہے، کیا جائزہ بھی لیا جاتا رہتا ہے کہ اسے مزید ہدایات حاصل ہو رہی ہیں کہ نہیں، اور جن جن چیزوں سے پرہیز لازم ہے ان سے کس قدر پرہیز ہو رہا ہے، دامن کی آلودگیاں کم ہو رہی ہیں کہ نہیں، اس کی زندگی کلیۃً اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہو چکی ہے کہ اب بھی کسر باقی ہے، اور اگر اب بھی کسر باقی ہے تو اسے اول وقت میں درست کرنے کا سودا سر میں سمایا ہوا ہے کہ نہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الْاَنْفَال : ٢)

"سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں، جن کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے

Marfat.com

رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔''

سورۂ فاتحہ اپنے مدعا و مقصد کے اظہار کے لحاظ سے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور بندے کی حقیقت، ضرورت اور اس کے نتائج کے اعتبار سے اور اس کے بر خلاف اللہ تعالیٰ سے منہ موڑنے، اس کی ہدایات، مرضیات اور احکامات سے صرف نظر کرنے یا بے اعتنائی برتنے یا خود ساختہ غیر حقیقی اور شیطانی راہوں کو قابل قبول سمجھنے اور انہیں اختیار کرنے کے نتائج کے اعتبار سے غرض کہ ہر لحاظ سے ایک مکمل سورہ ہے اور اس اجمال کی تشریح، تفصیل اور تعبیر پورا قرآن کریم ہے۔ اس سورہ کے حقائق پورے قرآن میں اصولوں، ضابطوں، تمثیلوں اور تلمیحوں کے ذریعہ واضح کئے گئے ہیں۔ پورے قرآن میں ان ہی حقائق کے فکری اور نظری طور پر قبول کرنے، ساری زندگی ان پر عمل کرنے اور سارے معاملات زندگی میں ان کے برتنے کے احوال، ان کی افادیت اور ان کے نتائج کا بیان ہے اور اس کے بر خلاف ان حقائق کے فکری و نظری طور پر رد کر دینے، ان سے تساہل برتنے، انہیں پس پشت ڈال دینے، انہیں اہمیت نہ دینے یا ان کے بالمقابل کوئی اور راستے، طریقے، اصول و ضوابط مرتب کرنے، انہیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بروئے کار لانے اور انہیں دوسروں کے سر بزور و زبردستی منڈھنے کی کوشش کرنے کی خرابی، برائی، ظلم اور ان کے برے انجام کا بیان ہے، جنہیں از آدم تا ایں دم دنیا کی تمام اہم قوموں اور ان کے معاشروں کی مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ سورہ فاتحہ سے قرب حاصل کرنے کے لئے، اس کی عظمت و جلالت کی معرفت حاصل کرنے کے لئے۔ اس کے معانی و مطالب سے پوری طرح واقف ہونے کے لئے، اس کے بیان کردہ نشیب و فراز کو سمجھنے کے لئے، اس کے مدعا و مقاصد سے باخبر ہونے کے لئے، اس کے ذریعہ کئے گئے عہد و اقرار کو پورا کرنے کے لئے، اس کے احکام و فرامین کو حرز جاں بنانے کے لئے، اس کے بتائے ہوئے صراط مستقیم کو جاننے، اسے

Marfat.com

اختیار کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اور راہ مغضوب وضلالت سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے پورے قرآن کی تلاوت کرنا، اس کی ہدایات اور اس کے فرامین سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا، اس کے معروفات، احکامات اور اس کی مرضیات پر عامل ہونا اور اس میں بتائے گئے منہیات ومنکرات سے اپنا دامن بچانا ضروری ہے:

قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي أُثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول النبیؐ رجل آتاہ اللہ القرآن فهو يقوم به، صحیح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه وفضل من تعلم الى حكمة من أو غيره فعمل بها وعلمها.)

"حضرت زہری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رشک نہیں ہے سوائے دو اشخاص کے، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن (کا علم) بخشا تو وہ اسے رات دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال بخشا ہو تو وہ اسے رات اور دن کے اوقات میں (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

☆ ☆ ☆

Marfat.com

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

(صٓ : ۲۹)

''یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔''

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ع (النَّحل : ۸۹)

''اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے۔''

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○

(النِّسَآء : ۱۷۴)

''لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔''

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝لا يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الْمَآئِدَة : ۱۵، ۱۶)

''تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست

Marfat.com

کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔"

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۧ (بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل : ۹، ۱۰)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے، جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں، انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔"

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّ يَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ. (رِوَاهُ مُسْلِمٌ)

"حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کتاب (قرآن کریم کی ہدایت پر عمل کرنے) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض اقوام اس (سے روگردانی کرنے کی وجہ) سے زوال پذیر ہوتی ہیں۔"

Marfat.com

Marfat.com

توضیح

سورہ بقرہ

جزء اول

Marfat.com

آیات

۱ تا ۳۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَۃُ الْبَقَرَۃِ

تسمیہ: اس سورہ کا نام "البَقَرَۃ" ہے احادیث وآثار صحابہؓ میں اسی نام سے اس کا ذکر موجود ہے۔ "بَقَرَۃ" گائے کو کہتے ہیں۔ اس کا نام بقرہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں (آیات ۶۷ تا ۷۳) گائے سے متعلق بنی اسرائیل کا واقعہ مذکور ہے، جو کئی حیثیتوں سے نہایت ہی اہم ہے۔ دوسری قوموں کے مانند بنی اسرائیل نے بھی گائے کی تقدیس اور پرستش شروع کردی تھی۔ لہذا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دے کر ان کے ایمان وعمل کا امتحان بھی لیا۔ کافی قیل و قال کے بعد انہوں نے گائے ذبح تو کردی لیکن اس تعلق سے اس قوم نے اپنے نبیؑ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس طرح کا رویہ اپنایا اور حکم کی تعمیل میں جس طرح پس وپیش سے کام لیا، وہ ان کے مزاج واطوار کی ایک خاص علامت ہے جس سے قرآن سے ہدایت اخذ کرنے والوں کو ایک طرف آگاہ ہونا ضروری ہے تو دوسری طرف ان کے لئے نصیحت بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی بھی حکم کے معاملے میں اس طرح کا رویہ اختیار نہ کریں۔ احکام کی بجاآوری میں چوں و چرا سے مطلق کام نہ لیں، بلکہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" ان کا طرز عمل ہو۔ پھر اس گائے کو اس طرح ایک عظیم معجزے کے بطور پیش کیا گیا کہ اس کے ایک حصے سے اس مقتول کی لاش پر ضرب لگانے کا حکم دیا گیا جس کے قاتل کی نشان دہی لوگوں کے لئے مشکل ہوگئی تھی۔ چنانچہ اس ضرب کے نتیجے میں ایک طرف اس لاش نے تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہو کر انہیں قاتل کی نشان دہی کردی اور دوسری طرف موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشنے کی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا برملا اظہار بھی کردیا تاکہ دیدۂ بینا رکھنے والے اس سے نصیحت حاصل کریں اور انہیں

Marfat.com

کامل یقین ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی مخلوق کو اس کی موت کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اس سورہ کو فُسطاطُ القُرآنِ (قرآن کا خیمہ)، سِنَامُ القُرآنِ (قرآن کا کوہان یعنی چوٹی یا بلندی) اور سُورَۃُ الفِردَوسِ وغیرہ جیسے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

فضائل و برکات:۔ سورۃ البقرۃ قرآن کی عظیم سورتوں میں سے ایک ہے اور طوالت کے اعتبار سے اسے اولیت حاصل ہے۔ یہ سورہ سرچشمۂ علم و عرفان، نور و ہدایت اور فیوض و برکات کے لحاظ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا، احادیث مبارکہ میں اس کے متعلق بکثرت فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اُن میں سے چند احادیث کا ذکر کیا جارہا ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِی تُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ."

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلوٰۃ النافلة فی بیته وجواز ھا فی المسجد۔ ترمذی اور احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، ایسے گھر سے شیطان بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہو۔"

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ وَإِنَّ الْبَیْتَ الَّذِی تُقْرَأُ فِیْهِ الْبَقَرَةُ لَا یَدْخُلُهُ الشَّیْطَانُ."

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیة الکرسی) (قال الترمذی ھذا حدیث حسن وصحیح)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا: ''تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے۔''

أَخْـرَجَ التِّـرْمِذِيُّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَوٰى مُسْلِمٌ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِقْرَؤُا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أُخْذَهَا بَرَكَةٌ وَّتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَّلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ."

(صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة۔ سنن الترمذی، مسند احمد ج٥، ص٢٤٩، دارمی میں بھی حدیث روایت کی گئی ہے۔)

''ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور مسلمؒ نے ابی امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''سورہ بقرہ پڑھا کرو، بے شک اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا ترک کرنا حسرت (بدنصیبی) ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پاسکتے۔''

عَـنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ يَـقُوْلُ: "يُؤْتٰى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ. تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ." وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ. مَـا نَسِيْتُهُـنَّ بَـعْـدُ قَـالَ: "كَـأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَأَنَّهُمَا ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ. اَوْ كَاَنَّهُمَا حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ. تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا."

(صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب فضل قراءة القرآن و سورة البقرة۔ سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة آل عمران۔ مسند احمد ج ٤، ص١٨٣)۔

''نواس بن سمعانؓ روایت کرتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

Marfat.com

فرماتے ہوئے سنا کہ ''قیامت کے دن قرآن اور وہ اشخاص جو دنیا میں قرآن پر عمل کرتے تھے حاضر کئے جائیں گے۔ سب کے آگے سورہ بقرہ اور آل عمران ہوں گے'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی ایسی تین مثالیں بیان فرمائیں، جن کو میں اب تک نہیں بھولا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ دونوں بادلوں کے مانند ہوں گی یا دو کالے کالے سائبان کی طرح ہوں گی جن میں روشنی چمکتی ہوگی یا اس طرح ہوں گی جیسے کہ دو ٹکڑیاں پرندوں کی قطار باندھے اڑ رہی ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں اور عمل کرنے والوں کے حق میں حجت پیش کریں گی اور ان کی سفارش کریں گی۔''

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " إِقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِی يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهِ . إِقْرَأُوا الزَّهْرَاوَيْنِ: اَلْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ اَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ طَيْرٍ صَوَافَّ . تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا . اِقْرَؤُا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ . وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ . وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ ."

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھا کرو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا اور دو چمکتی ہوئی سورتیں پڑھا کرو ـــــ سورہ بقرہ اور آل عمران۔ اس لئے کہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کرنے کی غرض سے اس طرح آئیں گی جیسے کہ دونوں بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا اڑتے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں۔ سورہ بقرہ پڑھا کرو

Marfat.com

اس لئے کہ اس کا پڑھنا موجب برکت ہے اور اس کا ترک کردینا حسرت (حرماں نصیبی) ہے اور باطل اس کے مقابلے کی استطاعت نہیں رکھتے۔"

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَبْدُاللهِ: مَنْ قَرَأَ عَشَرَ آيَاتٍ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ لَمْ يَدْخُلْ ذٰلِكَ الْبَيْتَ شَيْطَانٌ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى يُصْبِحَ: أَرْبَعًا مِنْ أَوَّلِهَا وَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَآيَتَانِ بَعْدَهَا وَثَلَاثُ خَوَاتِيْمِهَا أَوَّلُهَا "لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ ..."

(سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل اول سورة البقرة وآیة الکرسی)

"شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: جس نے رات میں سورہ بقرہ سے دس آیات تلاوت کی اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے ـــــ شروع کی چار آیات، آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیات اور خاتمہ کی تین آیات جو لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ سے شروع ہوتی ہیں۔"

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ ن السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سِنَامًا وَسِنَامُ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، مَنْ قَرَأَهَا فِيْ بَيْتِهِ نَهَارًا لَمْ يَدْخُلْهُ الشَّيْطَانُ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَمَنْ قَرَأَهَا فِيْ بَيْتِهِ لَيْلًا لَمْ يَدْخُلْهُ الشَّيْطَانُ ثَلَاثَ لَيَالٍ."

(مسند ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، البیقهی، حدیث کا پہلا ٹکڑا سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة وآیة الکرسی اور سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل سورة البقرة میں بھی موجود ہے)

"سہیل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک ہر چیز کا کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان (بلندی) سورہ بقرہ ہے، جس نے اپنے گھر میں اسے دن میں پڑھا، اس (گھر) میں تین دنوں تک شیطان داخل نہیں ہوگا

اور جس نے اپنے گھر میں رات میں اس کی تلاوت کی، اس میں تین راتوں تک شیطان داخل نہیں ہوگا۔"

پڑھنا دراصل مطالعہ کے معنی میں ہے۔ مطالعہ اس پڑھنے کو کہتے ہیں جو جان کاری، آگاہی، باخبری، واقفیت اور علم کے لئے ہوتا ہے۔ خواہ کوئی بھی چیز ہو، اس کے مطالعے کے لئے عام طور سے لفظ پڑھنا ہی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن کہنے اور سننے والے دونوں ہی اس سے صرف اور صرف مطالعہ ہی مراد لیتے ہیں۔ مثلاً اخبار کا پڑھنا یا اشتہار کا پڑھنا یا کتاب کا پڑھنا یا خط کا پڑھنا وغیرہ۔ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے آج کا اخبار پڑھ لیا ہے تو اس سے کہنے والے اور سننے والے دونوں ہی کے ذہن میں یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ پڑھنے والے نے اخبار میں شائع شدہ خبروں سے آگاہی حاصل کرلی ہے۔ لیکن یہ عجیب اور افسوس ناک المیہ ہے کہ قرآن اور صرف قرآن سے متعلق عام طور سے یہ باور کرلیا گیا ہے کہ اس کا پڑھنا محض الفاظ وحروف کو زبان سے ادا کردینا ہے اور بس۔ طرۂ امتیاز یہ کہ قرآن کے پڑھنے والے ان الفاظ وحروف کو زبان سے ادا کرلینے کے بعد اس کے مطالعے کی جو فضیلتیں اور برکتیں ہیں، اپنے آپ کو ان فضیلتوں اور برکتوں کے حق دار اور امیدوار بھی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ جب کہ خود قرآن ہی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سخت تنبیہ اور ملامت کرتے ہوئے کہا ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ (مُحمّد: ٢٤)

"کیا یہ لوگ قرآن میں غور وتدبر نہیں کرتے (بس یوں ہی پڑھ لیتے ہیں) یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں (کہ اس کی ہدایات وتعلیمات ان کے دلوں میں نہیں اترتے؟)

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیثیں بھی شاید ایسے ہی پڑھنے والوں کے لئے بیان ہوئی ہیں جن میں کہا گیا ہے:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ فِیْهِ حَتّٰی یَعُوْدَ السَّهْمُ إِلٰی فُوْقِهٖ."

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجرو المنافق و أصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کچھ لوگ میرے بعد مشرق سے نکلیں گے، وہ قرآن پڑھیں گے۔لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔وہ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے، جیسے تیر شکاری جانور میں سے آر پار نکل جاتا ہے۔پھر دین میں داخل نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تیر اپنے چلے میں لوٹ آئے۔''

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَخْرُجُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ."

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی صفة المارقة)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانے میں چھوٹے چھوٹے دانتوں والے کم عقل بے وقوف لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔بات تو وہ کہیں گے جو سارے جہان کی باتوں سے افضل ہے (یعنی قرآن کی بات) لیکن وہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جیسے تیر شکاری جانور سے آر پار نکل جاتا ہے۔''

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَأْتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ."

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

''حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''اخیر زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو چھوٹے چھوٹے دانتوں والے کم عقل بے وقوف ہوں گے۔ بات تو وہ کہیں گے جو سارے جہاں کی باتوں سے افضل ہے (یعنی قرآن کی بات)۔ لیکن وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکاری جانور سے آر پار نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔''

حالانکہ قرآن کا نزول ہی اس لئے ہوا ہے کہ لوگ اسے ہدایت کے حصول کے لئے پڑھیں۔ اس کی آیات پر ایمان لانے، اس کے احکامات کی پیروی کرنے اور اس کی ہر ہدایت کا اتباع کرنے کے لئے پڑھیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کو غور و توجہ سے پڑھنے اور سمجھتے ہوئے پڑھنے کے بعد ہی یہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور قرآن کریم کے پڑھنے کا حق ادا ہو سکتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ

(الْبَقَرَة: ۱۲۱)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے۔ (اس طرح اس حق کی ادائیگی کے ساتھ پڑھنے کے نتیجے میں) وہ اس (قرآن کریم) پر سچے دل سے ایمان لے آتے ہیں۔''

Marfat.com

محتویات: سورہ بقرہ قرآن کریم کی تمام سورتوں میں علی الاطلاق سب سے طویل ترین سورہ ہے۔ سورہ فاتحہ میں کی گئی صراط مستقیم کی ہدایت کی دعا کے جواب میں پورا قرآن کریم پیش کیا گیا ہے کہ یہ ہے وہ ہدایت نامہ جس کی تم نے دعا کی ہے، جس کی تمہیں واقعتاً ضرورت ہے اور جو حقیقی فلاح و کامرانی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ تو جس نے اس کی اتباع کی اور اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دیا، بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا اور فلاح پا گیا۔ اور اس کے برخلاف جس نے اس سے روگردانی کی، اسے پس پشت ڈالا، قیل و قال کا رویہ اختیار کیا اور اسے اختیار کرنے میں پس و پیش سے کام لیا اس نے صراط مستقیم کو گم کر دیا اور نتیجتاً ناکام و نامراد ہوا۔

سورہ فاتحہ میں صراط مستقیم کے قبول و اختیار کرنے یا رد کر دینے یا اس سے انحراف کرنے کے تعلق سے جن تین طبقوں ——— انعام یافتہ، مغضوب اور ضالین کی نشاندہی کی گئی ہے، سورہ بقرہ کی ابتدائی چند آیات میں مختصر، جامع اور بنیادی حیثیتوں سے اور باقی آیات میں بالتفصیل ان تینوں طبقوں کے عقائد و نظریات اور اعمال و کردار مع اسباب و محرکات اور ان کے نتیجے میں ان کے نیک و بد نتائج سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔

انعام یافتہ طبقہ میں مومنین صالحین کو تفصیلی ہدایات و احکامات سے نواز گیا ہے، جو عقائد و نظریات، عبادات و اطاعات، معاشرت و معیشت اور سیاست و تمدن کے مسائل و معاملات پر مشتمل ہے تاکہ انہیں اختیار کر کے وہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے فیضیاب ہو سکیں۔ مغضوب طبقہ یعنی اللہ تعالیٰ سے بغاوت، سرکشی اور سرتابی کرنے والے کافروں کو ان کے فرد جرم کی تفصیل پیش کی گئی ہے اور ضالین طبقہ یعنی راہ راست سے انحراف کرنے والے، گمراہیوں میں بھٹکنے والے اور تذبذب و تشکک کے شکار منافقین و کافرین کو متنبہ کیا گیا ہے تاکہ ایک طرف وہ خود ہوش کے ناخن لین اور بغاوت اور سرکشی سے باز آ جائیں اور کج روی ترک کر کے سیدھے طریقے سے راہ حق کو قبول کر لیں تاکہ عذاب الٰہی سے بچ

Marfat.com

سکیں اور دوسری طرف مومنین ان سے سبق لیں کہ اگر انہوں نے بھی کسی بھی معاملے میں اور کسی بھی موقع پر اس طرح کا رویہ اختیار کیا تو وہ بھی مغضوب اور ضالین طبقے میں شمار ہونے سے بچ نہیں سکیں گے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ، اس کے بھیجے ہوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے قبل مبعوث ہونے والے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام، قرآن کریم اور اس سے قبل نازل ہونے والی تمام کتابوں اور آخرت پر ایمان ویقین کی دعوت حسب حال، موقع اور ضرورت، دلائل وشواہد کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ عبادت ـــــــ نماز، صدقات، روزہ، حج اور جہاد وقتال فی سبیل اللہ سے متعلق احکامات ومسائل پیش کئے گئے ہیں۔ شراب، جوا، اور سود جیسے افعال کی خرابی اور مضرت سے واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے اور ان سے اجتناب لازم قرار دیا گیا ہے۔ حلال وحرام کی تخصیص فرمادی گئی ہے۔ مال حرام کا حصول شنیع فعل ٹھہرایا گیا ہے۔ انفاق مال کے حدود متعین کردیئے گئے ہیں۔ لین دین اور قصاص کے اصول اور طریقے بتادیئے گئے ہیں۔ وراثت ووصیت واضح کردی گئی ہیں۔ نکاح، طلاق، ایلاء، عدت، رضاعت اور دین مہر کے معاملات ومسائل بالتفصیل بیان کردیئے گئے ہیں۔

سورہ فاتحہ میں جس صراط مستقیم کی ہدایت ورہنمائی طلب کی گئی ہے اور جسے اختیار کرنے اور جس کے مطابق عمل کرنے کا انجام نعمت الٰہی کا حصول ہے۔ وہ نعمت اقوام عالم کی امامت ورہنمائی کی عظیم ذمہ داری ہے۔ جس عظیم ذمہ داری کا حق اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ کوئی قوم ان صفات کی سراپا حامل نہیں ہوجاتی، جن کے تقاضے سورۂ بقرہ میں پیش کئے گئے ہیں اور ان برے، غلط، گمراہ کن، پست اور ذلیل کردار و اعمال کو کلی طور پر خیر باد نہیں کہہ دیتی جن کے مرتکب بنی اسرائیل ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ان کی یہی امتیازی خصوصیات ہیں۔ لہٰذا، ان کے کالے کرتوتوں کو اختصار کے ساتھ

بھی اور بالتفصیل بھی بیان کردیا گیا ہے۔ ان باتوں کو بیان کر کے جہاں مومنین صالحین کو نصیحت کی جارہی ہے، وہیں قوم بنی اسرائیل کو ان کے جرائم گنا کر انہیں اقوام عالم کی امامت کی نعمت سے معزول اور محروم کیے جانے کے اسباب و وجوہ بھی پیش کیے جارہے ہیں اور امت محمدیہ کو اس منصب جلیلہ پر فائز کیے جانے کی اطلاع بھی دی جارہی ہے۔

چنانچہ آیت ۴۰ سے لے کر آیت ۱۴۱ تک مسلسل اور اس کے بعد بھی جستہ جستہ بنی اسرائیل کو ان سے لئے گئے میثاق اور عہدوپیمان کی یاددہانی کرائی گئی ہے۔ انہیں باور کرایا گیا کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے کیسی کیسی پست اور ذلیل حرکتوں کا ارتکاب کیا، اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمت غیر مترقبہ کو کس طرح پراگندہ کیا اور حقیر فائدے اور محض دنیاوی لذات کے حصول کے لئے اصول و شریعت کو پامال کیا، دین و ایمان تک کے سودا کرنے سے نہیں چوکے۔ اور جب کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاس ان کا خیر خواہ آیا اور انہیں قعر مذلت سے اوپر اٹھانا چاہا تو انہوں نے بجائے ان کی بات مان لینے اور اپنا رویہ درست کر لینے کے الٹے انہیں ہی مشق ستم بنایا، حتیٰ کہ ان کی جان کے درپے ہوگئے اور کتنوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لئے۔

چوں کہ منصب امامت پر اب مومنین کو فائز کیا جارہا ہے۔ لہٰذا ایک طرف سابقہ قوموں بالخصوص بنی اسرائیل کے واقعات و حالات سے آگاہ کر کے انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ کہیں وہ بھی اس نعمت عظمیٰ کو پانے کے بعد اسی طرح نہ ہوجائیں اور دوسری طرف انہیں زندگی کے معاملات و مسائل سے متعلق حقیقی رہنمائی سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ ان کے لئے عبادات و معاملات، معاشرت و معیشت، سیاست و مدنیت سے متعلق اہم، بنیادی اور ضروری ہدایات و احکامات بخشے گئے ہیں تاکہ ان کے لئے اس امامت عظمیٰ کو بہ تمام و کمال روبہ عمل لانے اور اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے میں ممد و معاون ثابت ہوسکیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ غلط راہوں میں بھٹکنے سے بچ سکیں۔ پھر ان

Marfat.com

اصول و احکامات، معاملات و مسائل کے اختیار کرنے اور ان پر عمل کرنے میں اگر بھول چوک ہو جائے، ان میں کوئی کمی، خامی یا کوتاہی رہ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں، اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں اور آئندہ ان سے بچنے کی توفیق طلب کریں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستے میں حائل رکاوٹوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈیں اور اس سے نصرت کی درخواست کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے ان کی نصرت فرمائے اور انہیں اپنے محبوب، برگزیدہ اور انعام یافتہ بندوں کی صف میں جگہ عنایت فرمائے۔

غرض کہ سورہ کی شروعات مومنین کے اوصاف سے ہوئی ہے اور خاتمہ مومنین کی دعا پر۔

☆☆☆

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾

الف، لام، میم

الٓمّٓ اور اس قسم کے دوسرے جو بھی الفاظ قرآن کی کئی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، انہیں حروف تہجی کے اسماء کہتے ہیں جن سے کلام مرکب ہوا کرتا ہے۔ یہ حروف ملا کر لکھے تو جاتے ہیں لیکن ہر ایک حرف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں، اسی بنا پر انہیں حروف مقطعات کہتے ہیں۔ حروف مقطعات سے شروع ہونے والی ۲۹ سورتیں ہیں جن میں سے کوئی یک حرفی ہے، اور کوئی ایک حرف سے زائد پر مشتمل۔

ان کے معنی و مفہوم سے متعلق ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ متشابہاتِ قرآن میں داخل ہیں اور متشابہات بھی اس درجے کے جن کے نہ لغوی معنی اور مفہوم معلوم ہیں اور نہ متکلم کے مقصد کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کا علم مستور ہے اور ان کا راز محجوب۔ ان کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور ممکن ہے کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا گیا ہو لیکن امت کے لئے کسی مصلحت کی بنا پر عام نہیں کیا گیا ہو۔ امام قرطبیؒ نے بھی حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور ابن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے اسی طرح کے اقوال محدثین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ہاں حروف مقطعات کے علاوہ قرآن کے متشابہ الفاظ کے لغوی معنی تو معلوم ہیں لیکن ان سے متکلم نے کیا مراد لیا ہے، یہ نہیں بتایا جا سکتا۔ قَالَ اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ کُلِّ کِتَابٍ سِرٌّ وَسِرُّ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَوَائِلُ السُّوَرِ. ”حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں میں کچھ اسرار ہیں اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے اسرار سورے کے آغاز (میں حروف مقطعات) ہیں“

Marfat.com

(تفسیر کبیر) وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: إِنَّ لِکُلِّ کِتَابٍ صَفْوَۃٌ وَصَفْوَۃُ هٰذَا الْکِتَابِ حُرُوْفُ تَهَجِّیْ ''اور حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: ہر کتاب میں کوئی خاص بات ہوتی ہے، اس کتاب (قرآن) میں خاص بات حروف تہجی ہیں'' (تفسیر کبیر)۔

بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ان حروف مقطعات سے بہت ساری قرآنی سورتوں کی ابتداء ان اہل عرب کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ یہ قرآن ان ہی حروف سے مرکب ہے جن سے تمہاری تحریر و تقریر کے کلمات بنتے ہیں، لیکن اس جیسی ایک آیت بھی لانے سے تم عاجز ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے، کسی انسان کا ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سورتوں کے شروع میں ان حروف کا بیان کیا جانا قرآن کے اعجاز کے لئے ہے۔

البتہ مفسرین نے ان کے معنی جاننے اور اس کے استعمال کے سمجھنے کی کوششیں کی ہیں، لیکن وہ کسی ایک، دو یا چند نتیجے پر متفق نہیں ہیں، بلکہ ہر کسی کے الگ الگ خیالات ہیں اور اپنے اپنے خیالات کی اپنے طور پر توجیہہ پیش کی ہیں۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں مثلاً ـــــ

☆ یہ ان سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں یہ حروف آئے ہیں۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ اس طرح مختصر نام رکھنے کا دستور قدیم اہل عرب میں رہا ہے۔ جیسے عین سے مراد چاندی، نون سے مراد مچھلی، قاف سے مراد ایک مخصوص پہاڑ وغیرہ مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں جو تبرک کے بطور سورتوں کے شروع میں لائے گئے ہیں۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے اجزاء ہیں مثلاً ـــــ ''الـر'' ''حم'' اور ''ن'' کا مجموعہ اسم ''الرحمن'' ہے۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں ہیں۔ علامہ ابن کثیر حضرت عکرمہ اور ابن عباسؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ الٓمٓ کے معنی اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ ہیں۔

Marfat.com

☆ یہ قرآن کے نام ہیں۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کے لئے بطور اشارے ہیں، جن کی شروعات مذکورہ حروف سے ہوتی ہیں۔ مثلاً ''الف'' اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کے لئے ـــــ أحد، أوّل، آخر، أزلی، أبدی۔ ''لام'' اشارہ ہے لطیف کے لئے اور ''میم'' اشارہ ہے مالك، مجید، منان کے لئے۔

☆ ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے نام کے لئے ہیں اور بعض دیگر کے نام کے لئے۔ مثلاً ـــــ ''الف'' اللہ کے لئے ہے، ''لام'' جبریلؑ کے لئے اور ''میم'' محمدؐ کے لئے ـــــ اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی جبریلؑ کی زبان کے واسطے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وغیرہ۔

غرض کہ جن لوگوں نے معانی ومفہوم بتانے کی کوششیں کی ہیں وہ ظنی ہیں، اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ ان حروف سے حق تعالیٰ کا مراد یہی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جس زمانے میں قرآن کریم کا نزول ہوا ہے اس دور کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور پر کیا جاتا تھا۔ اس لئے سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے۔ بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا۔ اس طرح مفسرین کے لئے ان کے معنی متعین کرنا مشکل ہوگیا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ وہ مشرکین عرب جو قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھے اور وہ یہی باور کرانے کی کوشش کرتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں اور سے کسی ایسے شخص سے اس طرح کا کلام سیکھ کر آتے ہیں جو کوئی کلام اور زبان و انداز بیان کا بہت ہی بڑا ماہر شخص ہے۔ اس کے علاوہ وہ قرآن کے ہر ایک معاملے کو ژرف بینی سے چھانتے رہتے تھے تاکہ انہیں کسی طرح یہ ثابت کرنے کا موقع ہاتھ آجائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت مبارزت

Marfat.com

بھی دی کہ تم سب مل کر بھی قرآن کے مقابلے میں ایک سورہ ہی بنالاؤ تو جانیں۔اسی کے ساتھ قرآن میں بکثرت مقامات پر اس کے من جانب اللہ ہونے کی دلیلیں بھی پیش کی گئیں۔ان سب کے باوجود بھی ان مشرکین کی جانب سے ان حروف مقطعات سے متعلق کسی قسم کا اعتراض نہیں پایا جاتا ہے ورنہ وہ ضرور کہتے کہ لو یہ کیسا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جن کے معانی ومطالب معلوم ہیں نہ ان کا استعمال ہی مروجہ اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے پھر بھی دعویٰ ہے کہ قرآن کتاب اللہ ہے اور کتاب ہدایت ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ حروف مقطعات مروجہ کلام عرب سے الگ کوئی چیز نہیں ہیں، بلکہ ان کے استعمال سے وہ خوب اچھی طرح واقف تھے۔ مزید برآں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں عرب میں اسی طرح کے کلمات شروع میں استعمال کرنے کے ثبوت بھی ملتے ہیں، جو یا تو کسی لفظ کی علامت ہوا کرتے تھے یا کسی چیز کی طرف اس سے اشارہ مقصود ہوتا تھا۔

اب یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ آیا جب قرآن کریم کے ان حروف مقطعات سے کسی کو واقفیت ہی نہیں ہے تو کہیں ایسا تو نہیں کہ قرآن سے ہدایت کے حصول میں کوئی نقص واقع رہ جاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ نقص واقع نہیں رہتا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کے ان اجزاء کے معنی، مفہوم اور استعمال ہدایت کے حصول کے لئے ضروری ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس علم کو بھی محفوظ رکھا ہوتا، جس طرح قرآن کے ہر ایک حرف تک کو انہوں نے محفوظ اور علیٰ حالہ قائم رکھا ہے۔اس لئے کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے اور اس حفاظت کی اطلاع بھی ہمیں دے دی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ○ (الحجر : ۹)

”بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“

چنانچہ اپنے نزول کے وقت سے لے کر اب تک قرآن من وعن، لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً محفوظ ہے اور اس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا۔اس کی

بہترین مثال خود یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معانی و مطالب سے آگاہی نہ رہنے کے باوجود بھی یہ علیٰ حالہٖ تلاوت کا حصہ ہیں۔ ان کے محفوظ رہنے میں خود بخود یہ بات شامل ہوجاتی ہے کہ ہدایت کے طالبوں کے لئے یہ قرآن ہر طرح سے اور تمام حالات وظروف اور زماں و مکاں میں کامل و اکمل ہے۔ لہٰذا ان حروف مقطعات کے معنی ومفہوم کے جاننے اور سمجھنے پر قرآن سے ہدایت کے حصول کا انحصار نہیں ہے۔

البتہ ان حروف مقطعات پر ایمان رکھنا ہر مومن کے لئے ضروری ہے، ٹھیک اسی طرح جیسا کہ ان کے علاوہ آیات قرآنی پر ہمارا ایمان ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی نازل شدہ ہیں۔ اور ان سورتوں کے حصے ہیں جن کے شروع میں یہ حروف آئے ہیں۔ مزید برآں قرآنی کلام ہونے کی حیثیت سے دیگر سورتوں اور آیتوں کی طرح ان حروف مقطعات کی بھی فضیلتیں اور برکتیں اپنی جگہ مسلم ہیں۔ مثلاً الٓمّٓ سے متعلق حدیث مذکور ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالىٰ فَلَهٗ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُوْلُ "الٓمّٓ" حَرْفٌ وَلٰكِنْ "أَلِفٌ" حَرْفٌ وَ"لَامٌ" حَرْفٌ وَ "مِيْمٌ" حَرْفٌ."

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قراء حرفا من القرآن ماله من الأجر)

''عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کوئی حرف پڑھا، اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ ''الٓمّٓ'' ایک حرف ہے، بلکہ ''الف'' ایک حرف ہے، ''لام'' ایک حرف ہے اور ''میم'' ایک حرف ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔

اس کا دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے —— ''بے شک یہ وہ کتاب ہے جس میں متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔''

اہل نحو کے نزدیک ''ذٰلِكَ'' اشارہ بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن عام طور پر مفسرین نے یہاں ''ذٰلِكَ'' سے مراد اشارہ قریب ''ھٰذَا'' لیا ہے (یعنی یہ کتاب) اور اس کی مختلف توجیہات اور دلائل پیش کی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سے حقیقی تفہیم نہیں ہوتی ہے۔ دراصل یہاں اشارہ قریب ''ھٰذَا'' پوشیدہ ہے اور ''ذٰلِكَ'' اس پر زور اور تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ سورہ فاتحہ میں جس صراط مستقیم کی دعا کی گئی تھی اس کے جواب میں اور اس دعا کی قبولیت کے نتیجے میں یہ کتاب (قرآن کریم) پیش کی جارہی ہے کہ —— ''لو یہ ہے وہ کتاب جس کی تمہیں فی الواقع ضرورت ہے اور جس کی تم نے دعا اور درخواست کی ہے۔''

''الکتاب'' سے مراد قرآن کریم ہے جو سراپا ہدایت ہے جیسا کہ آگے ''ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ'' بیان ہوا ہے۔

اس الکتاب سے متعلق مطلق لفظ ''بے شک'' استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب (قرآن کریم) جو پیش کی جارہی ہے ایک ایسی کتاب ہے جو ہر طرح کے شکوک و شبہات سے بالکل پاک ہے۔ اس کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے یا اس کے کتاب ہدایت ہونے یا اس کی تعلیمات و ہدایات، حکایات و احکامات، دلائل و براہین حتیٰ کہ الفاظ و تراکیب کے بیان، غرض کہ کسی بھی معاملے میں ذرہ برابر بھی کسی قسم کے شک و شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ ایسا اس لئے ہے کہ یہ کلام ہدایت رب العالمین

Marfat.com

کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا:

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۲﴾ (السَّجدَة : ۲)

"اس کتاب کی تنزیل بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔"

ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کریم سے متعلق پہلے ہی یہ بات واضح ہو جائے اور قاری کا ذہن اس امر میں صاف ہو جائے کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے اور منزل من اللہ ہونے کی حیثیت سے پوری کتاب اور اس کا ہر ایک حکم، اس کی ہر ایک تعلیم اور ہدایت، اس کا ہر ایک واقعہ، اس کی ہر ایک تمثیل اور دلیل غرض کہ تمام مندرجات ہر طرح کے شکوک و شبہات سے پاک اور بالاتر اور حقائق و معارف پر مبنی ہیں تاکہ کوئی شخص اطمینان قلب اور کامل یقین و اعتماد کے ساتھ اس کتاب کی تلاوت کرے، اس کے علم و ہدایت سے اکتساب فیض کرے اور اس کی ہدایات اور احکامات پر کامل یکسوئی اور سکون اور طمانیت قلب کے ساتھ عمل کر سکے۔

"هُدًی" کے معنی ہدایت کرنا رہنمائی کرنا یا ہدایت دینے والی یا رہنمائی کرنے والی (یہ کتاب)۔

"مُتَّقِیۡنَ" اسم فاعل جمع ہے۔ اس کی واحد شکل "مُتَّقِیۡ" ہے۔ یہ "اِتِّقَاء" سے مشتق ہے، جس کا مادہ "وَقٰی" ہے "وَقٰی" کے معنی میں حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا، کسی چیز کے ضرر سے حفاظت کرنا یا بچانا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق متقی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو نادرست، غلط، برے اور مضر افکار و نظریات اور اعمال و کردار کے ضرر سے بچاتے ہوئے نیک، درست اور مطابق و موافق فطرت افکار و اعمال کی حفاظت میں دے دے۔

لفظ "تقویٰ" کی تفہیم اس آیت سے بخوبی ہو جاتی ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۚ﴿۶۲﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ؕ﴿۶۳﴾ (یُونُس : ۶۲،۶۳)

Marfat.com

"یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے اور نہ ان کے لئے حزن و ملال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔"

یہ "کتاب" قرآن کریم ہے تو سراپا ہدایت لیکن اس سے اکتساب ہدایت کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ لہذا، اس ہدایت سے متقی لوگ ہی فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے انسانوں کو آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے بصارت کے لئے دی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بصارت اس وقت تک اپنا کام نہیں کر سکتی جب تک کہ آنکھیں کھول کر ان سے دیکھنے کا کام نہ لیا جائے۔ اس لئے کہ بند آنکھوں سے ان میں دیکھنے کی صلاحیت اور روز روشن کے عیاں ہونے کے باوجود کچھ بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔

یہ متقین اصل میں مومنین ہیں جیسا کہ متقین کی تعریف اور خصوصیات آگے کی آیات میں واضح کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مومن ہی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، خالقیت، حاکمیت، مالکیت، رحمانیت اور رحیمیت وغیرہ صفات علیا کو اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے۔ چنانچہ ان حقائق کے علم کی بنیاد پر ہی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور اپنی پوری زندگی اسی کی عبادت کے لئے وقف کر دیتا ہے اور زندگی کے جملہ معاملات میں اسی کا مطیع فرمان ہو کر رہتا ہے۔ یہی تقویٰ ہے اور تقویٰ میں اضافے اور اس پر قائم رہنے کی بنیادی وجہ بھی۔ چنانچہ مومنین ہی قرآن سے ہدایت اخذ کرتے ہیں، اسے اپنی زندگی کے تمام معاملات میں بروئے کار لاتے ہیں اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے مستفیض ہوتے ہیں، گو کہ قرآن ہر قاری کے لئے عام ہدایت ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل : ۸۲)

"ہم قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لئے تو شفا اور رحمت ہے، لیکن ظالموں کے لئے خسارے کے سوا کسی اور چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔"

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○

(الْاَعْرَاف : ٥٢)

"ہم ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے اور جو ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ○

(يُوْنُس : ٥٧)

"لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے۔"

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○

(النَّحْل : ٦٤)

"اور (یہ کتاب) رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے، ان لوگوں کے لئے جو اسے مان لیں۔"

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ○ع

(النَّحْل : ٨٩)

"اور یہ کتاب ہم نے تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔"

یہاں ھُـدًی کا لفظ بھی مطلق استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، خواہ وہ اخلاق و کردار سے متعلق ہو کہ معاشرت معیشت اور سیاست سے متعلق، تمام امور، مسائل اور معاملات، تمام ضابطے اور قانون اور عالم انسانیت کے تمام اجزاء خواہ اس کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، خاندان سے متعلق ہو کہ معاشرے سے متعلق، ریاست و حکومت سے متعلق ہو یا بین الاقوامی معاملات و تعلقات سے متعلق، اس ھدی سے مستغنی نہیں ہے۔

Marfat.com

سورہ فاتحہ کی کی گئی دعا ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝لا'' کے جواب میں کتابِ ہدایت قرآن کریم پیش کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ صراط مستقیم جس کی تمہیں فی الواقع ضرورت ہے اور جس کی تم نے درخواست پیش کی ہے اور جس صراط مستقیم پر عمل آوری ہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکامات اور اس کی مرضیات کی بجا آوری کا پورا پورا حق ادا ہو سکتا ہے اور جس کی خلاف ورزی یا جس سے بے اعتنائی گمراہی ہے اور موجب غضب و عذابِ الٰہی۔

☆☆☆

Marfat.com

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

''یُؤْمِنُوْنَ'' فعل کا مصدر ''اِیْمَانٌ'' ہے اور یہ ''اَمْنٌ'' سے ماخوذ ہے۔ ایمان، کفر و شرک کی ضد ہے۔ ایمان کے معنی یقین، اعتماد اور اعتقاد کے ساتھ تصدیق کرنا یا مان لینا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تصدیق کرنا اور ماننا تکذیب، تشکک، تردد اور تذبذب کی بھی ضد ہے۔ شرعاً ایمان کے معنی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام اطلاعات اور تعلیمات کی یقین، اعتماد اور اعتقاد کے ساتھ تصدیق کرنا اور مان لینا ہے، جن کے متعلق معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ یا آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی اطلاعات یا تعلیمات یا احکامات ہیں۔ یہ تصدیق کرنا اور مان لینا سچے دل اور طمانیتِ قلب کے ساتھ ہو، جس کا اقرار زبان سے بھی کیا جائے اور جس کا اظہار عمل سے بھی ہو۔ چنانچہ جمہور محدثین کے نزدیک شرعاً ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے ــــــ دل سے حق باتوں کا یقین و اعتماد رکھنا، زبان سے ان کا اقرار کرنا اور اعضا و جوارح سے ان کے تقاضے پر عمل کرنا۔ اس بنیاد پر جس شخص کے صرف اعتقاد میں خلل ہے وہ منافق ہے، جس کے اقرار میں خلل ہے وہ کافر مجاہر ہے اور جس کے عمل میں خلل ہے وہ فاسق ہے اور ان تین باتوں پر سبھوں کا اتفاق ہے۔

اللہ تعالیٰ یا آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات سے صرف باخبری قطعی ایمان نہیں ہے۔ ورنہ شیطان کے علاوہ کفار و مشرکین کی ایک کثیر تعداد کیا کم واقفیت رکھتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں کفار و مشرکین کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صادق اور امین ہونے کا ان کو پورا پورا

Marfat.com

یقین تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے حق کی گواہی نہ دی اور نہ ہی ان کی باتوں کو مانا۔ لہذا وہ مومن نہیں ہو سکے۔

قرآنی آیات انہیں اچھی طرح واضح کردیتی ہیں، مثلاً سچے اور پختہ دل سے ایمان قبول کرنے سے متعلق قرآن کہتا ہے:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ (المُجَادَلَة : ٢٢)

''وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے۔''

ایمان کے لئے طمانیت قلب کو لازمی قرار دیا گیا ہے:

وَقَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ (النّحل : ١٠٦)

''اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو۔''

ایمان صرف اقرار باللسان سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے صدق دلی سے قبول کرنا بھی ضروری ہے:

مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُہُمۡ ۛۚ (المَآئِدَة:٤١)

''ان لوگوں میں سے جو منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر ان کے دل مطلق ایمان نہیں لائے۔''

اور اس کے ساتھ ہی اعمال صالحہ کے لازمی جزو ایمان ہونے سے متعلق بھی صراحت کردی گئی ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿ؔ۸۲﴾ (الاَنعَام : ٨٢)

''حقیقت میں تو امن انہیں کے لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔''

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ

Marfat.com

الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ (الْحُجُرٰت : ١٤)

''یہ اعرابی کہتے ہیں کہ ''ہم ایمان لائے۔'' ان سے کہو تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ''ہم مطیع ہو گئے۔'' ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔''

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الْحُجُرٰت : ١٥)

''حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے (ایمان والے) لوگ ہیں۔''

احادیث مبارکہ میں بھی ایمان سے متعلق وضاحتیں ملتی ہیں۔ مثلاً:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْإِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ، اَوْبِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ. وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ."

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وافضلها وادناها وفضیلة الحیاء وکونه من الایمان۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان۔ البتہ اس میں بیچ کا ٹکڑا نہیں ہے)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان ستر سے اوپر یا ساٹھ سے اوپر حصوں میں منقسم ہے، اسکا افضل ترین حصہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور کمترین حصہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے۔ اور حیا ایمان کا حصہ ہے۔''

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ."

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من

Marfat.com

الایمان۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من الاھل والوالدۃ والولدہ والناس اجمعین)

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات کو والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔''

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوٰهُمَا وَ أَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ."

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصائل من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا ــــ (۱) جس کو ماسوا سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوب ہوں (۲) جو دوسرے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے محبوب رکھے اور (۳) جو حالت کفر میں لوٹنے کو (جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس حالت سے نکال لیا ہے) اتنا ہی برا جانے جتنا کہ آگ میں ڈالے جانے کو۔''

عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ: " ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ، مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا."

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من رضی باللہ ربا وبالاسلام

دنیا و بمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رسولا فهومؤمن وان ارتکب المعاصی الکبائر۔ مسند احمد، ج ۱ ص ۲۰۸)

''حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (اللہ تعالیٰ کے) رسول ہونے پر راضی ہوا۔''

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ (الْبَاهِلِیِّ) عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ قَالَ: "مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطیٰ لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ."

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، حدیث نمبر ۴۶۸۱۔ مسند احمد، ج۳ص ۴۳۰۔ سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب ۶۰، حدیث نمبر ۲۵۲۱۔ سنن الترمذی عن معاذ بن انس مع تقدیم و تاخیر وفیه فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيْمَانَهٗ)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کو محبوب رکھے یا کسی سے بغض رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کسی کو دینے سے ہاتھ روکے تو (اس نے) اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔'' امام ترمذیؒ نے حضرت معاذ بن انسؓ سے تقدیم اور تاخیر کلمات کے ساتھ نقل کیا ہے اور ان کی روایت میں سے ہے کہ ''اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔''

اَلَّذِیْنَ: ''اَلَّذِیْنَ'' اشارہ ہے متقین کی تعریف یا اوصاف کے بیان کی طرف جو آگے آرہے ہیں۔ اس کا مطلب ہوگا ——— وہ متقین جن کے اندر یہ اور یہ خصوصیات ہوتی ہیں یا جن کے اندر یہ اور یہ اوصاف ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اَلْـغَیْبِ : ''اَلْـغَیْبِ'' مصدر ہے۔ جو چیزیں آنکھوں سے چھپ جائے اس پر ''غـاب'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ قاضی بیضاوی کے مطابق ''غـاب'' سے ذاتوں کے لئے مبالغے کی صفت کے بطور ''غیب'' بنادیا گیا ہے۔ یہاں ''غیب'' سے مراد وہ مخفی امور ہیں جو ہمارے حواس، ادراک، مشاہدے اور تجربے سے ماورا ہوں اور ان کے جاننے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط

(النَّمْل : ٦٥)

''ان سے کہو، اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔''

اَمْ عِنْدَھُمُ الْغَیْبُ فَھُمْ یَکْتُبُوْنَ ۝ط (الطُّوْر : ٤١)

''کیا ان کے پاس غیب کے حقائق کا علم ہے کہ اس کی بناپر یہ لکھ رہے ہوں؟''

اس لئے کہ اس کی کنجیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں:

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ ط (الْاَنْعَام : ٥٩)

''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

لفظ ''شَھَادَہ'' (ظاہر کھلا ہوا) اس کی ضد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت اس کا عالم الغیب والشھادۃ ہونا بھی ہے۔

البتہ صرف ان ہی غیبی امور سے ہمیں وحی و رسالت کے ذریعہ مطلع کیا گیا ہے جن کا جاننا ہماری ہدایت کے لئے مفید اور ضروری ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، رسالت، ملائکہ، قیامت، آخرت، جنت و دوزخ وغیرہ کا علم۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ط (فَاطِر :١٨)

''تم صرف انہیں لوگوں کو متنبہ کرسکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔''

Marfat.com

لہذا متقین وہ ہیں جو بنیادی طور پر اور سب سے پہلے ان غیب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور ان امور پر بھی ایمان رکھتے ہیں جن کا علم ہمیں نہیں بخشا گیا ہے۔

غیب پر ایمان لانا اسلام کی بنیاد ہے اور صراط مستقیم کے حصول کے لئے پہلی لازمی شرط۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کی تخلیق کردہ لامتناہی کائنات، اس کی تعلیمات و ہدایات، حتیٰ کہ خود ہماری اپنی ذات، اس کی حیثیت و حقیقت تمام چیزیں ہمارے حواس، ادراک، مشاہدے اور تجربے سے ماورا ہیں، اس کے ساتھ ہی آئندہ پیش آنے والے معاملات و حالات سے بھی ہم مطلق بے خبر ہیں۔ چنانچہ ہمیں ان غیبی امور پر ایمان لانا ضروری ہے تا کہ ہم اپنے وجود اور اس کی حقیقت سے باخبر ہو سکیں، اس کائنات حتیٰ کہ اسی دنیا جس میں ہم سانس لے رہے ہیں، کی فطرت سے ہم آہنگ ہو سکیں، اپنی زندگی کو صحیح رخ دے سکیں اور اپنے مشن میں کامیاب ہو سکیں:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف (البَقَرَة : ٢٨٥)

"یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔"

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ (النِّسَآء : ١٣٦)

"جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔"

"ایمان بالغیب" ایک جامع عنوان ہے۔ اس کے تحت بہت سارے امور آتے ہیں، مثلاً ــــــ اللہ تعالیٰ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، قیامت پر ایمان، جنت و دوزخ پر ایمان، مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان، ملاقات الٰہی پر ایمان، تقدیر پر ایمان وغیرہ۔ ایمان بالغیب کا افضل ترین حصہ شروع ہوتا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا

Marfat.com

اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے۔

ایمان بالغیب سے متعلق تفصیلات اور اس کے مختلف اجزاء آگے اس سورہ میں بھی اور پورے قرآن میں بھی مختلف مواقع پر مذکور ہیں اور جہاں ضرورت سمجھی گئی، ان کی حقانیت اور حقیقت کو دلائل و براہین سے بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ: یُقِیْمُوْنَ "اِقَامَ" سے ماخوذ ہے۔اِقام کا مادہ قَوَّمَ ہے۔اس کے معنی سیدھا کرنا یا کھڑا کرنا ہے۔"اِقَامَ الْاَمْر" کے معنی ہیں کام کو درست حالت میں رکھنا،"اِقَامَ الْعُوْد" کے معنی لکڑی کا سیدھا کرنا ہے۔

قرآن کریم میں اس کے مختلف مشتقات استعمال ہوئے ہیں جیسے ——

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ، اَلْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ۔ صلوٰۃ کے ساتھ اقامت کو مخصوص کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے آداب، شرائط، ارکان، سنن، حدود، واجبات اور اوقات وغیرہ کو ان کے حقوق کے التزام کے ساتھ بدرجہ اتم پورے کیے جائیں، خواہ ان کا تعلق نماز کی صوری کیفیت سے ہو یا معنوی کیفیت سے، اس کے ظاہری آداب و اعمال سے متعلق ہو یا باطنی احساسات و توجہات سے متعلق۔

اقامت صلوٰۃ کے آداب، حدود، واجبات اور حقوق سے متعلق مختلف قسم کی ہدایات قرآن کریم میں اپنے اپنے موقع و محل کے تحت بیان ہوئے ہیں۔ ان میں پہلی چیز اخلاص، للّٰہیت اور یکسوئی ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔فرمایا گیا:

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۥ

(الْاَعْرَاف : ۲۹)

"ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے۔"

اسی تقاضے کے تحت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا:

Marfat.com

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الْاَنْعَام : ۷۹)

”میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

اس سے نماز کے لئے قبلہ رخ ہونے کی شرط بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اس باطنی خلوص، پاکیزگی اور للّٰہیت کہ جن کا تعلق قلب سے ہے کے ساتھ ہی ساتھ ظاہری اور خارجی طہارت و پاکیزگی بھی لازمی شرط ہے۔ جن میں وضو و غسل کا اہتمام اور لباس اور جائے نماز وغیرہ کو گندگی اور ناپاکی سے دور رکھنے کا التزام ضروری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ (الْمَآئِدَة : ٦)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہئے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔“

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (الْمُدَّثِّر : ٤، ٥)

”اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو۔“

نماز اپنے مقررہ اوقات پر ادا کرنا لازمی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (النِّسَآء : ۱۰۳)

”نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی اوقات کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔“

نمازوں کے مقررہ اوقات اس طرح ہیں:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ

(بَنِیٓ اِسۡرَآئِیۡل : ۷۸)

"نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو۔"

ان مقررہ اوقات میں ان نمازوں کو زندگی کے آخری سانس تک دائمی طور پر ادا کیا جانا ضروری ہے:

اِلَّا الۡمُصَلِّیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ ۪ۙ

(الۡمَعَارِج : ۲۲،۲۳)

"مگر وہ لوگ جو نماز پڑھنے والے ہیں جو نمازوں کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔"

نمازوں کی محافظت کا بھی خصوصی طور سے خیال رکھا جانا چاہیے، خواہ نماز سے قبل نماز کی تیاری کا معاملہ ہو یا عین حالت نماز کا معاملہ ـــــ ناپاکی اور نجاست کے علاوہ شیطانی وساوس، برے خیالات، لایعنی سوچ وفکر، سکون وطمانیت کے بجائے جسمانی حرکات وغیرہ سے محافظت۔ اور اس کے ساتھ ہی ان باتوں کا لحاظ رکھا جانا بھی ضروری ہے کہ مقررہ اوقات میں کوئی نماز ادا ہونے سے رہ نہ جائے اور اپنے رب کی بندگی کے اظہار میں کوئی کمی نہ رہ جائے:

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ؕ (الۡمَعَارِج:۳۴)

"اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔"

حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰی ۚ وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِیۡنَ ○

(الۡبَقَرَة : ۲۳۸)

"اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو، خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آگے اسی طرح کھڑے ہو جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں۔"

اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے اور اس یاد کو قائم اور محفوظ ومضبوط رکھنے کے

Marfat.com

لئے ہونے چاہئیں جو خشیت الٰہی سے مزین ہو، تا کہ نماز بالآخر فلاح کے حصول کا ذریعہ ثابت ہو سکے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طٰهٰ : ١٤)

''میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔''

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ لا الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ لا

(الْمُؤْمِنُوْن : ٢،١)

''یقیناً فلاح پائی ہے ان مومنوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔''

ورنہ جو نماز خشوع وخضوع اور خلوص وللٰہیت سے خالی ہوگی، وہ محض رسم کی ادائیگی ہو کر رہ جائے گی اور اس نماز سے مذکورہ فیوض وبرکات حاصل نہیں ہو سکیں گی۔

اگر اس طرح خلوص وللٰہیت اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز قائم کی جائے گی تو یہ نماز مومنین کی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے میں کلیدی رول ادا کرے گی:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط (الْعَنْكَبُوْت : ٤٥)

''یقیناً نماز فحش اور برائیوں سے روکتی ہے۔''

اقامت صلوٰۃ میں نماز کی اجتماعی ہیئت شامل ہے۔ ایک تو یہ کہ فلاح کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ شرطوں میں سے ایک شرط نماز با جماعت کی ادائیگی ہے جیسا کہ ہدایت کی گئی:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (الْبَقَرَة : ٤٣)

''اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں، ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔''

دوسرے یہ کہ دینی معاشرہ میں نماز کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اسلامی معاشرہ یا ریاست یا اقتدار —— جس قدر بھی ہو اور جیسا کچھ بھی ہو —— کا یہ فرض ہے کہ وہ نماز قائم کرے، اس کی اقامت کا نظم واہتمام کرے۔ لوگوں کو نماز سے مربوط رکھے۔ امام امت

Marfat.com

کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نماز با جماعت کا نظم قائم کرے۔ مومنین کے زمین پر اقتدار و اختیار کے حصول کے عظیم مقاصد میں سے ایک اہم اور بنیادی مقصد روئے زمین پر اقامتِ صلوٰۃ ہے۔ چنانچہ اسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (الحج:٤١)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔''

چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ کی اس بے آب و گیاہ سرزمین کو بسایا ہی تھا اس غرض سے کہ وہ وہاں نماز قائم کریں گے:

رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ... (ابراھیم : ٣٧)

''اے ہمارے رب! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ ہمارے پروردگار! یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں...''

اقامت صلوٰۃ جیسی بابرکت عبادت سے استفادے کی ہدایت بنی آدم کے لئے روز ازل سے ہے۔ چنانچہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس کی ہدایت فرمائی اور اس کی فرضیت سے آگاہ کیا۔ قرآن نے اس سلسلے میں کئی نبیوں کی مثالیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ نے کہا:

وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ (مریم : ٣١)

''اور (اللہ تعالیٰ نے) مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔''

حضرت اسماعیلؑ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع دی ہے:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ○

(مَرْيَم: ٥٥)

"وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔"

حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (طٰهٰ: ١٤)

"تو میری عبادت کر، اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔"

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (يُوْنُس: ٨٧)

"اور ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی (ہارونؑ) کو اشارہ کیا کہ "مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لئے مہیا کرو، اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھہرالو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو بشارت دے دو۔"

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○ (الْاَنْبِيَآء: ٧٣)

"اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔"

نماز کا اہتمام والتزام، خشوع وخضوع، مداومت ومحافظت وغیرہ مشکل امور ضرور ہیں لیکن یہ مشکلات اس وقت آسان ہوجاتی ہیں جب ایمان بالغیب اپنے تمام اثر و

Marfat.com

رسوخ کے ساتھ دلوں میں ثبت ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے ایمان کی دعوت دی گئی ہے پھر کہیں جا کر اقامت نماز کا فریضہ پیش کیا گیا ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؏ (البَقَرَة : ٤٥، ٤٦)

''بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے، مگر ان فرماں بردار بندوں کے لئے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انہیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔''

اور جن کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا ہے یا منافقت کی بیماری لگی ہوتی ہے، ان کے لئے تو نماز وبال جان ہے۔ لہٰذا، وہ کسی طرح مارے باندھے محض دنیا کو دکھانے کے لئے اپنی نمازیں بس سر سے اتار لیتے ہیں۔ قرآن اس طرح کے نمازیوں کے متعلق ہمیں خبر دیتا ہے کہ:

وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (التَّوبَة: ٥٤)

''نماز کے لئے آتے ہیں تو کسمساتے ہوئے آتے ہیں۔''

اور ایسے نمازیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سنائی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ (المَاعُوْن: ٤ـ٦)

''پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ و مامون رکھے، آمین!

الصَّلٰوة: لفظ صَلٰوة ''صَلّٰی'' سے ماخوذ ہے۔ اس کے لغوی معنی دعا یا دعائے رحمت و برکت کے ہیں اور دعا کے معنی ہیں پکارنا، سوال کرنا، مانگنا، التجا کرنا وغیرہ۔ اس طرح ''صَلِّ'' کے معنی ہوں گے ''تم دعائے رحمت و برکت بھیجو۔'' اس کے علاوہ اس کے

معنی تعریف بیان کرنا بھی ہے۔ مخصوص ارکان وآداب کے بجالانے کا نام اس لئے صلوٰۃ رکھا گیا کہ ان مخصوص ارکان وآداب کا لازمی جزو دعا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط (التَّوْبَة: ۱۰۳)

''ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔''

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الْاَحْزَاب: ٥٦)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور بکثرت سلام بھی بھیجا کرو۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت و برکت بھیجتے ہیں، ملائکہ بھی ان کے حق میں دعائے رحمت و برکت کرتے ہیں۔ لہذا تم بھی ان پر رحمت و برکت اور سلامتی کی دعا کیا کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَسَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ . اس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے جب صلاۃ کہی جائے گی تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت وبرکت نازل فرماتا ہے اور جب ملائکہ یا انسان کی طرف سے یہ کلمہ کہا جائے گا تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں رحمت و برکت کی دعا کی جاتی ہے۔

صلوٰۃ ایک معروف عبادت کا نام ہے۔ یہ نام بھی اس لئے پڑا کہ دعا ہی اس عبادت کا جزو اعظم اور منتہائے مقصود ہے، جس دعا کا اظہار زبان سے بھی کیا جاتا ہے، دل سے بھی اور اعضائے ظاہری سے بھی۔ یعنی صلوٰۃ قولی، قلبی اور فعلی تینوں اعتبار سے دعاؤں کا ممزوج مجموعہ ہے۔

جس صلوٰۃ کی اقامت مطلوب ہے وہ اپنے اصطلاحی معنی میں اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں چند مخصوص حمد وثنا، ذکر وتسبیح اور قرأت و دعا کے ساتھ کچھ مخصوص جسمانی

Marfat.com

اعمال جیسے تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، سجود اور قعود انجام دئے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر حمد و ثنا، ذکر و تسبیح، تکبیر و دعا، قرأت و قیام، رکوع و سجود، قعود و سلام کی مجموعی اور مخصوص شکل الصلوٰۃ (نماز) ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم بجالاتے ہوئے اور اپنی عاجزی اور تذلل، بے چارگی اور بے مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن تن و من کے ساتھ سراپا سپردگی کا کامل نمونہ بن کر انجام دیتا ہے۔

صلوٰۃ کے ارکان و اجزاء قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ مثلاً یہاں صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط (الْبَقَرَة : ١٤٤)

''اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو''

قُمِ اللَّيْلَ (الْمُزَّمِّل : ٢)

''رات کو نماز میں قیام کرو۔''

وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (الْبَقَرَة : ٤٣)

''رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کرو۔''

فَاسْجُدْ لَهُ (الدَّهر : ٢٦)

''اس کے لئے سجدہ بجالاؤ۔''

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الْجُمُعَة : ٩)

''تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو۔''

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (طٰهٰ : ١٣٠)

''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔''

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط (الْمُزَّمِّل : ٢٠)

''تو جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔''

Marfat.com

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝ (الۡوَاقِعَة : ٩٦)

"تو اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔"

یہ نماز کا متعین طریقہ ہے جس کا التزام ضروری ہے:

فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (الۡبَقَرَة: ٢٣٩)

"تو اللہ تعالیٰ کو اس طریقے سے یاد کرو جو اس نے تمہیں سکھادیا ہے جس سے پہلے تم ناواقف تھے۔"

متقین کی پہلی علامت یا صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری علامت یا صفت یہ بتائی جارہی ہے کہ وہ عملی زندگی میں صلوٰۃ کی اقامت کے پابند ہیں۔ یہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے اور ہر وقت اور ہر حال میں تعلق قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ ہے جس کے سہارے انسان اپنے کمال حقیقی کو پہنچ سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ (طٰهٰ : ١٤) "میری یاد کے لئے نماز قائم کرو" کے حکم کے بموجب ہو۔

صلوٰۃ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کا نام ہے، اس لئے انسان اللہ تعالیٰ کے حضور جس قدر زیادہ فروتنی، عاجزی اور انکساری اختیار کرے گا، اسی قدر زیادہ رحمت و برکت، خیرو نیکی اور صلاح و فلاح کی تجلی اس پر ضوفگن ہوگی اور ایمان کا اصل مقصد پورا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صلوٰۃ کو مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِيۡن (مومنوں کے لئے بلندیٔ مرتبہ کا ذریعہ) قرار دیا گیا ہے۔

دوسری طرف صدق دلی، جذبۂ خیر خواہی، اخلاص، للّٰہیت اور یکسوئی سے معمور صلوٰۃ، اس کی لازمی شرائط و واجبات وغیرہ کا کما حقہ لحاظ رکھتے ہوئے اس پر مداومت برتنے والوں کی روح کو جلا بخشتی ہے اور وہ جذبہ، تحریک اور صلاحیت پیدا کرتی ہے کہ خیرو صلاح انہیں مرغوب ہوجاتی ہیں اور گناہ اور منکرات سے وہ دور ہوتے چلے جاتے ہیں:

Marfat.com

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵

(الْاَعْرَاف : ۲۹)

''ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے۔''

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط (الْعَنْكَبُوْت : ۴۵)

''یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

صرف یہی نہیں بلکہ ہر طرح کے کارزار حیات میں صلوٰۃ روحانی اور جسمانی تقویت پہنچانے کا کام بھی بدرجۂ اولیٰ انجام دیتی ہے۔ چنانچہ ایسے موقعوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (الْبَقَرَة : ۱۵۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو''۔

صلوٰۃ کو عماد الدین بھی کہا گیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ پورے دین کا ستون ہے۔ ایک انسان ایمان لا کر دین میں داخل ہوتا ضرور ہے لیکن اس کے بعد دین پر عامل ہونے اور اس پر قائم رہنے کی بنیاد صلوٰۃ ہی ہے۔ صلوٰۃ کے تانے بانے دین کے ہر معاملے کو محیط ہیں۔ خواہ وہ تہذیبی و تمدنی معاملات ہوں یا معاشی و معاشرتی معاملات یا اخلاقی و تنظیمی امور ہوں یا سیاسی و عدالتی امور، صلوٰۃ مومنین کو مجتمع کرتی اور مجتمع رکھتی ہے، ان کے اندر معاشرتی اور تمدنی روابط قائم رکھنے کا مضبوط ذریعہ ہے، ان میں آپس میں برادرانہ تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ غرض کہ مسجد اور مسجد کا نظام ہی مومنین و مسلم معاشرے کی بنیاد اور اصل ہے۔ پورا اسلامی معاشرہ اس محور پر قائم رہتا ہے۔

رِزْقٌ: لغت میں ''رِزْق'' حصہ یا نصیب کا نام ہے۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کا ترجمہ مِمَّا اَعْطَيْنٰهُمْ کیا جاتا ہے۔ یعنی ہم نے جو کچھ عطا کیا ہے۔ مگر عرف عام میں رزق کسی

Marfat.com

شے کو کسی کے ساتھ خاص کر دینے اور اس سے اسے نفع اندوز ہونے پر قدرت دینے کو کہتے ہیں یعنی روزی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ۝ (الۡوَاقِعَة : ٨٢)

''اور اس نعمت میں اپنا حصہ تم نے یہ رکھا ہے کہ اسے جھٹلاتے ہو؟''

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ۝

(الۡمُنٰفِقُوۡنَ : ١٠)

''جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے کہ ''اے میرے رب کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔''

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ

(يُوۡنُس : ٥٩)

''ان سے کہو، تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتارا تھا، اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھیرا لیا!''

وَمَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا ؕ

(النَّحۡل : ٧٥)

''اور جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق عطا کیا ہے اور وہ اس میں سے کھلے اور چھپے خوب خرچ کرتا ہے۔''

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا (هُوۡد : ٦)

''زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔''

كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ۝

Marfat.com

(سَبَا : ۱۵)

''کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجا لاؤ، اس کا ملک ہے عمدہ اور پاکیزہ اور رب ہے بخشش فرمانے والا۔''

کبھی کبھی مال و اولاد، علم و حکمت اور فہم و عقل سلیم کے عطا کئے جانے کو بھی رزق کہتے ہیں۔

یُنفِقُوْنَ: اِنْفَاق ''نَفَقَ'' سے ہے جس کے معنی ہیں ایک چیز گزر گئی۔ اور نفق سرنگ کو کہتے ہیں کیوں کہ وہ زمین کے اندر چلی جاتی ہے۔ اسی سے ''نِفَاق'' ہے جس کے معنی ہیں ایک راستے سے دین میں داخل ہونا اور دوسرے راستے سے نکل جانا اور ''اَنْفَقَ'' جب لازم ہو تو اس کے معنی مال کا ہاتھ سے جاتا رہنا ہے۔ جیسے:

اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَۃَ الْاِنْفَاقِ ؕ (بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل: ۱۰۰)

''تو تم خرچ ہو جانے کے اندیشے سے ضرور روک رکھتے۔''

اس طرح انفاق کے اصل معنی کسی چیز کو ہاتھ سے خرچ کر دینے کے ہیں۔ یہاں بطور اصطلاح اس کے معنی راہ حق یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا نیک کاموں میں خرچ کرنا ہے ـــــ خواہ وہ زکوٰۃ ہو یا دوسرے واجبات و نفل صدقات و خیرات۔

مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ ہم نے رزق دیا ہے اور ہم نے رزق اسی لئے دیا ہے تاکہ اسے اسی کی راہوں میں اسی کی ہدایت کے مطابق خرچ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق اس کی امانت ہے جو اسی کی مرضی سے، اسی کی راہ میں اور اسی کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے گا تو وہ کیا جانے والا خرچ حق بجانب ہوگا اور یہی یہاں مطلوب بھی ہے۔ پھر یہ کہ اس طرح خرچ کرنا دراصل ہمارا کوئی احسان نہیں ہے کیوں کہ ''مِمَّا'' کہہ کر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ''وہ رزق ہم نے بخشا ہے'' اور ظاہر ہے کہ عطا کرنے والے نے جس مقصد کے لئے عطا کیا ہے اس کے

Marfat.com

اس مقصد کو پورا کرنا ہماری ذمہ داری ہے نہ کہ ہمارا احسان:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (اٰلِ عِمْرٰن : ۹۲)

''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہ ہوگا۔''

ایمان بالغیب، اقامتِ صلوٰۃ اور انفاقِ رزق تینوں چیزوں کا تعلق انسان کی تین طرح کی کیفیات و اعمال سے ہے۔ ایمان بالغیب کا تعلق قلب سے ہے۔ قلب انسان کے افکار و نظریات کا مخزن ہوتا ہے۔ جن افکار و نظریات کی بنیاد پر انسان کے اعمال ڈھلتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے قلب کو ایمان کی دعوت دی گئی۔ ایمان بالغیب دراصل ایمان کی مجموعی حیثیت کا نام ہے، جس کے تحت اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کی وحدانیت، ربوبیت، رحمت، مالکیت، خالقیت، حاکمیت وغیرہ پر ایمان کے علاوہ ملائکہ، رسولوں، کتابوں اور آخرت سبھی چیزوں پر ایمان لانا شامل ہے۔ اب جبکہ ایمان اندرون قلب راسخ ہوگیا تو بندگی کا تقاضا ہوا کہ قلب، زبان اور جسم کے تمام اعضاء کے ساتھ مذکورہ تمام چیزوں کا اقرار و اظہار عملی طور پر کیا جائے۔ چنانچہ اقامت صلوٰۃ کی دعوت دی گئی۔ ایمان بالغیب کے مانند صلوٰۃ بھی ظاہری اور باطنی، قلبی اور عملی عبادات مثلاً تکبیر و قرأت، حمد و ثنا، قیام و رکوع، سجود و قعود وغیرہ تمام اجزاء کا بہترین جامع عمل ہے اور انفاق رزق بھی صلوٰۃ کی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں واجبات و نوافل مالی عبادتوں کا جامع بیان ہے۔ مومنین کے لئے بدنی اور مالی دونوں ہی عبادتیں ایک دوسرے کے تکمیلی اجزاء ہیں، دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے کہ صلوٰۃ، انفاق رزق کے بغیر نامکمل ہے اور انفاق، صلوٰۃ کے بغیر ادھورا۔ لہٰذا، قرآن کریم میں بکثرت مقامات پر اقامت صلوٰۃ اور انفاق رزق یا اس کے کسی اہم جزو بالخصوص زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ ملتا ہے:

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ○ (فَاطِر : ٢٩)

''جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں رزق دیا ہے، اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ انفاق رزق کس طرح کیا جائے اور کن مصارف میں اسے استعمال کیا جائے۔ اس کے جواب میں قرآن کریم میں مختلف جگہ اپنے مواقع کی مناسبت سے مختلف مصارف کے تحت ہدایت کی گئی ہے۔ مثلاً ـــــــ

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ (البَقَرَة:١٧٧)

''اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔''

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (البَقَرَة : ٢١٥)

''لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں، جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو گے اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔ اور جو بھلائی بھی تم کرو گے، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہوگا۔''

☆☆☆

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ

اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس (قرآن) پر جو آپ پر نازل کیا گیا، اور جو آپ سے پہلے (نازل کیے گئے) اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

گو کہ ایمان بالغیب جامع بیان ہے جیسا کہ اس سے قبل ایمان بالغیب کی تشریح میں عرض کیا جاچکا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے ساتھ ہی ساتھ وحی ورسالت اور آخرت سے متعلق وہ تمام باتیں آجاتی ہیں، جن کا تعلق غیب سے ہے۔ لیکن پھر بھی یہاں وحی ورسالت اور ملائکہ اور رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر متقین یا مؤمنین کے اوصاف بتائے گئے ہیں یا تقویٰ یا ایمان کی شرط پیش کی گئی ہے۔ اس لئے کہ وحی ورسالت ہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہمیں غیب کی وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں، جن کا جاننا اور جن پر ایمان لانا ہم پر واجب ہے۔ لہذا، وحی و رسالت پر ایمان لانا دراصل مؤمنین کے لئے اولین ضرورت میں سے ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ (النّحل : ۹)

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا، جبکہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا پیغام بر بنا کر بھیجا اور ان کی معرفت مکمل ہدایت نامہ ''قرآن'' ہمارے حوالے کیا گیا، جس پر ایمان لانا ہم پر اس طرح واجب ہے کہ یہ وہ واحد ذریعۂ ہدایت ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے حق ہے اور حق کی تعلیم کا ایسا خزانہ ہے جو انسانوں کی زندگی کو سنوارتا، اسے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور دنیا اور آخرت ہر دو جہانوں میں حقیقی فلاح و کامرانی کا ضامن ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؓ (الشُّعَرَآء : ۱۹۲)

Marfat.com

"یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔"

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍ م بَیِّنٰتٍ ج وَمَا یَکْفُرُ بِھَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○

(اَلْبَقَرَة : ۹۹)

"ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں اوران کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔"

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ○ لا یَّھْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (اَلْمَآئِدَة : ۱۵، ۱۶)

"تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اورایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جواس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اوراپنے اذن سے ان کواندھیروں سے نکال کراجالے کی طرف لاتا ہے اورراہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔"

صرف یہی نہیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے بلکہ ان سے قبل بھی مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں اور انہیں بھی کتاب اور صحیفے عطا کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کو تورات دی گئی، حضرت داؤدؑ کو زبور، حضرت عیسیٰؑ کو انجیل حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ کو صحیفے۔ ان سبھی کتابوں اور صحیفوں پر بھی ہمیں اسی طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح کہ قرآن پر کہ یہ سبھی سچ اور حق ہیں جو اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے نازل ہوئے تھے۔

نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ ○ لا مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

Marfat.com

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط (اٰلِ عِمْرٰن : ۳، ۴)

"اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے۔ جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے، اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے (جو حق و باطل کا فرق دکھانے والی ہے)، اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کریں، ان کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔"

البتہ یہ ضروری ہے کہ اب جبکہ قرآن جو اس سلسلۂ تنزیل کی آخری کتاب ہے اور جو آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، اس کے نزول ہو جانے کے بعد ہمارے لئے ان سابقہ کتابوں سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے رجوع کرنے کی قطعی ضرورت باقی نہیں رہی۔ فطری بات ہے کہ ہر نیا ہدایت نامہ سابقہ ہدایت ناموں کی جگہ لے لیتا ہے۔ چنانچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سابقہ آسمانی کتابیں بھی ہدایت نامے ہی تھے۔ لیکن نئے ہدایت نامے کے جاری ہو جانے کی صورت میں سابقہ ہدایت نامے پر عمل آوری خود بخود منسوخ ہو گئی اور اب مرجع صرف قرآن کریم ہے۔ اس لئے بھی کہ یہ تمام سابقہ کتابوں کی تائید اور تصدیق بھی کرتا ہے اور ان سبھی کتابوں کی پیش کردہ ہدایات کی توثیق بھی کرتا ہے اور ان کے توثیقی ثبوت بھی فراہم کرتا ہے:

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (اَلْبَقَرَة : ۴۱)

"یہ (ان کتابوں کی) تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھیں۔"

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط (اَلْبَقَرَة : ۹۱)

"اور وہ (قرآن) حق ہے اور (اس تعلیم و ہدایت کی) تصدیق و تائید کر رہا ہے جو ان کے یہاں پہلے سے موجود تھی۔"

پھر یہ بھی درست ہے کہ سابقہ کتابیں لوگوں کے دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکی

Marfat.com

ہیں۔ ان میں تحریفات اور تصرفات سے کام لے کر اور حذف و اضافہ کر کے ان کی حقیقی صورت و حیثیت مسخ کر دی گئی ہے۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں کون سا حکم یا کون سا علم یا کون سی ہدایت واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کس پر تحریف اور تصرف کی زد پڑ چکی ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ (الْمَآئِدَة : ٤١)

''وہ کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کے صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیر دیتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو ورنہ نہ مانو۔''

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (الْبَقَرَة : ٧٥)

''حالانکہ ان میں ایک گروہ کا شیوہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور پھر خوب سوچ سمجھ کر ان میں تحریف کی۔''

قرآن چونکہ آخری کتاب ہے اور اب نہ تو کوئی رسول آنے والا ہے اور نہ ہی کوئی کتاب۔ لہذا، اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے جس کی ہمیں اطلاع بھی بہم پہنچا دی ہے۔ چنانچہ قرآن پر ہمیں صرف اس حیثیت سے ہی ایمان لانا نہیں ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے، جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق نے ہم تک پہنچایا ہے اور یہ پوری ہی کتاب بلاکم و کاست اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ہو بہو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہم تک پہنچا دی گئی ہے، بلکہ اس حیثیت سے بھی اس پر ہمارا ایمان ہونا ضروری ہے کہ یہ کتاب ابھی بھی من و عن اسی طرح اور اسی حالت میں یہاں تک کہ انہیں الفاظ میں محفوظ ہے جیسا کہ یہ نازل ہوئی تھی:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الْحِجر : ٩)

"بے شک اسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کی تصدیق خود ہی ان کے پیش کرنے والے انبیاء و رسل پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کو لازم قرار دیتی ہے۔ پھر ان سبھی نبیوں اور رسولوں کی حیثیت بھی چونکہ ایک تھی، سبھی اللہ تعالیٰ کے پیغام بر تھے، سبھوں کا مشن بھی ایک ہی تھا اور سبھی انسانوں کے علم و ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ لہذا، سبھوں پر یکساں ایمان رکھنا لازم ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ (النِّسَآء : ۱۵۲)

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہ کریں، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے۔"

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ (البَقَرَة : ۲۸۵)

"رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے، اور جو لوگ اس رسول پر ایمان لانے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ "ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔"

لیکن پچھلے انبیاء کی تعلیمات، جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، کے محرف ہو جانے کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ نیا ہدایت نامہ یعنی قرآن نازل ہو چکا ہے، اب ہمارے لئے مطلق قابل عمل نہیں رہ گئی ہیں۔ لہذا، اب خواہ کوئی تورات کا ماننے والا ہو یا انجیل پر

Marfat.com

یقین رکھنے والا ہر کسی کے لئے اسی طرح قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے جس طرح غیر اہل کتاب کے لئے یا کتاب اللہ سے نابلد لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ اس میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اب سبھوں کے لئے صرف قرآن ہی کی طرف ہر طرح کی ہدایت کے لئے رجوع کرنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، مشرک ہو یا دہریہ، اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب۔ اور صرف اتنا ہی نہیں کہ قرآن کو حرف بہ حرف صحیح مان لیں اور اس کی تصدیق کریں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی تمام تفصیلات سے ہم پوری طرح آگاہ ہوں اور اس کے ہر حکم کی تعمیل میں آمنا وصدقنا کہتے ہوئے اپنا سر تسلیم خم کر دیں اور اپنے آپ پر ان کا کلی طور پر نفاذ کر لیں، اس کے بتائے ہوئے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام قرار دے لیں دل سے بھی اور عمل سے بھی:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ (یُونُس : ۱۰۸)

''کہہ دو کہ ''لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، اب جو سیدھی راہ اختیار کرے، اس کی راست روی اسی کے لئے مفید ہے اور جو گمراہ رہے، اس کی گمراہی اسی کے لئے تباہ کن ہے۔''

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (الْجَاثِيَة : ۲۰)

''یہ (قرآن کریم) بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لئے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو یقین لائیں۔''

جب ایمان کی دعوت دے دی گئی اور بدنی عبادتوں کا مجموعہ صلوٰۃ اور مالی عبادتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق کا جامع حکم صادر فرما دیا گیا تو سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ ایمان بالغیب کیا ہے؟ صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ اقامت صلوٰۃ کس طرح، کب اور کیسے ممکن ہے؟ اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ انفاق سے کیا مراد ہے؟ کن لوگوں کے لئے

Marfat.com

اور کن کن امور پر انفاق کیا جانا چاہئے؟ غرض کہ ان سب باتوں کی تفصیلات کا علم ضروری ہوگیا۔ لہٰذا، ان تمام سوالوں کے جواب کے لئے اللہ تعالیٰ مکمل ہدایت نامہ ہمارے سامنے پیش کردیتا ہے کہ یہ ہیں وہ تفصیلات جن کی تمہیں واقعی ضرورت ہے اور جن پر ایمان لانا اور عمل کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہیں جیسے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے رسولوں کی معرفت ہدایات کا نزول ہوتا رہا ہے اور اس حیثیت سے بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ ہے اور یہی اور صرف یہی وہ ہدایات و تعلیمات ہیں جو سراسر حق ہیں اور حق پر مبنی ہیں اور جنہیں مان لینے، قبول و اختیار کرلینے اور اپنی زندگی میں ڈھال لینے کا لازمی نتیجہ دونوں جہانوں میں فلاح و کامرانی ہے اور اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ ضلالت ہے، دھوکہ ہے اور بالآخر جہنم رسید کرنے والا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے ـــــ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْكَ (جو کچھ بھی ـــــ ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔) ان ہدایات کا نزول اس لئے بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے ہدایات نازل کرنے کی خود ہی ذمہ داری لے رکھی ہے اور ان ہدایات و تعلیمات پر عمل آوری کے نتیجے میں اس نے بشارت بھی دے رکھی ہے۔ اس لئے کہ انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ خود اپنی عقل، اپنے تجربے اور اپنی مشق کے ذریعہ زندگی کے کسی ادنیٰ سا معاملے میں بھی صحیح راہ تلاش کرسکے یا اس کا تعین کرسکے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ط (النَّحل : ۹)

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا، جب کہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں۔''

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البَقَرَة : ۳۸، ۳۹)

''ہم نے کہا: تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے

Marfat.com

پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

"اَلْاٰخِرَۃ": تانیث ہے "اَلْاٰخِرُ" کی۔ یہ "اَخَّرَ" سے اسم فاعل ہے۔ "اَخَّرَ" کے معنی ہیں پیچھے چھوڑنا۔ اس طرح "اَلْاٰخِرَۃُ" کے معنی ہوں گے پیچھے چھوڑنے والا۔

آخرت سے مراد دارالآخرت ہے یعنی حیات دارالآخرت۔ جیسا کہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ (یوسف : ۱۰۹) اور وَالدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ (الْاَعْرَاف : ۱۶۹) کبھی دار کا لفظ محذوف کرکے صرف اَلْاٰخِرَۃُ بھی استعمال ہوا ہے۔ اسے قرآن میں "دَارُ الْقَرَار" "نَشْاَۃُ الْاٰخِرَۃ" اور "عُقْبٰی" بھی کہا گیا ہے۔ اس طرح دارالآخرت وہ گھر ہے جہاں ٹھیرایا جائے گا یا جہاں دوسری زندگی ہوگی یا جہاں انسانوں کو اس دنیا کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا یا انسان اپنے اعمال کے انجام سے دوچار ہوگا یا سرخ رو ہوگا۔

آخرت ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق بہت سارے عقائد کے مجموعے پر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ دنیا ابدی نہیں ہے یہاں تک کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝ (الرَّحْمٰن : ۲۶) "ہر وہ شے جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے" جب قیامت برپا ہوگی اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا (الْمُؤْمِن : ۵۹) "یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔" اور اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لُقْمٰن : ۳۴) "اس (قیامت) کی گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔" اسے مخفی رکھا گیا ہے، اس لئے کہ اَکَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی ۝ (طٰهٰ : ۱۵) "اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر متنفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔" —— اس دنیا کے نیک و بد اعمال کا بدلہ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ

Marfat.com

سُوْٓءٍ ج (اٰلِ عِمْرٰن : ۳۰) ''وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی۔'' نیک لوگ جنت میں جائیں گے جہاں انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا جائے گا، ان کے لئے امن وسکون کی زندگی ہوگی اور جو لوگ برے ٹھہریں گے وہ دوزخ کے حوالے کر دیئے جائیں گے جہاں صعوبتیں اور سختیاں ہی ہوں گی، جن سے وہ نجات پانا چاہیں گے لیکن انہیں نجات نہیں مل سکے گی۔ جو وہاں خوش حال ہوں گے، ان کی خوش حالی ہمیشہ کے لئے ہوگی اور جو بد حال ہوں گے ان کی بدحالی بھی دائمی ہوگی، اس لئے کہ وہ زندگی آخری زندگی ہوگی، اس کے بعد نہ تو کوئی دوسری زندگی ہوگی اور نہ ہی اس دنیا میں پھر سے واپسی ممکن ہوگی وغیرہ۔

اس کے چند حقائق قرآن کی زبانی پیش ہیں:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۗ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۗ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۗ

(الْاِنْشِقَاق : ۱ تا ۱۲)

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لئے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کا حکم مانے) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے، اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لئے حق یہی ہے (کہ اس کی تعمیل کرے)۔ اے انسان! تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا، اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے

Marfat.com

لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔"

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝ (الْغَاشِيَة : ۱ تا ۱۶)

"کیا تمہیں اس چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ کچھ چہرے اس روز خوف زدہ ہوں گے، سخت مشقت کر رہے ہوں گے، تھکے جاتے ہوں گے، شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا، خاردار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا ان کے لئے نہ ہوگا، جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے۔ کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے، عالی مقام جنت میں ہوں گے، کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہ سنیں گے، اس میں چشمے رواں ہوں گے، اس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤں تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔"

آخرت پر ایمان دراصل ایمان بالغیب کا ہی ایک جزو ہے۔ لیکن دین میں آخرت پر ایمان کی اہمیت اور اس کے اثرات بہت ہی دور رس اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ عقیدۂ آخرت ایمان کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ عقیدۂ توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ عقیدۂ آخرت بھی ایمان کا جز و لاینفک ہے، عقیدۂ توحید و رسالت اس وقت تک بار آور نہیں ہو سکتا اور قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس میں عقیدۂ آخرت شامل نہیں ہو جاتا۔

Marfat.com

ٹھیک اسی طرح ایمان بالآخرت کے بغیر محض عقیدۂ توحید و رسالت کسی کو بھی عمل کے لئے مجبور نہیں کرسکتا:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ○

(الْاَنْعَام : ۹۲)

”جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی و حفاظت کرتے ہیں۔“

جس شخص کو آخرت کا یقین نہ ہو وہ اپنی دنیاوی خوش حالی اور عیش و عشرت کو خیر باد نہیں کہہ سکتا بلکہ انہیں ہی وہ اپنی زندگی کا مقصد اور محور قرار دے گا، یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ سچ سچ ہے جو نیک عمل ہے، حرام سے اجتناب بہتر ہے، کسی کا مال غصب کرنا واقعی اس کی حق تلفی ہے، حرام اور ناجائز یکسر غلط ہیں جن سے بچنا اور دور رہنا انسانیت کا حسن ہے۔ لہذا، کوئی بھی شخص اپنے نفس اور اپنے جسم کے تقاضے پورے کرنے کے لئے، مادی اور مالی منفعت کے حصول کے لئے یا خسارے سے بچنے کے لئے اپنے ضمیر کی آواز کو بھی دباتے ہوئے حرام اور ناجائز اعمال کا ارتکاب کر بیٹھے گا اور اسے جرائم اور ظلم کے ارتکاب سے روکنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ لہذا نیکی و تقویٰ کی دشوار طلب راہوں کی تکلیفوں اور قربانیوں سے بچنے کے لئے وہ انہیں تج دے گا۔ اس لئے کہ اسے اس کی پروا نہیں ہوگی کہ اس کے اعمال کا کوئی حساب و کتاب لینے والا ہے، کوئی اس سے باز پرس بھی کرسکتا ہے۔ یہ آخرت کا خوف ہے جو انسانوں کے اعمال کو منضبط کرتا ہے، انہیں ہر معاملے میں ذمہ دار بناتا ہے اور انہیں نیکی اور تقویٰ کی راہ پر لگاتا ہے، اس امید پر کہ نیکی اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرنے کے نتیجے میں جو تکلیفیں انہیں اٹھانی ہوں گی اور جو خسارے برداشت کرنے پڑیں گے، ان سے کہیں بڑھ کر انہیں ان کا بدلہ ملے گا اور جن حرام، ناجائز، ظلم اور گناہ کے کاموں سے بچنے کی تکلیف اٹھائیں گے، سختیاں جھیلیں گے

Marfat.com

اور دنیاوی فائدوں اور لذتوں سے محروم رہیں گے، ان کا بھی انہیں وہاں بہتر اجر ملے گا۔ ورنہ اصول اپنی جگہ پر ہوں گے اور اعمال اپنی جگہ پر۔ اعمال کو اصولوں سے مربوط کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں سمجھی جائے گی۔ محض دنیاوی قوانین انہیں ہر حال میں ہر جگہ ظلم و ناانصافی سے روک نہیں سکتے۔ یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہر لمحہ انسان کے دل میں خوفِ آخرت کا ایسا پہرہ دار مقرر ہو جو زندگی کی کسی بھی سانس میں خواہ وہ کسی بھی حال میں ہو، اس سے جدا نہیں رہتا ہو، اسے اس بات کا کامل یقین ہو کہ رات کی تاریکیوں میں بھی اور پردوں اور خلوتوں میں بھی کوئی دیکھنے والا اسے دیکھ رہا ہے اور اس کے اعمال وحرکات کا ریکارڈ تیار کرنے والا ہر چھوٹے بڑے اعمال کا ریکارڈ مرتب کررہا ہے جسے آخرت کی عدالت میں پیش کردیا جائے گا جہاں اس رپورٹ کے مطابق اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ صادر فرمادیا جائے گا۔

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ○ (سَبَا : ٨)

''نہیں بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ہیں وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور وہی بری طرح بہکے ہوئے ہیں۔''

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ط وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

(الْعَنْكَبُوْت : ٤، ٥)

''اور کیا وہ لوگ جو بری حرکتیں کررہے ہیں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے؟ بڑا غلط حکم ہے جو وہ لگارہے ہیں۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ملنے کی توقع رکھتا ہو (اسے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے ہی والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔''

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا صلے وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ○

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○ (الرُّوم : ۸،۷)

''لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں، کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک مدت مقرر ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔''

آخرت ایک حقیقت ہے۔ اور عقل و انصاف کا تقاضا ہے کہ عالم آخرت وجود میں آئے تا کہ اس دنیا میں کئے جانے والے اچھے اور برے اعمال کے اچھے اور برے نتیجے مل سکیں۔ دنیا میں تو یہ ممکن نہیں ہے اور نہ ہی دنیا کو دار الجزا بنایا گیا ہے۔ بلکہ اسے آخرت کے لئے اٹھا رکھا گیا ہے:

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○ (يُوْنُس: ٤)

''بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کو انصاف کے ساتھ جزا دے اور جنھوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا وہ کھولتا ہوا پانی پئیں اور دردناک سزا بھگتیں اس انکار حق کی پاداش میں جو وہ کرتے رہے۔''

اور بات صرف اتنی نہیں ہے بلکہ عادل حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہوا ہے کہ آخرت برپا کی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے صادر ہونے ہی کے لئے ہوتے ہیں:

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ (اٰلِ عِمْرٰن : ٢٥)

Marfat.com

"مگر کیا بنے گی ان پر جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے، جس کا آنا یقینی ہے۔"

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

(اَلْمُؤْمِن : ٥٩)

"یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں، مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔"

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (النَّحل:٣٨)

"ہاں (آخرت میں اٹھائے گا کیوں نہیں) یہ تو ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے بعد آخرت پر ایمان لانے کو یقینی بنایا گیا، تاکہ قرآن کی رہنمائی اختیار کرنے اور اس پر عامل ہونے کی بنیاد فراہم ہوسکے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن، اس کی آیات اور اس کے احکامات کے پیش کرنے کے ساتھ ہی ساتھ آخرت پر یقین کامل رکھنے کی تاکید بھی کردی گئی ہے تاکہ ان احکامات پر عمل آوری آسان ہوجائے۔ مثلاً کہا گیا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○

(اَلْبَقَرَة : ٤٥،٤٦)

"صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک یہ (نماز) ایک سخت مشکل کام ہے، مگر ان فرماں بردار بندوں کے لئے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخرکار انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○

(اَلْاَنْعَام : ٩٢)

Marfat.com

''اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

اور یہی وجہ ہے کہ یہاں متقین یا مؤمنین کے اوصاف بتانے یا انہیں تقویٰ کے حصول کے لئے ہدایات دینے، اقامت صلوٰۃ، انفاق رزق اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام پر ایمان وعمل کی دعوت دینے کے بعد اخیر میں آخرت پر ایمان لانے کی سخت تاکید فرمادی گئی ہے۔سوال یہ ہے کہ کوئی صلوٰۃ جیسی سخت عبادت کہ روزانہ پانچ وقت پابندی کے ساتھ طہارت و پاکیزگی وغیرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے تمام ارکان وواجبات کے ساتھ کیوں قائم کرے۔ وہ مال جس سے دنیا میں لوگوں کی جائز تو جائز ہیں ناجائز ضرورتیں بھی پوری کی جاتی ہیں اور جسے اپنے ہی عیش وعشرت پر خرچ کیا جاسکتا ہے، جو ہر طرح کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ایک بڑا ذریعہ ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیوں خرچ کیا جائے۔ظاہر ہے کہ اس کے لئے جب تک آخرت کے وجوب پر ایمان ویقین پختہ نہ ہوگا، اس وقت تک مذکورہ اعمال ممکن ہی نہیں ہیں۔اسی لئے اقامت صلوٰۃ اور انفاق رزق کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام، جہاں سے مذکورہ اعمال کی ہدایات کی تفصیلات ملتی ہیں، پر ایمان کے بعد ہی یہ واضح کردینا ضروری ہوا کہ آخرت کو پہلے اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں، اس پر کامل یقین رکھیں پھر کہیں جاکر مذکورہ عبادتوں کی تعمیل کی پابندی ممکن ہوسکے گی:

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ج (النّحل : ٦٠)

''آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں ہی کے لئے بری مثال ہے۔''

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ○ (المُؤْمِنُوْن : ٧٤)

''مگر جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ راہ راست سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔''

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ○ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ الَّذِيْنَ

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ (النّمل: ۱تا۵)

''یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی، ہدایت اور بشارت ان ایمان لانے والوں کے لئے جو اقامت صلوٰۃ کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور پھر وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لئے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے، اس لئے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے بری سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔''

هُمْ يُوْقِنُوْنَ: یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ''بِالْاٰخِرَةِ'' کے ساتھ لفظ ''يُؤْمِنُوْنَ'' کے بجائے ''يُوْقِنُوْنَ'' فرمایا گیا ہے۔ ''ایمان'' کا مقابل لفظ ''تکذیب'' ہے اور ''ایقان'' کا مقابل ''شک'' ''تردد'' و ''تشکک''۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخرت کی زندگی کی محض تصدیق کرنا ہی مقصد کو پورا نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے لئے ایسا ایقان ضروری ہے جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو۔ متقین کی یہی صفت ہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور حساب و کتاب اور اس کے نتیجے میں جزا و سزا کا نقشہ ان کے سامنے ہر وقت مستحضر رہتا ہے۔ چنانچہ یہ ایمان یقین کی حد تک نہ ہونے سے کوئی بھی شخص گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص جان بوجھ کر آگ میں ہاتھ کبھی نہیں ڈالتا، کیوں کہ اسے اس بات کا پورا یقین ہے کہ آگ جلانے کا کام کرتی ہے۔ لہذا، آگ میں ہاتھ ڈالنے سے آگ جلا کر ہی رہے گی۔

عبادتوں کی جامع الصلوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے رزق سے اس کی راہ میں انفاق جیسے معروفات کا حکم دینے کے بعد یہ ضروری تھا کہ ایمان بالآخرت کو یقینی بنایا

Marfat.com

جائے تاکہ مذکورہ احکامات پر عمل آوری ممکن ہوسکے اور معصیت و منکرات سے دور رہا جاسکے۔

یہ چار آیتیں ہر مومن کے حق میں عام ہیں خواہ عربی ہو کہ عجمی، کتابی ہو یا غیر کتابی انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک وصف دوسرے کو لازم اور مشروط ہے۔ ایک عمل دوسرے کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ غیب پر ایمان لانا، صلوٰۃ قائم کرنا، انفاق رزق کرنا درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور دیگر پچھلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں اتری ہیں، ان پر ایمان نہ ہو اور ساتھ ہی آخرت پر یقین کامل نہ ہو۔ ٹھیک اسی طرح کتب آسمانی پر ایمان اور آخرت پر یقین محض دعویٰ ہی ہوں گے جب تک اس کے نتیجے میں ان ہدایات و اعمال کو بروئے کار نہ لایا جائے۔ اس لئے ایمان لانے والوں کو حکم دیا جارہا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۝ (النِّسَآء : ۱۳۶)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے قبل وہ نازل کرچکا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔"

اسے مثالوں سے بھی واضح کردیا گیا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝ (البَقَرَة : ۲۸۵)

Marfat.com

''رسولؐ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے۔ اور جو لوگ اس رسولؐ کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ ''ہم اللہ کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔''

غرض کہ اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۙ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ ''متقین'' کی تعریف بھی ہے اور ان کے بنیادی اوصاف بھی۔ یہی اوصاف وہ شرائط بھی ہیں جن کی بنیاد پر کوئی بھی شخص متقین کی صفوں میں شامل ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ یہ تمام کی تمام شرطیں ایک ساتھ اور بیک وقت مطلوب ہیں۔ اس طرح کہ ان میں سے کوئی ایک شرط بھی اگر باقی رہ جاتی ہے یا پوری نہیں ہوتی ہے تو یہ صرف تقویٰ ہی کے منافی بات نہیں ہوگی بلکہ باقی دوسری شرطوں پر بھی پانی پھر جانے کے مترادف بات ہوگی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اُولٰٓـئِكَ اشارہ ہے ان لوگوں کی طرف جو متقین ہیں یعنی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، اقامتِ صلوٰۃ اور انفاقِ رزق پر عامل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن اور اس سے ماقبل نازل ہونے والی دوسری کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور دار آخرت پر کامل ایمان و یقین رکھتے ہیں۔

یہ متقین ہی دراصل ہدایت پر ہیں، اس ہدایت پر جسے ان کے رب نے ان کی حقیقی بھلائی اور کامیابی کے لئے نازل فرمائی ہے اور جو دنیوی اور اخروی حقیقی فوز و فلاح کی ضامن ہے۔

ابن جریرؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ھـدًی نور اور بصیرت ہے۔ امام بغویؒ نے اسے رشد و بصیرت کہا ہے۔

مِـنْ رَّبِّهِـمْ (اپنے رب کی طرف سے) کہہ کر رب رحیم کی جانب سے اپنائیت، قربت، محبت، ہمدردی اور خلوص کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس میں خود اللہ کا کوئی فائدہ یا مقصد نہیں ہے بلکہ سراسر انسانی فوز و فلاح اور کامیابی اور کامرانی ہی مقصود ہے اور بس!

مِنْ رَّبِّهِـمْ (اپنے رب کی طرف سے) کہہ کر یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ جس ہدایت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرات آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انہیں زمین پر بھیجتے وقت کیا تھا، اس وعدے کے مطابق یہ ہدایت بخشی جارہی ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہے تمہارے لئے تمہارے رب کی جانب سے وہ ہدایت جس کا تم سے حضرات آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معرفت وعدہ کیا گیا تھا۔ اسی لئے قرآن کے

Marfat.com

ساتھ ہی ساتھ سابقہ کتب آسمانی کا بھی ذکر کیا گیا کہ ہر زمانے اور ہر قوم میں اس موعود ہدایت کو ارسال کیا گیا ہے اور اب اسی سلسلے کی آخری کڑی یہ قرآن پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایت ہی انسان کی حقیقی رہنمائی کا وہ واحد ذریعہ ہے جس کے اختیار کرنے اور جس پر عمل کرنے کے نتیجے میں دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں میں حقیقی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی ممکن ہے ورنہ کوئی بھی شخص نقصان اور خسران سے بچ نہیں سکتا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کے عطا کئے جانے کو اپنی طرف منسوب کر کے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ ہدایت کوئی یوں ہی سی چیز نہیں ہے بلکہ انتہائی عظیم المرتبت، نعمت عظمیٰ اور نعمت بے بہا ہے۔ اس لئے کہ یہ انسانوں کے اس خیر خواہ رب العالمین کی جانب سے عطا ہوئی ہے جو انسانوں ہی نہیں بلکہ کائنات کی تمام ہی چیزوں کا خالق، مالک، حاکم، مدبر، مقتدر، منتظم وغیرہ کے ساتھ ہی ساتھ علیم و خبیر بھی ہے، وہی رب کائنات اس کا علم بھی دیتا ہے اور اس کے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی بخشتا ہے۔

مُفۡلِحُوۡنَ "اِفۡلَاح" سے اسم فاعل ہے۔ یہ "فَلَحَ" سے مشتق ہے۔ فَلَحَ کے اصل معنی پھاڑنے یا کھولنے کے ہیں۔ یہ زمین میں ہل چلانے کو بھی کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے کسان یا ملاح کو فلاح کہتے ہیں، اس لئے کہ کسان زمین کو جوت کر پھاڑتا ہے یا اس کی تہہ کو کھولتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ملاح کشتی کو پانی میں کھیتے ہوئے پانی کو پھاڑتا یا چیرتا جاتا ہے۔ اور فَلَاح کے معنی فوز، ظفر، کامیابی، درستی حال، بقاء، نجات اور مطلوب کے پا لینے کے ہیں۔ کیوں کہ جس طرح ہل چلانے سے زمین کے مخفی جوہر درآمد کئے جاتے ہیں اور انسان اس سے بصورت غلہ و دیگر اشیا حاصل کر کے مراد پالیتا ہے، اسی طرح قوائے انسانی کا بھی حال ہے کہ اس کے اصل جوہر ظاہر ہو جاتے ہیں جو انہیں حقیقی کامیابی سے ہم کنار کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

Marfat.com

قاضی بیضاوی کے مطابق لفظ مفلح اور مفلج دونوں فائز المرام (مراد پانے والا) کے معنی میں ہیں۔ فائز المرام شخص کو مفلح اس مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ مفلح کے معنی لغت میں چونکہ کھولنے کے ہوتے ہیں اور فائز المرام اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے مطلوب کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہو۔ لہذا، جب کوئی شخص کسی مراد کو حاصل کرسکتا ہے تو اس کے حق میں یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے سامنے مقصد کو فتح کرنے کی جتنی راہیں تھیں سب کی سب کھلتی چلی گئیں اور وہ شخص ساری راہوں کو کھولتا ہوا اور طے کرتا ہوا منزل مقصود تک جا پہنچا۔

ان حقائق کی بنیاد پر یہ واضح ہے کہ محض دنیا اور دنیاوی لذائذ سے لطف اندوز ہونا ہی فلاح نہیں ہے بلکہ مفلح ایسا شخص ہے جو دنیا اور آخرت کی فوز و خیر اور کامیابی و کامرانی کا حامل ہوتا ہے۔ تاج العروس میں اس لفظ کی تشریح وتعریف انتہائی جامع انداز میں کی گئی ہے:

لیس فی کلام العرب کله اجمع من لفظة الفلاح لخیری الدنیا والأخرة کما قال ائمة اللسان . (تاج العروس)

''ائمہ لسان کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان میں فلاح لفظ سے بڑھ کر دنیوی اور اخروی دونوں کی نیکیوں اور بھلائیوں کو شامل کرنے والا اور کوئی لفظ نہیں ہے۔

اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ کو دوبارہ اس لئے لایا گیا ہے تا کہ اس بات کی تاکید ہوجائے کہ متقین کا مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہونا دونوں ہی امتیازی نعمتوں —— دنیا میں ہدایتِ رب اور آخرت میں فلاح حقیقی کا مقتضی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (یعنی یہ کتاب بلاشبہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں متقیوں کے لئے ہدایت ہے) بالفاظ دیگر اس کتاب کا ہادی ہونا صرف متقین کے لئے ہی مخصوص ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس بنیاد پر اس کتاب کی ہدایت کو متقین کے لئے خاص کیا گیا، اسی کا جواب ہے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس لئے اس کتاب
کوصرف متقین کے لئے ہادی قرار دیا کہ ان میں ایمان بالغیب، اقامت صلوٰۃ، انفاق
رزق، ایمان بالقرآن مع ایمان بالکتب سابقہ جیسے انتہائی گراں قدر اوصاف پائے جاتے
ہیں۔ بالفظ دیگر متقین کے ساتھ ہدایت کو خاص اس لئے کیا گیا ہے کہ متقین صحیح عقائد اور
صالح اعمال کے حامل ہوتے ہیں اور انہیں بنیادوں پر وہ متقین کہے جاسکتے ہیں۔

یہاں یہ فرمایا جانا کہ مذکورہ صفات ایمان بالغیب، اقامت صلوٰۃ، انفاق رزق
ایمان بالقرآن و ایمان بالکتب سابقہ اور آخرت پر یقین —— سبھوں کو قبول کرکے
قرآن کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کردینے والے لوگ ہدایت پر ہیں اور ان کے
ہدایت پر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ فلاح حاصل کرلیں گے۔ اس طرح عَلٰی ھُدًی
دعویٰ ہے اور ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس کی دلیل ہے۔

قرآن کریم نے ان حقائق کو مختلف جگہ کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں قدرے
تفصیل سے واضح کیا ہے۔ صرف چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۝ (الشّمس : ۹،۱۰)

"یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبادیا۔"

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ
لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الحج : ۷۷)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع کرو، سجدہ کرو، اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک
اعمال کرو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔"

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ
عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ

Marfat.com

لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(الْمُؤْمِنُوْن : ۱ تا ۱۱)

"یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۧ (الْاَعْرَاف : ۱۵۷)

"لہٰذا، جو لوگ اس (رسولؐ) پر ایمان لائیں اور ان کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی (قرآن) کی پیروی کریں، جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۧ (التَّوْبَة: ۸۸، ۸۹)

"لیکن رسولؐ نے اور ان لوگوں نے جو رسولؐ کے ساتھ ایمان لائے، اپنی جان و مال

سے جہاد کیا اور اب ساری بھلائیاں انہیں کے لئے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے، جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے عظیم الشان کامیابی۔''

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؕ (لقمٰن : ۲ تا ۵)

''یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں ہدایت اور رحمت نیکوکار لوگوں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔''

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ (اٰل عِمرٰن : ۱۳۰)

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ سے لے کر مُفْلِحُوْنَ تک سورۂ فاتحہ کی دعا کی قبولیت کے نتیجے میں عطا فرمائی گئی ہے۔ سورۂ فاتحہ میں جب بندے کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے حضور کہا گیا ـــــ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ''اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما'' تو جواب میں ارشاد کیا گیا ـــــ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ''بے شک یہی وہ کتاب ہے'' جس میں ہدایت بہ تمام و کمال درج ہے۔ اور جب بندے کی جانب سے کہا گیا ـــــ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ''ان ہدایت یافتہ لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمتیں فرمائیں۔'' (جس کے نتیجے میں وہ حقیقی کامیابی اور کامرانی سے سرفراز ہوئے) تو جواب دیا گیا کہ ان نعمتوں سے سرفراز ہونے والے وہ خوش نصیب مؤمنین متقین ہوتے ہیں جن میں مذکورہ بالا صفات و علامات پائی جاتی ہیں، لہٰذا وہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور ہدایت یافتہ ہونے کی صورت میں فوز و فلاح ان کے لئے مقدر ہے۔ ☆☆☆

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

جن لوگوں نے (ان باتوں کو ماننے سے) انکار کر دیا ہے، ان کے لئے یکساں ہے، خواہ تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو، بہرحال وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ سے لے کر هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک کتاب یعنی قرآن کریم کا تذکرہ ہے جس کی رفعتِ شان اور کمالِ علم وعرفان کا بیان اس طرح کیا گیا کہ کتاب سے مطلق ''رَیب'' کی نفی کی گئی اور اسے مطلق ''ہادی'' قرار دیا گیا۔ پھر ان مخصوص بندوں یعنی متقین یا مؤمنین کا ان کے ان اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا گیا جن اوصافِ حمیدہ نے انہیں ہدایت یافتہ اور بالآخر فلاح کامل کا اہل بنایا۔ اب اس کے بعد ان کے بالمقابل اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے ایسے لوگوں اور ان کی قبیح خصوصیات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو متقین مؤمنین کی ضد ہیں اور جو اس قدر سرکش، متمرد اور خیر سے خالی ہیں جن کے لئے نہ تو ہدایت ہی کارآمد ہو سکتی ہے اور نہ ہی وعید و انذار انہیں ہوش میں لانے والے ہیں۔

ایمان اور مؤمنین کے ذکر کے بعد اس کی ضد یعنی کفر اور کفار کے ذکر کرنے کا مقصد جہاں ایک طرف مؤمنین کے حال اور ان کے اوصاف کو نکھارنا اور زیادہ واضح کرنا ہے، کیوں کہ کوئی بھی شے اپنی ضد کی وجہ سے واضح ہوتی ہے اور اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے، وہیں اس کے بالمقابل شے کی حقیقت وشناعت بھی اپنے مدمقابل کے سامنے کھل کر عیاں ہوتی ہے، جیسے کہ نور کی حقیقت ظلمت کے بعد زیادہ واضح ہوتی ہے اور ظلمت کی حقیقت بھی نور کے بعد زیادہ کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

سورۂ فاتحہ کی دعا کے مطابق جہاں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کا ذکر کیا گیا، وہیں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا ذکر بھی ضروری تھا۔

''کفر'' کے لفظی معنی لغت کے اعتبار سے چھپانے یا پوشیدہ رکھنے یا جھٹلانے کے ہیں۔ اس کی معنویت میں انکار کرنا، ناشکری اور احسان فراموشی سبھی شامل ہیں، اس لئے کہ کافر حقائق کو چھپاتا، نعمتوں کی ناقدری کرتا اور احسان کو نہیں مانتا ہے۔ شریعت میں کفر سے مراد اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ حقائق کا انکار کرنا، اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنا اور احسان فراموشی ہے۔ کفر ایمان کی ضد ہے۔ ایمان کا اقتضا اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں اور اس کے عطا کئے گئے احسانات کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ کفر اس طرح شکر نعمت اور احسان مندی کی بھی ضد ہے۔ چنانچہ قرآن میں کفر کا استعمال ناشکری اور احسان فراموشی کے معنوں میں بھی ہوا ہے اور تقویٰ، ایمان اور اسلام کی ضد کی حیثیت سے بھی۔ مثلاً ــــــ

فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ قف لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ ط وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ ج وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ○ (النَّمل : ۴۰)

''جوں ہی کہ سلیمانؑ نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا، پکار اٹھا کہ ''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافر نعمت بن جاتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے، اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے، ورنہ کوئی کفر (یعنی ناشکری) کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے۔''

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ ط اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ ○ (الْعَنْکَبُوْت : ٦٧)

''کیا یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ہم نے ایک پر امن حرم بنا دیا ہے، حالانکہ ان کے گرد و پیش لوگ اچک لئے جاتے ہیں؟ کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا

Marfat.com

کفران کرتے ہیں؟"

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ط

(الرُّوم: ۳۳، ۳۴)

"لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر اسے پکارتے ہیں، پھر جب وہ کچھ اپنی رحمت کا ذائقہ انہیں چکھا دیتا ہے تو یکا یک ان میں سے کچھ لوگ شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ ہمارے کیے ہوئے احسان کی ناشکری کریں۔"

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (الْحَاقَّة : ۴۸ ـ ۵۰)

"درحقیقت یہ (قرآن) متقین کے لئے ایک نصیحت ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں، ایسے کافروں کے لئے یقیناً یہ موجب حسرت ہے۔"

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط (الْبَقَرَة : ۲۸، ۲۹)

"تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔"

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الْبَقَرَة : ۱۲۱)

Marfat.com

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہ اس (قرآن) پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً شَدِیْداً فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط

(اٰلِ عِمْرٰن : ٥٦، ٥٧)

''تو جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہے، انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ اور جنہوں نے ایمان لایا اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا، انہیں ان کے اجر پورے پورے دے دئے جائیں گے۔''

اِنْذار کے معنی گناہوں پر اللہ تعالیٰ کے تعاقب سے خوف دلانا ہے۔

اصطلاح شریعت میں جن چیزوں پر ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے ان میں سے کسی ایک چیز کے بھی انکار کرنے یا جھٹلانے یا قبول نہ کرنے کا نام کفر ہے۔ چنانچہ توحید، رسالت، نبوت، شریعت، آخرت، جنت، دوزخ، صلوٰۃ اور انفاق وغیرہ میں سے کسی ایک کو بھی نہ ماننا اور قول اور عمل سے انہیں جھٹلانا کفر ہے۔ قرآن میں ان کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

جو لوگ مذکورہ حقائق کو جان لینے اور اپنے ضمیر وفطرت کی آواز سن لینے کے بعد بھی ضد، ہٹ دھرمی، تمرد، سرکشی اور لاپروائی کی بناپر حقائق کو تسلیم کرنے، احسانات کا شکریہ ادا کرنے اور حق وانصاف کے علم بردار بننے کے داعیہ کو دبا دیتے ہیں، ان کے حق میں یہ مسلمہ اصول بیان کردیا گیا ہے کہ ایسے لوگ ایسی صورت میں وعید وانذار کے باوجود بھی ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ان کے اندر سے وہ صلاحیت و استعداد ہی ختم ہوجاتی ہے جو قبول ایمان کے لئے لازمی شرط ہے۔

Marfat.com

کفر بدترین فکر و عمل اور طرز زندگی ہے۔ کافر سے مراد وہ شخص ہے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ علم و ہدایت سے انکار راسخ ہوتا ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ ان میں ایمان لانے کی استعداد بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں انہیں ڈرانا بھی ان پر کارگر نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن نے کافروں کو بدترین مخلوق قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ کافر اپنے افکار و نظریات، خیالات و تصورات اور اعمال و کردار کے لحاظ سے نہایت ہی پست، ذلیل اور ناپاک علامت ہیں، جن سے زمین اور کائنات کی ہر ایک چیز ابا کرتی ہے۔ اس لئے کہ کفر اس اللہ تعالیٰ کی سراسر احسان فراموشی اور نمک حرامی ہے، جس نے لوگوں کو وجود بخشا ہے اور جس کے رزق پر وہ زندہ اور تابندہ ہیں۔ لہٰذا، آخرت میں ان کے لئے دائمی عذابِ جہنم مقدر کر دیا گیا ہے، کیوں کہ ان کے لئے ان کی کمائی کا بدلہ فطری طور پر اس کے سوا اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ۖ

(الْاَنْفَال : ۵۵)

"یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سب سے بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور کسی طرح بھی ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ۭ (الْبَيِّنَة : ٦)

"اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (کیونکہ) یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔"

یہ بات جو کہی جارہی ہے کہ خواہ انہیں تم خبردار کرو یا نہ کرو وہ بہر حال ایمان لانے والے نہیں ہیں، یہ دراصل اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے اور ایک مسلمہ اصول ہمیں بتا دیا ہے کہ جو لوگ کفر و تکذیب کے اس مقام کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان پر حقائق اور ہدایت کے

Marfat.com

پوری طرح واضح اور ثابت ہو جانے کے بعد بھی قبول حق کے لئے وہ کسی بھی طرح تیار نہیں ہوتے ہیں تو پھر اس کا فطری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے نصیحت و انذار کارگر اور نتیجہ خیز نہیں رہ جاتا ہے، بلکہ ان کے اور ایمان کے درمیان دیوار حائل ہو جاتی ہے۔

اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ اب ایسے لوگوں کو نصیحت کرنا چھوڑ دیا جائے۔ ہاں، ان سے یہ امید رکھنا عبث ہوگا کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور راہ راست اختیار کر لیں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑦

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے، وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔

جب کوئی ایسے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان کیا گیا ہے، جب کہ اس کے اندر قبول ایمان کی صلاحیت و استعداد بالکل ختم ہو جاتی ہے اور اس پر کسی انذار و تخویف کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو پھر اس کا دل، دل نہیں رہتا، اس کے کان، کان نہیں رہتے، اس کی آنکھیں، آنکھیں نہیں رہتیں۔ اس لئے کہ دل ہونے کے باوجود وہ سوچ سمجھ نہیں سکتے، اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتے، نفع و نقصان کے سمجھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں، کان ہوتے ہیں لیکن اچھی باتیں، کار آمد اور مفید کلمات وہ سن نہیں سکتے، آنکھیں ہوتی ہیں لیکن ان میں اچھے اور برے کو پرکھنے کی صلاحیتیں نہیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ ان کے قلب و سماعت پر مہر لگا دی گئی اور ان کی بصارت پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اکثر و بیشتر اس طرح کے لوگ خود بھی ان اثرات کا اقرار و اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ایسا ہونے کی وجہ سے بھی باخبر کر دیتے ہیں تا کہ لوگ ہوش میں آئیں:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○

(اَلْبَقَرَة : ۸۸)

"وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل محفوظ ہیں، نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے، اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔"

وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا

Marfat.com

قَلِيْلاً ○ (النِّسَآء : ۱۵۵)

''اور (یہاں تک) کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ ہیں۔ نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے، اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔''

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ

(حٰمٓ السَّجْدَة : ۴، ۵)

''مگر ان لوگوں (یعنی کافروں) میں سے اکثر نے اس سے روگردانی کی اور سن کر نہیں دیتے، کہتے ہیں جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے، اس کے لئے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا ہے۔''

یہ دراصل ان کے افکار شنیعہ اور اعمال قبیحہ کا فطری نتیجہ ہے:

كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○ (الْمُطَفِّفِيْنَ:۱۴)

''ہرگز نہیں، بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ (اس لئے ان کا یہ حال ہے کہ ان کے دل اور ان کی سماعت و بصارت پر مہر لگ گئی ہے)۔

وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ (التَّوْبَة : ۸۷)

''اور (غلط فکر و اعمال کے نتیجے میں) ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا ہے، اس لئے ان کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا۔''

لہذا، ان پر کسی بھی طرح کے علم و ہدایت، نصیحت و انذار اور تخویف و وعید کا کوئی اثر نہیں ہوتا:

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○

(الرُّوْم : ۵۲)

Marfat.com

''بس تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے، نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو، جو پیٹھ پھیرے چلے جارہے ہوں۔''

یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، یہ اس وجہ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں میں یہ فطرت ودیعت کردی ہے کہ جب کوئی علم وہدایت کو جانتے اور سمجھتے بوجھتے ہوئے انہیں پس پشت ڈال دے، ان کی پروانہ کرے اور ڈھٹائی کے ساتھ اس کے قبول کرنے اور اسے اپنی زندگی میں برتنے سے یکسر انکار کردے تو ان کا نتیجہ لازماً یہی ہوگا کہ بالآخر اس کے مذکورہ حواس شل ہوجائیں گے اور طبعی فطرت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ اس طرح واضح کردیا ہے:

فَلَمَّا زَاغُوٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ○

(الصَّف : ٥)

''پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کردے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اور فرمایا:

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۠ (الْاَنْعَام : ١١٠)

''ہم اس طرح ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیتے ہیں، جس طرح یہ پہلی مرتبہ اس (کتاب) پر ایمان نہیں لائے تھے، ہم انہیں ان کی سرکشی ہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔''

عَـذَابٌ عَظِيْمٌ: ''عَذَاب'' اسم مصدر ہے ''تَعْذِيْب'' سے۔ عذاب اسے کہتے ہیں جو انسانوں کے لئے باعث تکلیف، مشقت اور سزا ہو۔ امام قرطبیؒ کے مطابق عذاب

کوڑے مارنے، آگ سے جلانے، لوہے سے کاٹنے اور دیگر وہ تمام سزائیں جو انسان کے لئے باعث رنج والم ہوں جیسی چیزوں کے مثل ہے۔

قرآن کریم میں مختلف قسم کی پہنچنے والی سزاؤں کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ دنیا میں مختلف قوموں پر جو مصیبتیں یا تباہیاں آئیں، انہیں بھی عذاب کہا گیا ہے اور کسی جرم پر جو سزا دی جاتی ہے وہ بھی عذاب ہے۔ مثلاً:

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ط (البقرة : ۴۹)

''اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات بخشی —— انہوں نے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔''

اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ (الفجر : ۱۱ تا ۱۳)

''یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے دنیا میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔''

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝ (القمر : ۱۸)

''عاد نے جھٹلایا، تو دیکھ لو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔''

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝

(القمر : ۳۸، ۳۹)

''صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب نے ان کو آلیا، چکھو مزہ اب میرے عذاب اور میری تنبیہات کا۔''

یہاں مطلق عذاب کہا گیا ہے، یعنی یہ عذاب آخرت میں تو ہوگا ہی اس کے ساتھ

Marfat.com

ہی ساتھ دنیا میں بھی ممکن ہے اور پھر اسے عذاب عظیم بھی کہا گیا ہے۔ قاضی بیضاوی نے قرآن کریم میں عذاب کو عظیم کے ساتھ متصف کرنے کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ عذاب عظیم کو جب دوسرے عذابوں سے موازنہ کرکے دیکھا جائے تو دوسرے عذاب اس کے مقابلے میں معمولی اور حقیر ثابت ہوں۔ عذاب کو عظیم سے متصف کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ عذاب ایسا سخت، شدید اور بڑا ہوگا، جس کا حقیقی تصور بھی دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ اور پھر دنیا کے عذاب کی کوئی نہ کوئی حد تو ہوتی ہے۔ لیکن آخرت کے عذاب کی نہ تو کوئی حد ہے اور نہ ہی اختتام، بلکہ یہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہوگا۔ یہ کفر و سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی آیات او ران کے احکامات و ہدایات کے دل و زبان اور اعمال و کردار سے انکار اور تکذیب کا نتیجہ ہوگا:

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ○ (الْمَآئِدَة : ۳۷)

"وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہیں نکل سکیں گے اور انہیں قائم رہنے والا عذاب دیا جائے گا۔"

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ ج (يُوْنُس : ۵۲)

"پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔"

وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ○ (الْحَجّ : ۲)

"بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔"

فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ○ (ق : ۲۶)

"ڈال دو اسے سخت عذاب میں۔"

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ م (الزُّمَر : ۲۶)

"اور آخرت کا عذاب تو اس سے شدید تر ہے۔"

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ (النّحل : ۱۰۶)

''مگر جس دل نے رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اور ایسے سب لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

غرض کہ جو لوگ غیب پر ایمان نہیں لائیں گے، اقامت صلوٰۃ کا فریضہ انجام نہیں دیں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق رزق سے روگردانی کریں گے، اللہ تعالیٰ کی آیات کو قبول کرنے سے گریز کریں گے اور ان کی ہدایات اور ان کے احکامات سے بے اعتنائی برتیں گے اور آخرت کی پروانہ کریں گے یا ان میں سے کچھ کو قبول کریں گے اور کچھ کو رد کردیں گے یا ان میں تفریق کریں گے ـــــ کسی حکم کو مانیں گے اور کسی حکم کی خلاف ورزی کریں گے، ان تمام صورتوں میں صرف یہی نہیں کہ وہ لوگ فلاح و کامرانی کی نعمت عظمیٰ سے محروم رکھے جائیں گے بلکہ وہ کافر قرار دئے جائیں گے اور اپنے کفر کے نتیجے میں وہ عذاب عظیم کے مستحق قرار پائیں گے۔

☆☆☆

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔

گزشتہ آیات میں ان کافروں کا حال اور ان کے انجام کا ذکر ہے جو ایمان لانے سے صاف انکار کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات و ہدایات کو قبول اور اختیار کرنے سے مطلقاً برأت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اب یہاں اس سے بھی پرلے درجے کے کافروں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جن کے افکار و اعمال کسی اور ہی نوعیت کے ہوتے ہیں اور یہ مذکورہ بالا کافروں کے مقابلے میں زیادہ شنیع، برے اور نجس لوگ ہیں اِنَّهُمْ رِجْسٌ (التَّوْبَة : ۹۵)۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہوئے اپنے کفر پر مکر و فریب کا پردہ ڈال کر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے دعوے دار ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے قلب و ذہن میں تو کفر خالص ہوتا ہے، لیکن زبان سے اپنے مومن ہونے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ہدایات کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان کا عمل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے، ان کے اندر دنیاوی مفاد پرستی ہوتی ہے، جن کا حصول ہی ان کی زندگی کا اصل مقصد اور محور ہوتا ہے اور بس۔ چنانچہ وہ صبح کو مومن ہوتے ہیں تو ان کا مفاد انہیں شام کو کافر ہو جانے سے نہیں روکتا۔ ان کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس بات کا اقرار کرتے ہیں ان کے اعمال ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور جو وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوتے ہیں، زبان سے ان کے خلاف اظہار کرتے ہیں۔

ان کا یہ رویہ حد درجہ افسوس ناک ہے۔ چنانچہ ان کی سزائیں بھی مذکورہ بالا کافروں کے مقابلے میں زیادہ المناک اور دردناک مقرر کی گئی ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن نے

Marfat.com

منافقین کہا ہے۔

سورہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے چار آیات میں مؤمنین اور ان کے انجام خیر کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد دو آیات میں کافروں کی حقیقت اور ان کے انجام بد سے آگاہ کیا گیا ہے اور آخر میں مسلسل تیرہ آیات میں منافقوں کا ذکر قدرے تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ منافق کافرین مجاہرین کے مقابلے میں زیادہ بڑے مجرم ہیں۔ لہذا، ان کی سزائیں بھی ان کے مقابلے میں زیادہ سخت اور بدترین مقرر کی گئی ہیں:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝

(النسآء : ۱۴۵)

"یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔"

عام طور سے یہ باور کرلیا گیا ہے کہ منافقین قوم یہود اور قبائل اوس وخزرج کے صرف وہی لوگ تھے جنہیں قرآن میں ان کے مذکورہ منافقانہ رویے کے تحت منافق قرار دیا گیا تھا۔ حالانکہ قرآن نہ تو کوئی تاریخ کی کتاب ہے اور نہ ہی تاریخی واقعات اور ان کا تجزیہ پیش کرنا اس کتاب کا مقصد ہے، بلکہ قرآن اور قرآن کی تمام باتیں بغرض ہدایت پیش کی گئی ہیں۔ اس کے کلام آفاقی اور اصولی ہیں جو ہر زمانے اور ہر جماعت انسانی کے لئے یکساں نور وہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں اگر تاریخی حالات، واقعات اور کردار پیش بھی ہوئے ہیں تو وہ بھی ہدایت ہی کے ذیل میں ہیں جو ہدایت کے لئے دلائل فراہم کرتے ہیں تاکہ ہم ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں۔

لہذا، یہاں منافقوں کا تذکرہ عام ہے اور ہر زمانے کے لئے ہے، جس طرح کافروں کی موجودگی سے کسی زمانے میں انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح منافقین کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آج بھی بکثرت ایسے منافقین پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں ہی کے درمیان رہتے سہتے ہیں، انہیں کے معاشرے میں گھلے ملے ہوئے

Marfat.com

ہوتے ہیں، انہیں سے رشتے ناتے نبھاتے ہیں، انہیں سے مناکحت اور وراثت سے مربوط ہوتے ہیں اور انہیں کی انجمنوں، تنظیموں اور اداروں سے براہ راست بھی اور بالواسطہ بھی منسلک ہوتے ہیں۔ حکومت کے ایوانوں سے لے کر گلیوں اور محلوں تک ہر جگہ ان کی ریشہ دوانیوں کا دور دورہ ہوتا ہے اور وہ مسلمانوں پر اپنے طرح طرح کے ہتھکنڈے آزماتے رہتے ہیں۔

ہر زمانے میں منافقین کے ٹولے مسلمانوں ہی کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے تو وہ منافق کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان باور کرانے کے لئے مسلمانوں کا سا رنگ ڈھنگ اختیار کئے ہوتے ہیں اور بادل نخواستہ ہی سہی، کسی نہ کسی طور پر کچھ نہ کچھ اسلامی شعار کا مظاہرہ بھی کرنا ان کی مجبوری اور ضرورت ہوتی ہے۔

یہاں پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ منافقین کون ہیں اور کیا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی چند اہم خصوصیات اور علامات مثالوں کے ساتھ واضح کی گئی ہیں تاکہ ہم ان کو سمجھ سکیں اور انہیں پہچان سکیں، ان کی نجاست، خباثت، نحوست، شر، فساد، حسد، جلن، فریب، ریاکاری، بدچلنی، بدخواہی اور دشمنی سے محفوظ اور مامون رہ سکیں اور ہمارے لئے ان کا دفاع کرنا آسان ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں ہمیں ہدایت فرمائی گئی ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ط وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ط كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ط يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ط هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ط قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ز (الْمُنٰفِقُوْن : ٤)

"انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شان دار نظر آئیں، بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ لیکن یہ اصل میں گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیے گئے ہوں، ہر زور کی آواز کو یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ پکے دشمن ہیں، ان سے بچ کر رہو، اللہ تعالیٰ کی مار ان پر۔"

Marfat.com

اور آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ہمیں ہدایت فرمائی ہے۔ مثلاً:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ."

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''قیامت سے قبل بہت ہی جھوٹ بولنے والے بھی ہوں گے، تو تم ان سے دور رہنا۔''

اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کی بیان کردہ منافقت کی خصوصیات اور علامات کے آئینے میں خود اپنے افکار و نظریات اور اعمال و کردار کو بھی جانچتے اور پرکھتے رہیں کہ کہیں ہمارے اندر بھی وہ بیماری تو نہیں لگ گئی ہے یا راہ پا رہی ہے۔ اگر ایسا ہو یا ایسا ہوتا نظر آ رہا ہو تو فوراً پلٹ جائیں۔ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں اور رحیم و کریم رب العالمین کے حضور رجوع ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کریں کہ اس نے اپنے فضلِ خاص سے ہمیں ان بیماریوں سے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ان نجاستوں سے اپنی محافظت کی درخواست کرتے رہیں:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (اٰلِ عِمْرٰن: ۸)

''اے ہمارے رب! جب تو ہمیں سیدھے رستے پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو، ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔''

منافقین سے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ زبان سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان لانے کا محض دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ اندرون قلب سے وہ

Marfat.com

مومن نہیں ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کے اعمال و کردار ان کے دعویٰ ایمان کے منافی ثابت ہوتے ہیں۔ لہذا، ان کا اقرار ایمان جھوٹا ہے:

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ط وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النُّور : ٤٧)

"یہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسولؐ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، لیکن اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ جاتا ہے، ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔"

اور جب ایمان کے اقرار کے معاملے میں وہ جھوٹے ہوتے ہیں تو زندگی کے دیگر امور و معاملات میں کیا کچھ گل نہیں کھلا سکتے ہیں:

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط (اٰلِ عِمْرٰن : ١٦٧)

"وہ (منافقین) اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی ہیں۔"

قاضی بیضاوی نے بہت صحیح کہا ہے: والآية تدل على ان من ادعى الإيمان وخالف قلبه لسانه بالإعتقاد لم يكن مؤمنا (آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو ایمان کا دعوے دار ہو اور اس کا دلی اعتقاد اس کے زبانی اقرار کے خلاف ہو وہ مومن نہیں ہوگا۔)

☆☆☆

Marfat.com

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ آخر یہ منافقین جھوٹا اقرار ایمان کیوں کرتے ہیں، اس کے پیچھے ان کی غرض وغایت کیا ہوتی ہے، جن کی وجہ سے وہ ایمان کا زبان سے اقرار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، جبکہ ان کے دل میں ایمان قطعی نہیں ہوتا ہے۔

یہ اصل میں ان کا مکروفریب ہے جسے بزعم خود اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے ساتھ روا رکھنے کے لئے وہ جھوٹا اقرارِ ایمان پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح مسلمانوں کو اپنی جانب سے دھوکے میں رکھ کر اپنا الوسیدھا کرسکیں گے یا مسلمانوں کو ان کے اہداف سے باز رکھنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ ہر زمانے میں منافقوں نے اس طرح کی کوششیں کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسی کے لئے وہ اقرار ایمان کا ڈھونگ رچاتے ہیں، ورنہ کوئی کیوں کر پانچ اوقات نماز کی حاضری کی چٹی زندگی بھر برداشت کرتا رہے، ہمیشہ مالی قربانیاں پیش کرتا رہے اور بادل نخواستہ کسی نہ کسی حد تک احکامات شریعت پر عمل پیرا بھی رہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو ظاہر ہے کہ دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی ذات والا صفات اس سے ماورا ہے کہ کوئی اسے فریب دے سکے۔ یہاں پر مومنوں کے دھوکہ دینے ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اس لئے کہ مومنوں کو کسی طرح کا دھوکہ دینا بھی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کو دھوکہ دینے کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ ۚ

(الۡفَتۡح : ١٠)

''اے نبیؐ! جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تھا۔''

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الۡاَنۡفَال : ٤١)

''اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے، اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔''

لہٰذا وہ مومنوں کو زک پہنچانے میں کبھی کبھی کامیاب بھی ضرور ہو جاتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کے اس کارنامے میں خود ان کا اپنا کتنا بڑا نقصان ہے جو ہر لمحہ ان کے کھاتے میں محسوب ہو رہا ہے۔ کبھی دنیا میں تو انہیں ذلت و خواری اور جانی و مالی نقصانات کا منہ دیکھنا ہی پڑتا ہے اور آخرت میں تو بہر صورت وہ انتہائی سخت، دردناک اور المناک عذاب جہنم کے حق دار ٹھہریں گے، جس کی حقیقت کا پوری طرح علم تو کجا ایک ہلکا سا اندازہ بھی ہو جائے تو ایسے گناہ کے ارتکاب کی غلطی کرنے کی جرأت تو درکنار کوئی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ وہ منافقین فی الحقیقت خود کو ہی دھوکے میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں ورنہ اگر انہیں منافقت کے شدید نقصانات اور المناک نتائج کا صحیح شعور و احساس ہو تو وہ کبھی بھی اپنے آپ کو منافقت کے دھوکے میں نہ ڈالے۔

☆☆☆

Marfat.com

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠

ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اور بڑھادیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اس پاداش میں جو وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

منافقت دراصل ایک مرض ہے، ایک ایسا مرض جس کے عارضے میں بداعتقادی، جہالت، شک، تذبذب، کشمکش، غفلت، اندیشہ، حسد، بغض، عناد، بدزبانی، بدگمانی، بدعہدی، خیانت وغیرہ ہر طرح کے رذیل خصائل اور قبیح اعمال اور نجاست وخباثت شامل ہیں۔ علامہ آلوسیؒ نے ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ، قتادہؒ وغیرہ کے حوالے سے منافقین کے قلوب کو تمام خبائث کی آماجگاہ کہا ہے۔ لہٰذا، یہ مرض جنہیں لاحق ہوتا ہے، ان کی ذات سے لازماً مذکورہ افکار واعمال کا صدور ہونے لگتا ہے۔ ایک عارضہ دوسرے عارضے کو اپنے اندر جذب کرنے اور تقویت دینے کا باعث ہوتا ہے۔ اس طرح ان کے مرض میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ان انسانی اعمال سے محروم ہوتے چلے جاتے ہیں جو انسانی فطرت کے عین موافق ہیں، یہاں تک کہ ان کی روحانی موت واقع ہوجاتی ہے۔ لہٰذا، کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے مرض میں اضافہ فرمادیتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کی فطرت بنائی ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (التَّوْبَة : ١٢٥)

''اور جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض لاحق تھا، ان کی سابق نجاست پر ایک

اور نجاست کا اضافہ کردیا اور وہ مرتے دم تک کفر ہی میں بتلا رہے۔"

ٹھیک اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں بھی اضافہ اور پختگی فرماتا ہے:

وَیَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا ہُدًی ؕ (مَرۡیَم : ٧٦)

"اور جو لوگ راہ راست اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو راست روی میں ترقی عطا فرماتا ہے۔"

پھر یہ کہ منافقین کو اللہ تعالیٰ ان کے نفاق اور اس کے نتیجے میں ان کے کرتوتوں کی سزا فوری نہیں دیتا ہے بلکہ انہیں موقع دیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔ لیکن وہ بجائے اپنی اصلاح کرنے کے اپنے منافقانہ رویے اور اعمال کو بظاہر کامیاب سمجھ کر اپنی منافقت میں اور بھی زیادہ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ گویا اس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں اپنی منافقت میں اضافے کا موقع مل گیا، حالانکہ یہ موقع انہیں ہوش میں آنے اور سنبھلنے کے لئے دیا گیا تھا۔

ان کے لئے نہایت ہی سخت اور المناک عذاب ہے۔ یہ المناک عذاب انہیں جھوٹ بولنے کے نتیجے میں بھگتنا پڑے گا۔ وہ جھوٹ جو انھوں نے حقائق کے خلاف اپنی زبان سے ادا کیا تھا اور اپنے اعمال سے اس کے ثبوت فراہم کئے تھے۔

جھوٹ بولنا منافقت کی علامات میں سے ایک اہم علامت ہے، بلکہ منافقت کی بنیاد ہی جھوٹ پر قائم ہے، جیسا کہ ابھی گزشتہ آیت میں کہا گیا کہ "لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے، حالانکہ وہ ایمان لائے ہوئے نہیں ہوتے ہیں۔" ایمان جو تمام افکار و اعمال کی بنیاد ہے، اسی کے تعلق سے جب وہ جھوٹے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسے لوگ دنیا کے تمام معاملات میں جھوٹے ہی ہوں گے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی منافقوں کی علامتوں سے ہمیں اس طرح آگاہ فرمادیا ہے:

Marfat.com

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ."

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال المنافقین)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین علامتیں ہیں''.اور امام مسلم نے اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا کہ ''اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویدار ہو، نماز بھی پڑھے اور روزے بھی رکھے (اس کے بعد کے الفاظ مشترک ہیں) ''جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کر جائے۔''

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصاً، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ' وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ' وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ' وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ."

(صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال المنافق)

''حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں جس شخص میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان میں سے ایک بات بھی ہوئی تو یہ اس میں نفاق کی علامت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو ترک کر دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ

Marfat.com

بولے اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو برا بھلا کہے۔"

منافقین کا جھوٹ بولنا صرف حقائق ہی کے منافی نہیں ہے بلکہ خود ان کے اپنے ضمیر اور ان کی اپنی فطرت کے بھی خلاف ہے، جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے انہیں وجود بخشا ہے اور جس پر ان کا وجود اب تک باقی ہے۔ لہذا، منافقت اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ جھوٹ کی بنیاد ڈالنا اور اسے قائم کرنا ہے۔ اس طرح جھوٹ بولنا منافقوں کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ ایک منافق کی زندگی جھوٹ کی آماجگاہ ہوتی ہے۔ ہر معاملے میں وہ جھوٹ سے کام لیتا ہے۔ اسی لئے یہاں مطلقاً جھوٹ کہا گیا ہے۔ حدیث مذکور سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ "وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔" مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ آنے والے وقتوں میں جھوٹوں کی تعداد بہت ہوگی، لہذا، ان سے بچنے کی ضرورت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ."

(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الناس تبع لقریش و الخلافة فی قریش)

"حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "قیامت سے قبل بہت ہی جھوٹ بولنے والے بھی ہوں گے، تو تم ان سے دور رہنا۔"

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ جھوٹ کی ہر ایک قسم حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو عذاب الیم کا سبب فرما کر جھوٹے کو مستحق عذاب قرار دیا ہے۔

نفاق چونکہ کفر سے بھی مزید ایک درجہ آگے ہے۔ اس لئے کافر کے لئے اگر عذابِ عظیم مقرر ہے تو منافقین کے لئے المناک عذاب عظیم مقدر کر دیا گیا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

کسی چیز کا اپنے اعتدال، استقامت اور استقرار سے ہٹ جانا، خارج ہوجانا یا بگڑ جانا فساد ہے۔ یہ نقیض ہے صلاح کی۔ صلاح کسی چیز کے اپنے اعتدال پر قائم رہنا ہے۔ فساد ہر طرح کی ضرر رساں چیز اور صلاح سے ہر قسم کی نفع بخش چیز مراد ہوسکتی ہے۔

عام طور سے مفسرین ابن مسعودؓ کے حوالے سے فساد فی الارض سے مراد کفر اور گناہ کے اعمال بیان کرتے ہیں۔ محمد علی الصابونی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فساد فی الارض خبیث اعمال ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ نے فساد فی الارض سے جو مراد لیا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے پہلو تہی کرنا فساد ہے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ صلاح جو اس نے اپنی کتابوں اور اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ نازل فرمائی ہے، کے خلاف کسی اور ہی نظام و مذہب یا اصول و طریقہ کو اختیار کرنا، اس پر قائم رہنا اور اس کی ترویج و اشاعت میں کسی نہ کسی طرح حصہ دار بننا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ اس صلاح کی خلاف ورزی کرنا یا اس سے انحراف کرنا یا اس سے تجاوز کرنا فساد فی الارض میں شامل ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ اس صلاح سے انحراف یا تجاوز کرنا لازماً بدنظمی و ابتری، بے حیائی و بے لگامی، ظلم و جبر، خیانت و بدعہدی ہے، یہاں تک کہ ناجائز کشت و خون کو دعوت دینا ہے اور معاشرے کو خباثت و

رذالت سے بھر دینا ہے۔ خواہ کوئی کتنا ہی خیر و صلاح کا دم بھرتے ہوئے یہ ''کارنامہ'' انجام دے اور چاہے کتنا ہی اس کے اوپر فکر و فلسفہ کی ملمع کاری کرتا رہے۔

منافقین کی یہ بھی ایک بڑی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام ہو کہ تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی معاملات ہر چیز میں فساد ڈالنے کی کوشش کرنا منافقین کی عام ذہنیت ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ صلاح بہر صورت قائم نہ ہو اور اگر قائم ہے تو وہ منہدم ہو جائے۔ چنانچہ ان کی تمام دوڑ دھوپ کا مقصد مذکورہ صلاح کو فساد آلودہ کرنے کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے، چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں اور جس طرح کا بھی انہیں موقع دستیاب ہو:

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝ (النّحل : ۸۸)

''جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، انہیں ہم عذاب پر عذاب دیں گے اس فساد کے بدلے جو وہ دنیا میں برپا کرتے رہے۔''

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ؕ (الْاَنفال : ۷۳)

''جو لوگ منکر حق ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں، اگر تم یہ (جان و مال سے جہاد) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔''

بالعموم مفسدین اپنے فساد کو صلاح ثابت کرتے ہیں اور اس کے جواز کے لئے کوئی نہ کوئی حیلہ تراش لیتے ہیں۔ جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ سراسر اصلاح ہے، بلکہ بزعم خود بالآخر وہ خود بھی یہی سمجھنے لگتے ہیں۔ چنانچہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد فی الارض کے مرتکب نہ بنو تو وہ فوراً عرض کرتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، مفسد نہیں ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ

Marfat.com

قرآن میں کہا گیا ہے:

بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ○ (النِّسَآء : ٦٢)

"(وہ کہتے ہیں کہ) خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ کسی طرح موافقت (میل ملاپ) ہو جائے۔"

☆☆☆

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

خبردار! حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں، مگر انہیں شعور نہیں ہے

منافقت ایک ایسا مرض ہے جس میں اور عارضوں کے علاوہ یہ عارضہ بھی لاحق ہوتا ہے کہ منافقین حق و باطل اور صلاح و فساد کی تمیز سے عاری ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ وہ فساد کو صلاح تصور کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ (فَاطِر : ۸)

"(بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کے لئے اس کا برا عمل خوشنما بنادیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو۔"

چنانچہ منافقوں کے اس غلط دعوے کہ "ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں" کی اللہ تعالیٰ نے سخت تردید کی ہے اور واضح فرمادیا ہے کہ یہ قطعاً اصلاح نہیں ہے بلکہ مطلق فساد ہے جو وہ کررہے ہیں اور انہیں خبردار کیا جارہا ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور ایسی حرکتوں سے باز آجائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اسلام پر عمل پیرا ہونا ہی خیر و صلاح ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ فتنہ و فساد کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ لہذا، یہ منافقین بے شک مفسد ہیں، اس لئے کہ یہ کافر ہیں ان کا کافر ہونا ہی فساد فی الارض ہے، کیوں کہ ان میں کفرانِ نعمت کی خصوصیت پائی جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں ہوائے نفس کا پوری طرح دخل ہے جو فتنہ و فساد کی اصل اور بنیاد ہے، خواہ یہ انفرادی حیثیت میں ہو یا اجتماعی حیثیتوں میں۔ اصلاح کے نام پر تنظیمیں، ادارے، سوسائٹیاں قائم کرکے ان پر عمل آوری ہو یا باضابطہ ترقیاتی منصوبے کی ترتیب و تعمیل، کفر و نفاق کی بنیاد پر جو بھی عمل ہوگا وہ لازماً فساد ہی ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد میں کفر و بغاوت، تمرد و سرکشی، ظلم و حق تلفی اور نفسانیت و ہوس پرستی ہی ہوگی جس کے نتیجے میں

صرف فتنہ وفساد ہی کے زہریلے مادے پیدا ہو سکتے ہیں اور بس:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَكُمْ ○ (مُحَمَّد : ۲۲)

"اب تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا نہ کرو گے اور آپس میں رشتے ناتے (کے حقوق اور تعلقات) کو کاٹ ڈالو گے۔"

اس آیت میں جہاں ایک طرف منافقوں کو خبردار کیا جا رہا ہے اور انہیں اصل حقیقت سے آگاہی دی جا رہی ہے وہیں دوسری طرف مسلمانوں کو بھی ہوشیار کر دیا جا رہا ہے کہ وہ ان کے دھوکے میں نہ آئیں بلکہ ان کی اصلیت سے بخوبی واقف رہنے اور ان کے مفاسد سے، جنہیں وہ اصلاح کے نام پر کر رہے ہیں، آگاہ رہنے اور ان کی مضرتوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں، اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب یہی دیتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں ـــــ خبردار! حقیقت میں تو یہ خود بے وقوف ہیں، مگر یہ جانتے نہیں۔

اس آیت کا ماقبل آیت سے ربط ہے اور ماقبل پیش کی گئی نصیحت کا تتمہ و تکملہ ہے۔ اس سے قبل منافقین کو منکرات یعنی فساد فی الارض کے ارتکاب سے روکا گیا ہے اور اب انہیں معروفات کی دعوت دی جارہی ہے کہ وہ صدق دل سے ایمان لائیں۔ ایمان کا محض زبانی اقرار درحقیقت ایمان نہیں ہے بلکہ اس میں اخلاص پیدا کریں۔ یعنی اقرار ایمان کے ساتھ ہی اس کے جو تقاضے ہیں انہیں پورا کریں، جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اور اس کے تقاضوں کو ادا کر رہے ہیں، جو لازمۂ ایمان ہے۔

منافقین جس طرح مفسدات کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ اصلاح کا کام کررہے ہیں ٹھیک اسی طرح وہ اپنے ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ صدق دل سے ایمان نہیں لاتے ہیں، بلکہ ان کے کردار و اعمال ان کے اقرار ایمان کی نفی کرتے ہیں۔ ظاہری ایمان یعنی زبانی اقرار ایمان سے دنیاوی فائدے تو حاصل ہوسکتے ہیں۔ لیکن اصل چیز حقیقی ایمان ہے جو مدار نجات ہے، اس کے لئے خلوص کے ساتھ قلبی تصدیق ضروری ہے۔ لہذا، یہاں اٰمِنُوْا (ایمان لاؤ) کہہ کر جو حکم دیا جارہا ہے، اس سے حقیقی ایمان مطلوب ہے جو صدق دلی، اخلاص اور للّٰہیت کے بغیر

حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں) حکم اٰمِنُوْا (ایمان لاؤ) کی توضیح ہے۔ یعنی جب منافقین کو کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں، یعنی جس طرح دوسرے لوگ اپنے ایمان میں سچے اور مخلص ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں، نیک اعمال بجالاتے ہیں اور برے اعمال سے اجتناب کرتے ہیں، غرض کہ اپنے ایمان میں مخلص ہونے کا اپنے اعمال وِ کردار سے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ تم بھی اس طرح ایمان کے تقاضے پورے کرکے اپنی صداقت ایمانی اور خلوص کا ثبوت دو۔ تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں جو اپنی بے وقوفی میں محض اسلام کی خاطر اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کردیتے ہیں، گھر بار چھوڑ دیتے ہیں اور دنیاوی عیش و تنعم کو خیر باد کہہ کر فقر و مسکنت کی زندگی کو قبول کرلیتے ہیں۔ محض اسلام کی سربلندی کے لئے ساری دنیا سے خطرات مول لیتے ہیں اور زندگی کے سکھ چین کو تج دیتے ہیں۔ حالانکہ دنیاوی مفاد اور موقع پرستی کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ لو اور کچھ دو کا معاملہ کرکے کفار و مشرکین کے ساتھ بقائے باہم کے اصولوں پر زندگی گزاری جائے۔ ان کے طریقے اور اعمال سے مطلق تعارض نہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں یقین دلایا جائے کہ ان کے جو بھی اصول و نظریات، طور و طریقے اور رسم و رواج ہیں وہ سب نہ صرف یہ کہ درست اور مناسب ہیں بلکہ ان کی تہذیب و ثقافت، تمدن و معاشرت، یہاں تک کہ افکار و نظریات ہی دراصل ترقی کے زینے، روشن خیالی کے مظاہر اور انسانیت کی معراج ہیں۔

یہی سنت آج بھی چلی آرہی ہے بلکہ موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ کفار و مشرکین کی تہذیب و معاشرت ہی کو ترقی کا واحد ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ ان ہی کے ایجاد کردہ

تہذیب و معاشرت، طور طریقے، رہن سہن، نشست و برخاست، خورونوش حتیٰ کہ اصول و قوانین کو نہ صرف یہ کہ اپنی زندگی میں بروئے کار لایا جارہا ہے بلکہ کسی بھی معاملے میں صرف انہیں کو واحد حل سمجھ کر ان پر ایمان لایا جاتا ہے، انہیں کو کارِ ثواب سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے اور دوسروں کو بھی نیکی سمجھ کر اسی کی دعوت دی جاتی ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○ (خبردار! حقیقت میں تو یہ خود بے وقوف ہیں، مگر یہ جانتے نہیں) کہنے سے دو چیزیں مقصود ہیں —— منافقین کی تردید اور ان کو احمق قرار دینے میں مبالغہ۔ منافقین نے مؤمنین کو بے وقوف گردانا، اللہ تعالیٰ نے ''مگر حقیقت میں تو وہ خود بے وقوف ہیں۔'' کہہ کر ان کی اس بات کی تردید فرمائی اور انتہائی بلیغ انداز میں تردید فرمائی اور پھر ان کی ابتر جہالت کو بھی بلیغ انداز میں ''مگر یہ جانتے نہیں'' کہہ کر واضح کر دیا۔ یعنی انہیں یہ صاف صاف بتا دیا گیا کہ یہ لوگ اپنی نادانی سے بھی ناواقف ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ ایسے جہل مرکب میں مبتلا ہیں جس جہالت سے نکلنا بھی قریب قریب ناممکن ہوتا ہے۔

ایمان اور ایمانی حقائق سے لاتعلقی اور تقاضائے ایمان کی ادائیگی سے انکار، ان کی تکذیب اور ان کی دوری سے ایک زبردست عارضہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ عقل ماری جاتی ہے اور ہر چیز الٹی نظر آنے لگتی ہے۔ انہیں ہر خیر شر، ہر درست نادرست، ہر مفید مضر، اور ہر نفع نقصان نظر آنے لگتا ہے اور ہر شر خیر، ہر نادرست درست، ہر مضر مفید، اور نقصان نفع۔

☆☆☆

Marfat.com

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِهِمۡ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ ۙ اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۱۴﴾

جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے محض مذاق کرر ہے ہیں۔

یہاں منافقین کی ایک اور بڑی خصوصیت سے واقفیت بہم پہنچائی جارہی ہے۔ آٹھویں اورنویں آیتوں میں منافقین کے عقیدے سے متعلق ہمیں بتایا گیا کہ یہ زبان سے تو اپنے آپ کو مومن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یعنی وہ قطعی مومن نہیں ہوتے ہیں، بلکہ جھوٹا زبانی اقرار ایمان کرکے دراصل اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹا اقرار ایمان کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس طرح ان کے ظاہر و باطن میں بعد المشرقین ہے۔

یہاں منافقین کی مذموم اور قبیح دورخی پالیسی سے ہمیں آگاہ کیا جارہا ہے، جس کے تحت وہ بیک وقت مومنین اور کفار و مشرکین کے ساتھ معاملات کے نمٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن کلمات سے واقعے کا آغاز کیا گیا ہے ان کو پیش کرنے کا مقصد ان منافقین کے اصل مذہب سے ہمیں واقف کرانا ہے۔ لہذا، ان کے کردار و گفتار اور ان کے کردار و گفتار میں تناقض اور تباین کو ان ہی کی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

منافقین اپنی قبیح و رذیل خصلت و ذہنیت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ جب یہ بد باطن منافقین مومنوں کے درمیان ہوتے ہیں تو مومنوں سے اپنی دوستی اور خیر خواہی

Marfat.com

ظاہر کر کے انہیں دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں، تاکہ اپنے ایمان کا اظہار کر کے مومن معاشرے کے منافع اور صلاح سے مستفید ہوں اور جب اپنے شیطانوں (اس لئے کہ یہ لوگ شیطانوں کی پارٹی کے لوگ ہوتے ہیں۔۔۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط (اَلْمُجَادَلَة : ١٩) یعنی اپنے منافق یا مشرک دوستوں یا پھر اپنے ہم مشربوں یا رہنماؤں اور سرداروں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو ان کے پوچھے جانے پر یا ان کے شبہ کے اظہار ہونے پر یا پھر خود ہی اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے ان سے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے مذہب وعقائد، افکار ونظریات اور اعمال کو خیر باد نہیں کہا ہے بلکہ ہم انہیں پر قائم ہیں اور دل وجان سے تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ رہی بات مومنوں کے ساتھ اپنے آپ کو مومن بنا کر پیش کرنا تو یہ دراصل مصلحت کے تقاضے کے تحت ہے جو محض ان کے دکھاوے کے لئے ہے، انہیں فریب دینے کے لئے ہے اور ان کا مذاق اڑانے کے لئے ہے۔

یہاں پر شیطان کہہ کر جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو شیطانی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور شیطان کے دوست ہوتے ہیں، جس طرح شیطان اللہ کا سرکش اور باغی بندہ ہے اسی طرح وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے سرکشی اور بغاوت اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں اور شیطانی کاموں میں شیطانوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لہذا، منافقین کے نہ صرف وہ دوست ہوتے ہیں بلکہ ان کے رفیق کار بھی ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے آلۂ کار بھی۔ جس کی وجہ سے ان منافقین کو ان سے تعلقات قائم رکھنا لازم ہوتا ہے اور ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رکھنا ہوتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء کر رہا ہے، وہ ان کی رسی دراز کئے جاتا ہے، اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔

استہزاء کے معنی مذاق اڑانا ہے اور مذاق اڑایا جاتا ہے کسی کی تذلیل اور تحقیر کر کے یا تضحیک و رسوائی کے ذریعہ۔ اس طرح استہزاء کے معنی میں مذاق اڑانے کے ساتھ ہی ساتھ تذلیل کرنا، تحقیر کرنا، تضحیک کرنا، رسوا کرنا بھی شامل ہیں، جس کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے، اسے خفت، خجالت اور سبکی ہوتی ہے۔

اس طرح مومنین کے حق میں منافقین کی جانب سے کئے جانے والے استہزاء اور تذلیل وتحقیر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو مطلع فرمارہا ہے کہ یہ منافقین تمہارے ساتھ یہ رویہ اختیار کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی تذلیل وتحقیر کا انتظام فرمارہا ہے۔ وہ بہت جلد ان کی ذلیل اور قبیح حرکتوں کو ان ہی کے اوپر پلٹ دے گا اور ان کے برے انجام سے انہیں دوچار ہونا پڑے گا۔ اس طرح ''اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء کررہا ہے'' کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ خود انہیں کے لئے ذلت وحقارت مقدر کی جارہی ہے جو ان کے لئے شدید خفت وخجالت کا باعث ہوگی۔

جب ایک شخص سرکشی اختیار کرتا ہے اور اس میں وہ بڑھتا چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے فوری گرفت میں نہیں لے لیتا ہے بلکہ اسے اسی راہ میں مزید ڈھیل دے دی جاتی ہے۔ جیسے کوئی شخص جب گمراہی اختیار کرتا ہے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ لہذا، یہ منافقین غفلت میں ہیں اور اپنی سرکشی اور طغیان میں اپنی سوجھ بوجھ کھو چکے ہیں۔ اس لئے اندھے ہو کر اپنے انجام سے بے پرواسرگرداں اور

Marfat.com

حیراں بھٹکتے پھر رہے ہیں:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ط اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (التَّوْبَة : ٦٧)

''یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا، یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔''

☆☆☆

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے ضلالت خرید لی ہے، مگر یہ سودا ان کے لئے نفع بخش نہیں ہے، اور یہ ہرگز صحیح راستے پر نہیں ہیں۔

اوپر منافقین کی جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں یعنی وہ جھوٹا اقرار ایمان کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ وہ مومن نہیں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو اپنے جھوٹے اقرار ایمان کے ذریعہ دھوکہ دیتے ہیں، وہ فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ہیں جسے اصلاح کا خوبصورت نام دے کر فعل شنیع انجام دیتے ہیں، ایمان لانے والوں کو بے وقوف گردانتے ہیں اور اپنے شیطانوں کے درمیان اپنے جھوٹے اقرار ایمان کو مومنوں کے ساتھ استہزاء کے لئے جواز کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کی ان خصوصیات کو دیکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا سبب ہے کہ وہ لوگ اس طرح کے خلاف اخلاص واخلاق، نازیبا و ناروا اور ذلیل وقبیح اعمال وحرکات انجام دیتے ہیں، اسی سوال کا یہاں جواب دیا جارہا ہے کہ ان کی ان بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ یہ ہے کہ منافقین ہدایت بیچ کر ضلالت خرید لیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہدایت پر ضلالت کو ترجیح دیتے ہیں اور ترجیح اس وجہ سے دیتے ہیں کہ انہیں کفر وضلالت ہی پسند آتی ہے، جس کے پیچھے دنیاپرستی کی بیماری لگی ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں قوم ثمود کے متعلق کہا گیا:

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى

(حٰمٓ السَّجْدَة: ١٧)

”رہے ثمود، تو ان کے سامنے ہم نے ہدایت پیش کی مگر انہوں نے راہ ہدایت دیکھنے کے بجائے اندھا رہنا ہی پسند کیا۔“

اور جب ضلالت ہی کو ترجیح دے لی اور اسے ہی اختیار کرلیا تو پھر اس کے اندر سے قبول حق کی صلاحیت و استعداد ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئی، حسن و قبح کی تمیز جاتی رہی، نفع و نقصان کی سمجھ سے وہ عاری ہوگئے، عاقبت اندیشی ان سے چھن گئی، محض دنیا کے طلب گار ہو کر رہ گئے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی وہ ہدایت، جو ان کی خلقی فطرت کے عین موافق تھی، کو رد کردینے کے نتیجے میں ہر قبیح و ذلیل اور نجس و مکروہ افکار و اعمال انہیں اپنی طرف راغب کرنے لگے اور حق و راست روی سے انہیں قطعی کوئی دل چسپی نہیں رہ گئی۔

اس طرح وہ لوگ جب ہدایت جیسی قیمتی شے کو حقیر جان کر اسے دے دیتے ہیں اور اس کے عوض ضلالت جیسی نجس، مضر اور مخرب اخلاق و کردار کو بہتر سمجھتے ہوئے انہیں قبول کرلیتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں منافع تو درکنار وہ صالحیت جیسی قیمتی شے کو بھی ضائع کردیتے ہیں اور سلیم الطبعی جیسے گراں قدر سرمایہ سے بھی انہیں ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے مذکورہ قبیح و شنیع حرکات سرزد ہونے لگتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾

ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور جب اس نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انکا نور بصارت سلب کرلیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

کسی بات کی وضاحت اور مؤثر تفہیم کے لئے مثالیں مجربات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ قرآن میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے حقائق کی توضیح اور تفہیم کے لئے مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ البتہ ان مثالوں کو سمجھنے کے لئے بھی اپنی اندرونی بصیرت اور علم حقیقی ضروری ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○

(الْعَنكَبُوت : ۴۳)

''یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لئے دیتے ہیں، لیکن ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔''

قرآن میں بکثرت مقامات پر ایمان کو نور اور کفر و نفاق کو ظلمت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہاں نور سے مراد ہدایتِ ایمان اور ظلمت سے مراد کفر، نفاق، اور کفران نعمت ہے۔

قبل کی آیت میں منافقوں سے متعلق جس حقیقت کا اظہار کیا گیا یعنی منافقین نے ہدایت کے عوض ضلالت مول لے لی اور اس ضلالت پر قائم رہے، اس کی توضیح، تفہیم اور ان کی پختگی کے لئے یہاں ان کے مناسب حال مثال بیان فرمائی جارہی ہے تاکہ بات عقل سے آگے بڑھ کر محسوسات کے دائرے میں بھی جاگزیں ہوجائے اور لوگوں کے دلوں پر خاطر خواہ دستک دی جاسکے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے نے روشنی پھیلائی، جس روشنی سے حق و باطل، صحیح و غلط، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر، صلاح و فساد تمام چیزیں واضح ہوکر نظر آنے لگیں، تو جو لوگ نورِ بصارت کے حامل تھے ان پر ساری حقیقتیں روز روشن کے مانند عیاں ہوگئیں، لیکن یہ منافق جو دنیاوی ہوس اور نفس پرستی کے مرض میں اندھے ہورہے تھے، ان کو اس روشنی میں کچھ بھی نظر نہ آیا، اس لئے کہ ان کا نور بصارت سلب ہو چکا تھا۔ لہذا، حقائق سے نابلد ہی رہے اور نتیجے کے طور پر ناکام رہے۔

ان کے نور بصارت کے چھن جانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دلوں میں حق کی طلب مطلق نہ تھی بلکہ حق کی خلاف ورزی اور انکار و بغاوت ان کا شیوہ تھا، جس کے نتیجہ میں فطری تقاضے کے تحت ان کی آنکھیں بصارت کی خصوصیات سے عاری ہوگئیں۔ لہذا، اُن کے گرد و پیش روشن ہونے کے باوجود ان کے لئے اس سے استفادے کی کوئی راہ نہ تھی۔

بصارت کے سلب کئے جانے اور ضلالت میں چھوڑ دئے جانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب محض تکوینی حیثیت سے ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے ایک کیفیت اور اس کیفیت کے اثرات ودیعت کی ہوئی ہے، جو فطری طور پر انجام پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا، یہاں بھی ان ہی فطری اور تکوینی اصولوں کے تحت منافقوں کا نور بصارت ان سے سلب ہوگیا۔

''نور'' کو صیغہ واحد اور ''ظلمات'' کو صیغہ جمع میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نور یعنی راہ حق یا ہدایت ایک ہی ہے اور ضلالتیں کئی ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ بالفاظ دیگر نور و ہدایت تو صرف ایک ہی ہے جو ابدی فلاح و کامرانی کی ضامن ہے اور اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ سب ضلالتیں ہی ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ ان ضلالتوں یعنی کفر، شرک، نفاق، دہریت، ارتداد وغیرہ کی کیفیات اور ان کے اثرات مختلف بھی ہو سکتے ہیں، لیکن ان سبھوں کا بالآخر انجام بہر صورت ایک ہی ہے اور وہ ہے ابدی خسران کا موجب۔

☆☆☆

Marfat.com

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، یہ اب نہ پلٹیں گے۔

منافقین کی ان تین خصوصیات یعنی ان کے بہرے، گونگے اور اندھے ہونے کا استعمال کامل تشبیہ کے طور پر کیا گیا ہے۔ یہ سابقہ آیت کی تمثیل کا خلاصہ اور نتیجہ ہے۔ منافقین نے جب اپنے کانوں کو صدائے حق سننے، زبان کو کلمۂ حق ادا کرنے اور آنکھوں کو حق کے نشانات و علامات کو دیکھنے سے روک لیا اور حق سے بہت دور جا گرے، حالانکہ ان تینوں اعضائے جسمانی کی تخلیق اور ان کے تفویض کئے جانے کا اصل مقصد ہی یہی تھا، تو ان کو بہروں، گونگوں اور اندھوں سے تشبیہ دی گئی اور ان کے لئے وہی الفاظ استعمال کئے گئے، کیوں کہ جب کوئی شے اپنی اصل حیثیت و افادیت کھو بیٹھتی ہے تو اس کو معدوم ہی قرار دیا جاتا ہے۔

اور اب یہ لوگ اس ہدایت کی طرف واپس نہ ہوں گے، جسے انھوں نے، جیسا کہ ماقبل آیت میں بیان ہوا ہے کہ اسے بیچ دیا ہے اور ضائع کر دیا ہے، یا اس گمراہی سے باز نہ آئیں گے جس کو انھوں نے مول لے لیا ہے۔ یا پھر وہ حیرت زدہ ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ وہ کدھر جائیں، آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، اور جہاں سے چلنا شروع کیا تھا وہاں تک کیسے لوٹ کر جائیں۔ لہذا، اب ان کے طواغیت، گمراہی اور ضلالت سے نکل کر حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾

یا پھر ان کی مثال یوں سمجھو کہ آسمان سے زور کی بارش ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ اندھیری گھٹا اور کڑک اور چمک بھی ہے۔ یہ بجلی کے کڑاکے سن کر اپنی جانوں کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونسے لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہر طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔

منافقین اپنے ان قبیح وشنیع اعمال وکردار کے نتیجے میں جو وہ مسلمانوں کے درمیان رہ کر انہیں دھوکہ دینے، نقصان پہنچانے یا اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے انجام دیتے ہیں، زبردست ذہنی خلجان، پریشانی اور تردد میں مبتلا ہوتے ہیں، جس سے انہیں ہر وقت اپنی جان و مال کے خطرات کا دھڑکا لگا ہوا ہوتا ہے۔ ان کی اس حقیقتِ حال کی تصویر یہاں ایک دوسری مثال کے ذریعہ واضح کی جا رہی ہے کہ جس طرح گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شدید بارش اور بجلی کی کڑک اور چمک میں گھرا ہوا شخص بجلی کی ہر کڑک کے ساتھ اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونسے لیتے ہیں کہ کہیں کسی آن یہ بجلی ان کا خاتمہ ہی نہ کر ڈالے، ٹھیک اسی طرح ان منافقین کو بھی اپنی شامتِ اعمال کے نتیجے میں اپنی جان و مال کے تلف ہو جانے کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔ لہذا، ایسے لوگ پتا بھی کھڑکتے ہوئے سن کر چونک جاتے ہیں۔ اور خطرات کی بو سونگھنے لگتے ہیں جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ (الْمُنٰفِقُوْن : ٤)

Marfat.com

''ہر سخت آواز کو یہ اپنے اوپر سمجھتے ہیں۔''

لیکن ان منافقین کو کہاں نجات مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ وہ کسی بھی طرح بچ کر نہیں نکل سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے سیاہ کرتوتوں کا بدلہ لے کر رہے گا:

وَعَدَاللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ هِیَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۙ (التّوبة : ٦٨)

''ان منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آتشِ دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کے لئے موزوں ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔''

☆☆☆

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ

وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

چمک سے ان کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ گویا عن قریب بجلی ان کی بصارت اچک لے جائے گی، جب ذرا کچھ روشنی انہیں محسوس ہوتی ہے تو اس میں کچھ دور چل لیتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت بالکل ہی سلب کر لیتا، یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں ماقبل آیت کی توضیح پیش کی جا رہی ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو ان کی آنکھیں خیرہ ہو کر چندھیا جاتی ہیں۔ اس طرح وہ ایک مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور جب ذرا روشنی انہیں محسوس ہوتی ہے تو اس روشنی میں تھوڑا چل لیتے ہیں لیکن فوراً ہی اس روشنی کے بعد ان پر ایسا اندھیرا چھا جاتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بالکل ہی کٹ کر مبہوت بنے کھڑے رہ جاتے ہیں، نہ آگے بڑھنے کا یارا نہ پیچھے لوٹنے کی گنجائش، بس تذبذب میں پڑے ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ منافقین کو جب مادی فوائد کے حصول کے مواقع حاصل ہوتے ہیں اس وقت انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں کی حیثیت سے پیش کرنے میں بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے اور انہیں اطمینان بھی ہوتا ہے کہ ان کے حربے کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف جب کسی جانی و مالی نقصان یا قربانی کے تقاضے آن کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں، انہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کریں۔ ایک طرف اگر اپنے

ایمان کا دعویٰ قائم رکھتے ہیں تو قربانیوں کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ اور اگر اپنے ایمان سے مکر جاتے ہیں تو وقتاً فوقتاً حاصل ہونے والے فوائد سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ تذبذب کے شکار ہوتے ہیں اور کوئی حتمی فیصلہ کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا ہے:

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ

(النِّسَآء : ۱۴۳)

''کفر و ایمان کے درمیان مذبذب ہیں، نہ پورے اِن کی طرف نہ پورے اُن کی طرف۔''

''اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت بالکل ہی سلب کر لیتا، یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ کر منافقین کو متنبہ فرماتا ہے کہ اس نے انہیں کان اور آنکھیں تو دی تھیں اس لئے کہ ان کے وسیلے سے وہ ہدایت حاصل کرتے اور فلاح و کامرانی تک پہنچتے۔ لیکن انہوں نے انہیں فوری یعنی دنیاوی فائدوں کے حاصل کرنے میں استعمال کیا۔ اس استعمال میں حدود و قیود کا ذرا پاس و لحاظ نہ رکھا بلکہ بزعم خود وہ بڑے ''کارنامے'' انجام دیتے رہے اور آخرت کو فراموش کر گئے۔ لہذا، منافقین کے یہ ''کارنامے'' اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی سماعت اور بصارت بالکل ہی سلب کر لی جائیں اور ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ پوری طرح قادر بھی ہے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ ایسے حالات میں بھی ان کی سماعت اور بصارت کو سلب نہیں کرتا ہے۔ اس طرح انہیں اب بھی مواقع دستیاب ہیں کہ وہ ہوش میں آئیں اور کفر و بغاوت کا راستہ ترک کے راہ راست اختیار کر لیں اور مفلحون کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان تیرہ آیات میں منافقین کی کچھ خاص خصوصیات سے ہمیں واقفیت بخشی ہے، جو ان کی شناخت کے لئے علامات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ یہ کہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں، دھوکہ بازی کرتے ہیں، حیلہ و مکر سے کام لیتے ہیں، مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں، زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور جہالت، ضلالت اور تذبذب کے شکار ہوتے ہیں۔

متقیوں اور بالخصوص کافروں کے تذکرے کے مقابلے میں منافقوں کا نسبتاً طویل تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ جس کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے، اس سے کسی طرح کے دھوکے کا احتمال نہیں ہوتا گو کہ ایسا شخص کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو۔ خطرہ تو ان چھپے ہوئے دشمنوں سے ہوتا ہے جو دوست، محبوب، محسن اور خیر خواہ بن کر یا معلم، مصلح اور رہنما کی حثیت سے لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور موقع ملتے ہی پیٹھ میں چھری گھونپ دینے کو ہر وقت مستعد رہتے ہیں اور سامنے والوں کی آنکھوں پر حسن ظن کا دبیز پردہ پڑا ہوتا ہے۔ یہی کیفیت منافقین کی ہے۔ اسی لئے قرآن سے ہدایت اخذ کرنے والوں کو ان کی اہم اور بنیادی خصوصیات اور علامات سے شروع ہی میں آگاہی دے دی گئی ہے اور ان سے محتاط کر دیا گیا ہے، تاکہ ایک طرف وہ منافقوں کی منافقت کے فریب سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور دوسری طرف خود اپنے اندر پیدا ہونے والی منافقت سے کماحقہ آگاہ اور محتاط رہیں اور اگر خدانخواستہ منافقت کی کوئی ادنیٰ سی علامت بھی نظر آئے تو ان کا فوری مداوا کر سکیں۔ اس لئے کہ منافقت نہایت ہی گھناؤنی اور قبیح بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اس سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین!

☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ
وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾

لوگو! عبادت کرو اپنے اس رب کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں، ان سبھوں کو پیدا کیا، شاید کہ تم نقصان اٹھانے سے بچ جاؤ۔

قرآن میں حرف ندا ''یَـاَ یُّھَـا'' کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ یہ انداز تخاطب خصوصی توجہ اور تاکید کے لئے ہوتا ہے، بالخصوص ان خاص اور اہم چیزوں کے بیان کے تعلق سے جو لائق غور و تدبر ہوں اور جن سے کسی بھی طرح بے اعتنائی نہیں برتی جاسکتی ہے۔ یہاں بھی اسے خصوصی طور سے توجہ مبذول کرانے اور تاکید کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ ''الـنـاس'' عربی زبان میں مطلق انسان کے معنی میں آتا ہے۔ اس طرح ''یَاَ یُّھَا النَّاسُ'' کہہ کر پوری بنی نوع انسان کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ ہر دور اور ہر خطے کی آبادی کے لئے یکساں خطاب ہے، خواہ وہ کسی بھی ملک و قوم، رنگ و نسل، تہذیب و تمدن اور عقائد و نظریات کے حامل ہوں۔

سورۂ بقرہ میں پہلے قرآن کریم کی عظمت اور اس کے ہدایت نامہ ہونے کی انتہائی مختصر لیکن جامع انداز میں واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ اس کے بعد قرآن سے ہدایت کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے یا قبول نہ کرنے کے اعتبار سے دو گروہوں ——— مؤمنین اور کافرین کا ذکر ہے۔ جن دو گروہوں کو سورہ ''المجادلة'' میں ''حِزْبُ اللّٰهِ'' اور ''حِزْبُ الشَّيْطٰنِ'' کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، اور پھر کافروں کی بھی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ——— کافرین مجاہرین اور کافرین منافقین، پھر مؤمنین متقین، کافرین مجاہرین اور کافرین منافقین کے خواص اور ان کی اہم اور بنیادی علامات بھی واضح کردی گئی ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد تمام بنی نوع انسان کو دعوت دی جارہی ہے کہ وہ تمام غیر اللہ کی عبادت سے باز آ جائیں اور صرف اپنے رب کی عبادت کریں، وہ عبادت جو متقین کا وصف ہے، جس کی بنا پر وہ مھتدون اور مفلحون قرار دئے جاتے ہیں اور کسی بھی حال میں سرکشی اور بغاوت کا رویہ اختیار نہ کریں، جیسا کہ قبل کی آیات میں کافروں کے احوال بیان ہوئے ہیں، ورنہ وہ بھی عذاب عظیم سے بچ نہیں سکیں گے۔

''اپنے رب'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی ہمدردی، اپنائیت، محبت اور قربت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کے حق میں اپنی محبت اور ہمدردی ہی کے جذبے کے تحت یہ پیغام پہنچارہا ہے تا کہ وہ خسارے سے بچ سکیں اور فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ جسے کسی سے ہمدردی، محبت، قربت یا اپنائیت نہ ہو، اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اس کو نقصان سے بچانے کی فکر کرے اور کیوں اس کے پیچھے پڑا رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں سے انتہا درجے کی محبت اور ہمدردی ہی ہے جس کی بنا پر ہر قوم، ہر خطے اور ہر زمانے میں اس نے اپنے بندوں کے لئے عبادت کی ہدایت و تعلیم کا مکمل نظم فرمایا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

مزید براں ''اپنے رب'' کہہ کر یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ لازماً عبادت کی مستحق بہر صورت وہی رب العالمین کی ذات بابرکات ہے جس کی بخشش و عطا اور عنایات و احسانات تلے انسان ہی نہیں بلکہ تمام ہی مخلوقاتِ ارض و سما ہیں، ان کے لئے روزی کا بہتر نظم اسی کا بخشا ہوا ہے اور اسی کی نگرانی اور حفاظت میں تمام مخلوقات رواں دواں ہیں۔

''جس نے تمہیں پیدا کیا'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اس ہمدردی، محبت، قربت اور اپنائیت کا سبب بھی بتادیا کہ آخر ہمیں اپنے بندوں سے کیوں کر محبت و ہمدردی نہ ہو جب کہ ہم ہی نے انہیں پیدا کیا ہے اور نہ صرف انہیں بلکہ ان کے آباواجداد

کو بھی پیدا کیا تھا۔ یعنی اس محبت و ہمدردی کا تعلق کچھ نیا اور وقتی نہیں ہے بلکہ دیرینہ اور ابدی بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ خالق عظیم اور رب کائنات اپنی مخلوق سے کس قدر محبت و انسیت رکھتا ہوگا، ہم بنی نوع انسان اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ اسی نہایت درجہ محبت کا نتیجہ ہے کہ اس نے انسانوں کو جہنم کی آگ میں جلنے سے بچانے کے لئے انتہائی خیر خواہی و ہمدردی کے ساتھ راہ راست اختیار کرنے کی نصیحت فرماتا ہے۔ وہ راہ راست ہے اپنی انا، اپنی عقل وفہم، اور اپنے علم و تجربے کے ساتھ ہی ساتھ تمام غیر اللہ کی فکری اور عملی اطاعت سے کاملاً دست بردار ہو کر اسی جذبۂ محبت و قربت اور خلوص کے ساتھ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اظہار فرمایا ہے، صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہر معاملے میں، ہر حال میں اور ہمیشہ اطاعت قبول کرنا اور اس کے بے کم و کاست تمام حکموں کے آگے بے چوں و چرا سر تسلیم خم کر دینا، یہی عبادت بھی ہے اور یہی مقصود عبادت بھی حتیٰ کہ انسانی تخلیق کی غرض و غایت بھی یہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○ (الذّٰریٰت : ۵۶)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے سوا کسی اور غرض کے لئے پیدا نہیں کیا۔''

''تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو'' کہہ کر اس عبادت کی غرض و غایت بتا دی گئی ہے، جس کی دعوت دی جا رہی ہے۔

قرآن کی اصطلاح میں بیک وقت ایک طرف تمام منکرات اور نامشروع عقائد، افکار اور اعمال، جن کا انجام فطرتاً مضرت رساں، نقصان دہ اور بالآخر عذاب جہنم کی بنیاد ہے، سے اپنے آپ کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہوئے معروف اور مشروع عقائد، افکار اور اعمال کے لئے اپنے آپ کو کلیتہً وقف کر دینے کا نام تقویٰ ہے جو حقیقی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اوراس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لئے رزق بہم پہنچایا۔ پھر جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ۔

صرف یہی نہیں کہ اس رب العالمین نے انسانوں کو پیدا کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی زمین و آسمان کی تخلیق فرما کر اور ان میں طرح طرح کی نعمتوں، فضیلتوں اور برکتوں کی استعداد رکھ کر انسانی وجود کے قیام وقرار اوراس کی ضروریات کی تسکین وتکمیل کے لئے ہر طرح کی رزق رسانی کا ایک جامع، متوازن اور منصوبہ بند نظام بھی قائم کردیا، جس کے فیوض و برکات سے پورا عالم انسانیت مستفید ہو رہا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ (یُونُس : ۳)

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔''

اس طرح جب اللہ تعالیٰ ہی سبھوں کا خالق بھی ہے، رازق بھی ہے اور ساری چیزوں کی تدبیر اور ان کا نظم بھی وہی فرما رہا ہے تو لامحالہ اپنی مخلوقات کا مالک بھی اسے ہی ہونا چاہئے اور مالک ہونے کی صورت میں یہ بات بھی لازم آتا ہے کہ مرضیات بھی اسی

کی چلنی چاہئیں اور احکامات بھی اسی کے نافذ ہونے چاہئیں۔ ان ساری صفات کو تسلیم کرنے کا فطری نتیجہ بھی یہی ہوگا کہ اسی ذات والا صفات کو معبود، مسجود اور مطاع بھی تسلیم کرلیا جائے اور ہر چیز سے کٹ کر اور کامل یکسوئی کے ساتھ اسی کے آگے سرنیاز جھکا دیا جائے۔ یعنی جب سب کچھ اسی رب کائنات کی بخشش وعطا ہے اور اس ہستی کے علاوہ اس کی کائنات کی کسی بھی چیز کی تخلیق، تدبیر اور تنظیم میں کسی دوسرے کا نہ تو ذرہ برابر بھی کوئی حصہ ہے نہ کسی کی خواہش ومرضی کا دخل۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ لہذا، صرف حق وانصاف کا تقاضا ہی نہیں بلکہ عقل و فطرت کی بھی یہی دلیل ہے کہ عبادت واطاعت صرف اسی ایک صانع حکیم، خالق عظیم، رب کریم، محسن ومنعم حقیقی کی ہونی چاہئے۔ اس ذات والا صفات کے علاوہ کسی اور بے حقیقت، بے وقعت، بے حیثیت اور بے اصل ہستی کی عبادت واطاعت وہ شرک ہے جو ظلم عظیم ہونے کے ساتھ ہی ساتھ سرکشی، بغاوت، نافرمانی اور طغیان ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جسے ہر فرد بشر اچھی طرح جانتا ہے اور اگر نہ جانتا ہو تو ایک ہلکا سا اشارہ بھی ان کے جاننے کے لئے کافی ہوگا، اس لئے کہ اس کی عقل وفطرت اسے اسی نتیجے پر پہنچاتی ہے، اس کی فہم اور اس کے مشاہدات اسی کی تائید کرتے ہیں اور اس کے قلب کا کوئی نہ کوئی گوشہ اپنی زبان حال سے اس امر کا اقرار بھی کرتا ہے۔ لہذا، جو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں وہ نادانی اور ناسمجھی کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ اس کے پیچھے ہٹ دھرمی، تمرد اور سرکشی کے جذبات اور باغیانہ روش کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

لہذا، شرک کرنے والوں کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ تم ان حقائق کو جانتے بوجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ (الزُّخرُف:۸۷)

''اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

Marfat.com

پھر یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔''

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط (لقمٰن: ٢٥)

''اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔''

اَلَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ط فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ط (طٰهٰ: ٥٣، ٥٤)

''وہی (اللہ جیسا کہ تم جانتے ہو) جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے مختلف قسم کی پیداوار نکالی، کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔''

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط (النَّمل: ٦١)

''اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور ان کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں (پہاڑوں) کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دئے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟''

مندرجہ بالا آیات میں جو انداز تخاطب اختیار کیا گیا ہے وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مخاطب ان حقائق سے بخوبی واقف ہے۔ لہذا، ان کی اس واقفیت کو دلیل بنا کر اور اسی کے حوالے سے انہیں شرک سے بچنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں براہ راست کوئی مشکل ہی سے کسی کو شریک گردانتا ہے۔ ہاں چور دروازوں سے ضرور نقب لگائی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کوئی نہیں کہتا کہ خدا دو ہیں یا چار ہیں۔ یا پھر یہ بھی کوئی نہیں کہتا کہ زمین و آسمان کو بنانے والی دو

Marfat.com

ہستیاں ہیں یا یہ کہ ایک خدا نے زمین کی تخلیق کی ہے اور ایک خدا نے آسمان کو استوار کیا ہے، ہواؤں کا خدا الگ ہے اور پانی کا الگ۔ ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، ٹھیک اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ پانی کا دیوتا الگ ہے اور خشکی کا دیوتا الگ۔ ان دیوتاؤں کو خدا نہیں کہتے بلکہ انہیں مقرب بارگاہ خداوندی مانتے ہوئے اس کے اندر خدائی صفات میں سے کسی صفت کا بہت ہی خفیف سا پرتو ضرور سمجھتے ہیں۔ مثلاً جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے پیروں، بزرگوں اور مربّیوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جبکہ ان کی عبادت کرنا قطعی درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ شرک ہے، تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم ان کی عبادت الٰہ کی حیثیت سے نہیں کرتے ہیں بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (الزُّمر : ۳)

''ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرادیں۔''

اس طرح جن مراسم عبودیت کو صرف اللہ تعالیٰ کے حق میں ہی ادا کیا جانا چاہئے انہیں وہ غیروں کے لئے بھی جائز ٹھہرا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں دوسروں کو شریک کر کے اس گناہ عظیم کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو قطعی ناقابل معافی جرم ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ (النِّسَآء : ۴۸)

''اللہ تعالیٰ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس نے کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔''

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ○ (النِّسَآء : ۱۱۶)

Marfat.com

"جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

شرک کا ارتکاب کئی طرح سے ہوتا ہے۔ مثلاً ایک طرح کا شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی دوسرے کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں مثلاً یہود و نصاریٰ کا عزیر اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دینا، مشرکین عرب کا فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھنا وغیرہ۔

دوسری طرح کا شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت سے دوسروں کو بھی متصف کرنا۔ مثلاً کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ اسے غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا کسی کو نقائص اور کمزوریوں سے منزّہ اور پاک متصور کرنا وغیرہ۔

تیسری طرح کا شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار و اختیار میں سے کسی اقتدار یا اختیار کو کسی اور کے حق میں تسلیم کرنا، مثلاً کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ فوق فطری طریقے سے نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے، جس کے تحت کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، محافظ، نگہبان، دعاؤں کا سننے اور قسمتوں کا بنانے یا بگاڑنے والا سمجھ لیا جاتا ہے۔

چوتھی قسم کا شرک اللہ تعالیٰ کی شریعت میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ مثلاً کسی کے عائد کردہ حلال کو بھی حلال اور حرام کو حرام سمجھنا یا کسی کے وضع کردہ اصول و قوانین کو بھی درست اصول و قوانین تصور کرنا۔ مثلاً ناجائز و حرام روزی کو بھی جیسا کہ آج کل عام ہے حلال سمجھنا، اس بنا پر کہ حکومت وقت ایسی روزی کو حلال قرار دیتی ہے۔ یا معاشرے کے غیر شرعی رسومات کو جائز اور حلال سمجھنا یا حکومتوں، اداروں، تنظیموں وغیرہ کے وضع کردہ غیر شرعی اور شیطانی اصول و قوانین کو درست سمجھنا، مثلاً کثرت آراء کی بنیاد پر مرتب ہونے والے فیصلے یا اصول و قوانین کو درست مان لینا گو کہ وہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

پانچویں قسم کا شرک یہ ہے کہ عبودیت کے مراسم اور اعمال کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کے لئے بھی انجام دیا جائے۔ مثلاً کسی کے سامنے دست بستہ قیام، یا رکوع یا سجدہ کیا جائے، آستانہ بوسی کی جائے وغیرہ۔

Marfat.com

چھٹی قسم کا شرک یہ ہے کہ جیسی محبت، جیسا خوف، جیسی امیدیں اللہ تعالیٰ سے رکھی جاتی ہیں، اسی طرح کی محبت، اسی طرح کا خوف اور اسی طرح کی امیدیں کسی دوسرے سے بھی رکھی جائیں۔

ساتویں قسم کا شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی مرضیات کے بجائے کسی اور کے احکامات اور مرضیات کی پیروی کی جائے۔ مثلاً شیطان اور اس کے دوست یا شاگرد کی پیروی یا اپنی خواہشات نفس کی پیروی یا باپ دادا سے چلے آ رہے یا معاشرہ کے مروجہ اور وضع کردہ رسم و رواج کی پیروی وغیرہ۔

شرک سے صرف ذاتی طور پر پرہیز کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں، انجمنوں، جماعتوں، اداروں، تنظیموں، بورڈوں، اسمبلیوں، اجلاسوں، عدالتوں وغیرہ سے بھی اپنے آپ کو قطعاً دور رکھنا اور ان سے اپنی حفاظت کرنا، موحد مومن اور مسلم ہونے کا تقاضا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، جہاں کسی بھی قسم کے شرک کا ارتکاب ہو رہا ہو خواہ اس شرک کا تعلق افکار و نظریات سے ہو یا اصول و قوانین سے یا اعمال و کردار سے۔ لہذا، جب کہا جاتا ہے کہ:

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (یُونُس : ۱۰۵)

''اور تم ہرگز ہرگز بھی مشرکوں میں سے نہ ہو۔''

تو موحد مومن کا جواب بس یہی ہوتا ہے کہ:

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (الْاَنْعَام : ۷۹)

''اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

☆☆☆

Marfat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلالو، ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو (تو یہ کام کر کے دکھاؤ)۔

اس سے قبل کی دو آیتوں میں توحید کی حقانیت مع دلائل وثبوت اور شرک کی نفی پیش کرتے ہوئے تمام انسانوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی انتہائی مشفقانہ اور مربیانہ انداز میں دعوت دی گئی، اور اب رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب ''قرآن کریم'' کی اس حقیقت کو واضح کیا جارہا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔

توحید کو واضح کرنے اور اس کی دعوت دینے کے ساتھ ہی ساتھ رسالت کو بھی واضح کردیا گیا اور اس کی بھی دعوت دے دی گئی۔ توحید و رسالت ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی ذات وصفات کا حقیقی علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ رسالت پر ایمان نہ ہو، اس لئے کہ رسالت ہی وہ واحد ذریعہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک اور اس کی صفات وکمالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ دوسری طرف اسی ذات والا صفات نے انسانوں کو اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ انسانوں کی تخلیق، ان کی تخلیق کے مقاصد اور دیگر تمام حقائق اور

Marfat.com

اس وسیع و عریض کائنات اور کائنات سے ان کے حقیقی روابط سے روشناس کرایا ہے۔ اس لئے توحید و رسالت دونوں کے منکرین کے لئے یکجا جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس کتاب کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت خود یہ کتاب ہے، جو اپنے مضامین اور تعلیم کے لحاظ سے نہایت ہی نادر اور باکمال معجزہ ہے۔ علم، حکمت، نصیحت، بصیرت، ہدایت اور رحمت کا ایک لازوال، بے مثال، ابدی، اور حتمی خزانہ ہے۔ یہ انفس و آفاق کے حقائق سے روشناس کراتی ہے۔ اس کی دلائل اور براہین مبرہن ہو کر سامنے آتی ہیں۔ یہ قلوب و اذہان کو جلا بخشنے کا سبب ہے۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ ذہن و فکر اور عقل و فہم کے حامل لوگوں کے لئے جس قدر واضح اور متاثر کن ہے، اسی قدر ادنیٰ سے ادنیٰ ہوش و گوش اور سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لئے بھی واضح اور متاثر کن ہے۔ پھر یہ کہ یہ اپنی زبان، اسلوبِ بیان، طرز استدلال و تمثیل، انداز تخاطب و تعریض، تبلیغ و تعلیل، تشریح و تبیین اور فصاحت، بلاغت اور ندرت کے لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے کسی ایک جزو کے مانند بھی کوئی تصنیف پیش نہیں کی جاسکتی۔

یہ کتاب ارض و سما اور پوری کائنات سے ہماری ضرورت کے مطابق ہمیں پوری واقفیت بہم پہنچاتی ہے۔ انسان اور اس کی حقیقت سے آگاہ کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان کی تخلیق کس فطرت پر ہوئی ہے اور اس فطرت کے تقاضے کیا ہیں۔ اس وسیع و عریض کائنات اور خالق کائنات سے انسان کا کیا اور کس طرح کا رشتہ اور ربط ہے۔ اس ربط کی بقا اور ان سے ہم آہنگی کی کیا صورتیں ہیں اور کس طرح کے افکار و اعمال سے ان روابط کو محفوظ، مقبول اور قائم رکھا جاسکتا ہے، جن کے نتیجے میں بالآخر حقیقی فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہوا جاسکتا ہے اور اس کے برخلاف کس طرح کے نظریے، خیالات اور اعمال و کردار سے یہ ربط و تعلق ٹوٹ جاتا ہے، منتشر ہو جاتا ہے اور بالآخر خسران کا موجب ثابت ہوتا ہے:

Marfat.com

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الْمَآئِدَة : ۱۵، ۱٦)

''تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔''

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○

(الْبَقَرَة : ۹۹)

''ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں اور ان کی پیروی سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔''

علوم بشریات کی لائبریری بھی اب تک اس مقام کو نہیں پہنچ سکی ہے اور پہنچ بھی نہیں سکتی کہ لوگ یہ جان سکیں کہ انسان کی تخلیق کیسے اور کیوں ہوئی۔ لہٰذا، انسان سے متعلق جو نظریات و اصول بھی قائم کئے جاتے ہیں، وہ اندھیروں ہی میں تیر چلانے کے مترادف ہیں۔ ماہرین عمرانیات کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کا سماج پر انطباق ہوتے ہی خود اپنے وضع کردہ اصول کے خلاف نتائج کا اعلان کر دیتا ہے۔ ماہرین معاشیات آج تک کوئی ایک بھی ایسا اصول مرتب نہیں کر سکے ہیں جس سے بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کا بھلا ہوتا ہو اور اگر ایک طرف چند لوگوں کا بھلا بھی ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کی زد ایک انبوہ کثیر کی کمر توڑ دیتی ہے۔ ماہرین سیاسیات کے برسوں کے غور وخوض کے بعد قائم کردہ نظام سیاست وحکومت اور اس کے اصول وقوانین کا نفاذ سابقہ نظام سے بدتر ہی ثابت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تہذیب، تمدن اور ثقافت کے

Marfat.com

معمار جس قدر معاشرے کی ترقی کے لئے علوم وفنون مدون کرنے میں کوشاں ہیں، اسی قدر معاشرہ مزید کھائیوں میں گرتا چلا جا رہا ہے اور تہذیب کے نام پر بدتہذیبی، ادب کے نام پر بے ادبی، تمدن کے نام کے پر ظلم و حق تلفی اور ثقافت کے نام پر بے ہنگمی، بے حیائی، بے مروتی اور ناشائستگی عام ہوتی جا رہی ہیں، خاندانوں کو تباہی کے دہانے پر پہنچاتی جا رہی ہیں اور معاشرے کو زہر آلود کرتی جا رہی ہیں۔ اور جس قدر زیادہ اخلاق و مساوات کے علوم کو ترقی دی جا رہی ہے اور ان کی ترویج و اشاعت کے تانے بانے بنے جا رہے ہیں اسی قدر عالم انسانیت اور بھی زیادہ ذلت، پستی، رسوائی اور مصیبتوں سے دوچار ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کی علمی تحقیق اور ان کے انکشافات صرف عربی زبان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کی کسی بھی زبان میں ہو، محض قیاسات ہیں، حقائق سے ان کا قطعی تعلق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قیاسات کے جو نتائج ہونے چاہئیں وہ بھی عیاں ہیں۔ حقائق سے ان کا تعلق ہو بھی نہیں سکتا، اس لئے کہ انفس و آفاق کا انہیں مطلق علم نہیں ہے اور نہ ہی اپنے طور پر ان کے علم کے حصول کا ان کے پاس کوئی ذریعہ ہے۔ انسان کیا ہے؟ اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ یہ اجزاء کس طرح مرکب ہوتے ہیں؟ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی بے شمار چیزوں سے ان کا کیا تعلق ہے؟ وہ تعلق کیوں کر استوار ہوتا ہے اور کس طرح برقرار رہتا ہے؟ غرض کہ اس انتہائی وسیع و عریض کائنات میں موجود محسوس اور غیر محسوس لاتعداد چیزوں سے انسان کی روح اور اس کے جسم کا کیا تعلق ہے؟ ان ساری باتوں کے جاننے کے تعلق سے انسان بالکل صفر ہے، یہاں تک کہ انسان خود اپنی بنیاد، اصلیت اور حقیقت تک سے واقف نہیں ہے تو وہ اپنے طور پر بشریات اور عمرانی علوم مدون کیوں کر کر سکتا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

Marfat.com

يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ○ (بَنِيٓ اِسْرَآئِيل : ۸۸)

"کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔"

اس کے برخلاف قرآن کا ہر ایک نظریہ وفکر، اصول و قانون اور ہدایت وعمل آفاقی اور دوامی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے آپ میں کامل اور اکمل ہے اور ترمیم و تنسیخ اور حذف واضافے کی گنجائش سے قطعاً ماورا، خواہ وہ ملک وقوم سے متعلق ہو، سیاست و معیشت سے متعلق ہو یا خاندان و معاشرت سے متعلق، وہ جس طرح کل مبنی برحق، درست اور موافق فطرت تھے، انسانوں کے لئے خیر، صلاح، اور نیکی کے منبع تھے، انسانیت کے لئے مفید، باعث نشوونما، سکون، عافیت، طمانیت اور زندگی کے جملہ امور، مسائل اور معاملات میں معراج کی حیثیت رکھتے تھے، اسی طرح آج بھی حق وصداقت کے علم بردار ہیں، انسانی فطرت و تقاضے کے موافق ہیں اور خیرو صالحیت، عافیت و طمانیت اور فلاح وسعادت کے سرچشمے ہیں۔لہذا، آج بھی انہیں اختیار کر کے انسان روحانی اور مادی ترقی کے بلند ترین زینے پر فائز ہوسکتا ہے۔

عالم الغیب والشہادہ تو صرف اللہ علیم وخبیر کی ذات اقدس ہے۔وہی انسانوں کے مذکورہ تمام معاملات اور حالات سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے، لہذا وہی ذات خبیر وبصیر ہمیں ہماری زندگی کے جملہ امور، مسائل اور معاملات میں رہنمائی کرسکتا ہے، ورنہ بصورت دیگر انسان اندھیروں ہیں میں بھٹکتا رہ جائے گا، کجاکہ وہ علم و حکمت، عقل وفہم، اخلاق وکردار اور تہذیب وتمدن کی باتیں پیش کر سکے:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط (الْاَنْعَام : ۱۱۵)

"تمہارے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔"

اس لئے کہ اس رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو زبردست اور حکمت

Marfat.com

والا ہے:

تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ (الۡحَآقَّة : ٤٣)

''یہ (قرآن) رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔''

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ○ (الۡاَحۡقَاف : ٢)

''اس کتاب کا نزول اللہ زبردست اور حکمت والے کی طرف سے ہے۔''

مختصر یہ کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کا ہر ایک حصہ اپنے مذکورہ بالا محاسن و کمالات کے لحاظ سے زندہ، تابندہ، اور ابدی معجزہ ہے۔ لہذا، قرآنی آیات کو کلام الٰہی نہ ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے چیلنج ہے کہ پورا قرآن تو درکنار، اس کے کسی ایک ہی سورہ کے مانند تمام دنیا اور دیگر جہاں والے سبھی مل کر بھی تصنیف نہیں کر سکتے تو پھر یہ قطعی بات ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والا کلام مان لیا جانا ہی عقل و فطرت کا تقاضا بھی ہے اور خیر و عافیت اور سلامتی کی راہ بھی، ورنہ بصورت دیگر جہنم کی آگ سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

یہ مبارز طلبی قرآن میں دوسرے مقامات پر بھی پیش کی گئی ہیں مثلاً —— سورۂ یونس، آیت: ۳۸، سورۂ ھود، آیت: ۱۳، سورۂ الطور، آیت: ۳۳ اور ۳۴۔

''جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے'' سے مراد ان کے بھیجے ہوئے رسول سرور کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جن پر قرآنی آیات کا جستہ جستہ حسب مواقع اور ضرورت نزول ہوتا رہا ہے یہاں تک کہ قرآن مکمل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہدایت کی تنزیل کے لئے اپنے کسی خاص بندے کو منتخب کر لیتا ہے اور اس بندے کے ذریعہ پورے عالم انسانیت کو پیغام پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ مخصوص بندہ اللہ تعالیٰ کی تفویض کردہ ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام و پیغام کو من وعن لوگوں تک پہنچا دیتا ہے، اس میں وہ ذرہ برابر

Marfat.com

کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ لہذا، قرآن کی آیات کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک لفظاً لفظاً بلکہ حرفاً حرفاً من وعن ان ہی حالتوں اور صورتوں میں پہنچا دیا جیسا کہ وہ نازل ہوا کیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ''جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا''، یہ نہیں کہا گیا کہ ''ہم نے جو کچھ کہا ہے، اس کے مطابق ہمارے بندے نے پہنچا دیا ہے۔'' اور پھر قرآنی آیات و احکامات میں جہاں تفہیم، تشریح اور عملی انطباقات کی ضرورت محسوس ہوئی، وہاں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زبان اور اپنے اعمال کے ذریعہ کلام الٰہی کی تشریح و تعبیر بھی پیش فرما دی، کیوں کہ رب العالمین کے کلام کی تشریح، تفہیم اور عملی نمونہ پیش کرنا بھی ان کی ذمہ داری تھی۔

''اپنا بندہ'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جس شخص پر قرآنی آیات کا نزول ہو رہا ہے، وہ کوئی اور ہی ذات یا صفات کا مالک ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، خالص بندہ۔ البتہ انہیں جس کام کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے، وہ نہایت ہی بلند مرتبہ، سخت اور مشکل کام ہے، جو اعلیٰ ترین عزم و حوصلہ، اعلیٰ ظرفی، اعلیٰ مہم جوئی اور اعلیٰ قربانیوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہذا، ان مفوضہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لحاظ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بندہ ہوتے ہوئے بھی ایک خصوصی اور اعلیٰ مقام کے حامل ہیں جو رسالت کا مقام ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں ''اپنا بندہ'' کہہ کر بہت ہی بڑے اعزاز سے نوازا ہے۔

واضح رہے کہ رسالت و نبوت سے کسی کو سرفراز کیا جانا کسبی نہیں ہے بلکہ وہبی ذمہ داری ہے جو خالق و مالک کائنات کے فیصلۂ ربوبیت پر مبنی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے تو ڈرو اس آگ سے، جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو مہیا کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

فقرہ ''لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے'' قبل کی آیت سے مربوط بھی ہے اور اس کی تفسیر بھی۔

قرآن اس لحاظ سے ایک عظیم معجزہ ہے کہ یہ ان تمام علوم کا جامع ہے جن کا براہ راست یا بالواسطہ انسانی زندگی سے تعلق ہے، لہذا، قرآن انسانوں کو ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں، معاملوں اور ان کے حقائق سے روشناس کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ان سے متعلق درست، صحیح، اور مبنی بر حقیقت وفطرت افکار و اعمال کی رہنمائی کرتا ہے اور ان کے اقرار اور اختیار کرنے پر دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں کامیابی، فلاح اور سعادت کی بشارت دیتا ہے، اور اس کے برخلاف ان کی خلاف ورزی کرنے کے برے نتائج سے بھی آگاہ کر دیتا ہے۔ دنیا کی تمام کتابوں کو جمع کر دینے کے بعد بھی قرآن کی ایک ادنیٰ سی تعلیم کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا کجا کہ کسی سورہ کے بالمقابل احاطہ کیا جائے، جن کے علوم کے متعلق لوگوں کو گمان ہے کہ یہ تحقیق کا حاصل اور علوم کا نچوڑ ہے:

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿ (القمر : ۴۰)

''ہم نے اس قرآن (کے علم) کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، کیا کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا۔''

قرآن اس لحاظ سے بھی ایک عظیم معجزہ ہے کہ اس میں انسانوں کے لئے بیک

Marfat.com

وقت معیشت و معاشرت اور سیاست و مدنیت کے افکار و نظریات، عقائد و ایمانیات اور اعمال و کردار کے نظاموں کو ایک وحدت میں پرو کر ایسے متوازن اور موزوں انداز میں پیش کر دیا گیا ہے، جیسے کہ انسانی جسم کے اعضاء جو ہر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط، پیوست اور یک جان ہیں کہ ان سے کسی چھوٹے سے چھوٹے عضو کو بھی جدا نہیں کیا جا سکتا اور اگر جدا کر دیا جائے تو جسم کے سارے ہی اعضاء فوراً متاثر ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ کتاب ہر زمانے اور ہر خطہ ارضی کے لئے یکساں قابل عمل، باعث خیر و برکت اور فلاح و کامرانی کا ضامن ہے۔ دنیا کی کوئی بھی کتاب بلکہ کتابوں کا مجموعہ اس کے مثل ہو ہی نہیں سکتا۔ ظاہر ہے کہ پوری دنیا کے مفکرین اور تمام علوم کے ماہرین مل کر بھی یہ کام نہیں کر سکتے۔ علوم انسانی کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے، کیوں کہ انسان کا علم ہر لحاظ سے محدود اور ناقص ہے۔ کوئی بھی انسان اپنے زمانے اپنے علاقے اور اپنے گردو پیش کے تجربوں سے ماوراء حقائق کے علم سے متصف نہیں ہے:

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَاۤىِٕكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ (یُونُس : ۳۵)

"ان سے پوچھو، تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ کہو، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پھر بھلا بتلاؤ، جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راہ نہ پاتا ہو الا یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے؟ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے، کیسے الٹے فیصلے کرتے ہو؟"

قرآن اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ اس میں گزشتہ امتوں اور قوموں کی تاریخ، ان کے حالات، افکار اور نظریات، ان افکار و نظریات سے پیدا شدہ

Marfat.com

نفسیاتی کیفیات اور ان کے نتیجے میں ڈھلنے والے اعمال و کردار کا ایسا صاف اور واضح تذکرہ، تبصرہ اور تجزیہ ہے جن کی نظیر آج تک کوئی بھی مورخ پیش نہیں کر سکا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ایک قوم کے صرف ایک واقعے کی جھلک پیش جارہی ہے، جس میں اس قوم کے افکار و نظریات اور اعمال و کردار کے تجزیہ کے ساتھ ان کے اعمال کے فطری انجام کا تذکرہ بطور نصیحت و عبرت بیان کیا گیا ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝ (الشَّمس : ۱۱ تا ۱۴)

"ثمود نے سرکشی کی بنا پر (اللہ تعالیٰ کے پیغام) کو جھٹلایا، جب اس قوم کا سب سے زیادہ شقی آدمی بپھر کر اٹھا تو اللہ تعالیٰ کے رسولؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ خبردار! اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو (ہاتھ نہ لگانا) اور اس کے پانی پینے (میں مانع نہ ہونا)۔ لیکن انھوں نے اس بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ آخر کار ان کے گناہ کی پاداش میں، ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوند خاک کر دیا۔"

قرآن کریم اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ اس میں غیب کی بہت ساری باتیں بتائی گئی ہیں، اور جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ انتہائی جزم و یقین کے ساتھ کہا گیا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ واحد ذات ہے جو تمام حقائق کا بخوبی علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر کامل قدرت بھی۔ مثلاً:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ (النُّور : ۵۵)

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک

Marfat.com

عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لئے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا، جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی موجودہ حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔"

اور دنیا نے دیکھا کہ چند سالوں کے عرصے میں مذکورہ تمام باتیں صادق آئیں، دین غالب اور قائم ہوگیا اور خوف و دہشت کی فضا یک لخت ختم ہوگئی اور ہر چہار طرف امن اور سکون کا دور دورہ ہوگیا۔

قرآن کریم اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ اس میں بیک وقت انواع و اقسام کی مخلوقات مثلاً زمین و آسمان، شمس و قمر، سحاب و ستارے، پانی اور دریا، جمادات و نباتات، انسان و حیوان وغیرہ سے متعلق بہت طرح کی خبریں اور معلومات فراہم کی گئی ہیں، مثلاً وہ کیا ہیں؟ کس طرح ان کو وجود بخشا گیا ہے؟ کیسے وہ پروان چڑھتے ہیں اور یہ کہ ان کی تخلیق کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ وغیرہ، جن سے انسان قطعاً لاعلم ہے اور ان کے پاس جاننے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔ مثلاً:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ۝ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ (حٰمٓ السَّجْدَة : ۹ تا ۱۲)

"ان سے کہو، کیا تم اس اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھہراتے ہو

Marfat.com

جس نے زمین کو دو دنوں میں بنا دیا؟ وہی تو سارے جہاں والوں کا رب ہے۔ اس نے (زمین کو وجود میں لانے کے بعد) اوپر سے اس پر پہاڑ جمادئے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر سب مانگنے والوں کے لئے ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا، یہ سب کام چار دنوں میں ہو گئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا "وجود میں آ جاؤ، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔" دونوں نے کہا "ہم آ گئے فرماں برداروں کی طرح۔" تو اس نے دو دنوں کے اندر سات آسمان بنا دئے اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا اور آسمان دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔"

قرآن کریم اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ یہ تضاد بیانی سے بالکل پاک ہے اور استثنائیات کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ایک ہی مضمون کے متعدد بار بیان ہونے کے باوجود ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ ــــــ

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (النِّسَآء: ۸۲)

"اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔"

قرآن کریم اس لحاظ سے بھی عظیم الشان معجزہ ہے کہ اس میں جس طرح کی زبان اور جس طرح کے اسالیب بیان اختیار کئے گئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ لہٰذا، اس فن کے ماہرین حتیٰ کہ اسلام کے دشمن بھی قرآن کو اس لحاظ سے معجزہ ماننے پر مجبور تھے اور آج بھی اس فن کے شہ سوار اور رمز شناس قرآن کی حلاوت ولذت، فصاحت و بلاغت، صنعت و ندرت، تمثیلات و تلمیحات، اثر آفرینی و دل آویزی اور کشش و جاذبیت کے

Marfat.com

قائل ہیں اور اس پر سر دھنتے ہیں۔

قرآن اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ اس نے عربی زبان کو ایسی استقامت اور ثبات بخش دی ہے کہ چودہ سو سالوں کے بعد بھی عربی زبان اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے، جیسا کہ نزول قرآن کے وقت تھی اور خود قرآن اپنی ادبیت اور حسن بیان کے لحاظ سے اب بھی اس زبان کا ایک درخشندہ ترین ستارہ ہے ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ چودہ سو سالوں میں تو زبان اس قدر بدل جاتی ہے کہ اس کا کوئی ریشہ تک باقی نہیں رہتا۔

مختصر یہ کہ یہ آفاق و انفس کا علم، یہ ماضی کی تاریخ، یہ غیب کا علم، یہ درست عقائد و نظریات، یہ مبنی بر فطرت قانون و شریعت، یہ علم و حکمت کی باتیں، یہ صاف و شفاف زبان و حسن بیان، یہ ادب عالیہ کا سب سے روشن اور درخشندہ ستارہ، ہر نقص اور ہر عیب سے پاک اور منزہ کلام کیا انسان کا ہو سکتا ہے؟ کیا ایسی تصنیف بھی کوئی پیش کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پیش کر سکتا اور نہ اب تک کسی نے بھی پیش کیا ہے۔ یہ محض عربی تک ہی محدود بات نہیں ہے، بلکہ کسی بھی زبان میں اس طرح کی تصنیف پیش کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے تحدی پیش کرتے ہو قرآن نے برملا اظہار کیا کہ —— "اور اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کے مانند ایک سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو (تو یہ کام کر کے دکھاؤ)۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے۔" —— اس طرح آج تک کوئی اس کام کو نہ کر سکا، اسی لئے تو قرآن کے بدلنے کی بات کہی جا رہی ہے، اسی لئے تو اس کے کچھ الفاظ، کچھ فقرے، کچھ احکام اور کچھ نصیحتوں کو حذف اور ترمیم کرنے کی وکالت کی جا رہی ہے، ورنہ ان کے لئے بڑا ہی آسان نسخہ تھا اگر اس جیسا کلام بنا لاتے اور علی الاعلان ساری دنیا میں اسے مشتہر کیا جاتا کہ فلاں نے بھی ایک قرآن تصنیف کیا ہے، وہ بھی اس قرآن کے ہم پلہ کتاب ہے جو

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، وہ تمام خلائق جنہیں قرآن ایک نظر نہیں بھا رہا ہے اور قرآن کا نام سن کر درد و کرب کے شکار ہو جاتے ہیں، ان کی ہم نوائی میں اٹھ کھڑے ہو جاتے، اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، میگزین غرض کہ ہر جگہ اور ہر طرح سے چرچا ہوتا، مسلمانوں پر یہ کہہ کر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کی جاتی کہ ''قرآن ہی کی کیا خصوصیت ہے ہم بھی تو اس کے مانند کتاب رکھتے ہیں۔''

لہذا، کہا جا رہا ہے کہ تم یہ کام اب تک نہ کر سکے، اس لئے نہیں کہ تم نے یہ کام کرنے کی اپنی سی کوشش نہیں کی بلکہ تم نے کوششیں تو انتہا درجے تک کر ڈالی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تم کلی طور پر ناکام رہے اور آئندہ بھی ناکام ہی رہو گے، اس لئے کہ تم یہ کام کسی بھی قیمت پر کر نہیں سکتے۔ تو پھر لازم ہے کہ اس کتاب کو سیدھے طریقے سے کلام الٰہی مان لو، اس پر ایمان لے آؤ، سرکشی اور بغاوت کا رویہ چھوڑ دو اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو۔ اس لئے کہ قرآن اور اس کے پیش کردہ حقائق سے منہ موڑنا یا اس کا انکار کرنا نفس کی خباثت اور حقائق سے عناد، سرکشی اور بغاوت ہے جس کا لازمی اور فطری نتیجہ جہنم کی آگ ہے:

فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی ۝ لَا یَصۡلٰهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی ۝ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝

(الّیل : ١٤ تا ١٦)

''تو میں نے تم کو خبردار کر دیا بھڑکتی ہوئی آگ سے، اس میں نہیں جھلسے گا مگر وہ انتہائی بدبخت جس نے (قرآن اور اس کی ہدایات و تعلیمات کو) جھٹلایا اور منہ پھیرا۔''

اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد ایک دوسری دنیا ہو گی جہاں جنت اور جہنم دو طرح کی جائے قرار ہوں گی۔ جہنم وہ بدترین اور بری جائے قرار ہے جہاں جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی ہر طرح کی سخت دردناک اور اذیت ناک سزائیں ہوں گی۔ جہنم کے اجزائے ترکیبی میں سب سے اہم چیز آگ ہو گی۔ لہذا، جہنم کے لئے صرف آگ

Marfat.com

(النار) کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی آگ سے مراد جہنم ہی ہے۔

قرآن عظیم نے جہنم کی مختلف کیفیات اور اس کی مختلف سزاؤں کا مختلف مقامات پر الگ الگ ذکر کیا ہے۔ اس کا ہلکا سا خاکہ اس طرح ہے کہ جہنمی پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے اور جہنم رسید کردئے جائیں گے، جہاں ان کے استقبال کے لئے شدید ترین حدت آمیز آگ موجود ہوگی جس کی لپٹیں انہیں اپنے نرغے میں لے لیں گی اور انہیں جھلتی رہیں گی، یہاں تک کہ ان کے چہروں کی کھال تک چاٹ جائے گی اور ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔ تارکول کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ گرمی اور پیاس کی شدت کے مارے ہانپ رہے ہوں گے۔ انہیں پینے کے لئے تلچھٹ اور کچ لہو جیسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جسے وہ زبردستی حلق سے نیچے اتارنے کی کوشش کریں گے اور مشکل ہی سے اتار سکیں گے، لیکن پینے کے بعد ان کے منہ بھن جائیں گے اور آنتیں تک کٹ جائیں گی۔ ان کے سروں پر ایسا کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں بلکہ پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے۔ ان کی خبر لینے کے لئے گرز استعمال کئے جائیں گے۔ موت ان پر ہر طرف سے چھائی ہوئی ہوگی لیکن وہ مر نہیں پائیں گے اور جب کبھی گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے، پھر اس میں یہ کہہ کر دھکیل دئے جائیں گے کہ "چکھو اب جلنے کی سزا کا مزہ۔"

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول احادیث میں جہنم کی آگ کی شدت اور کیفیت کا مختلف انداز میں تذکرہ ملتا ہے۔ چند حدیثیں بطور مثال پیش کی جارہی ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نَارُكُم جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ . "قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً . قَالَ: "فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءًا . كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا."

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة ، صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها باب فی شدة حر نار جهنم وبعد قعرها وما تأخذ من المعذبین ، سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ماجاء ان نار کم هذه جزء من سبعین جزأ من نار جهنم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ سے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آگ ہی کافی تھی۔ فرمایا کہ اس پر انہتر (۶۹) گنا اضافہ کردیا گیا اور ہر ایک حصے میں اس کے برابر گرمی ہے۔''

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَّهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ . يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ . كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا . وَإِنَّهٗ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا."

(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب أهون اهل النار عذاباً، صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار الفاظ کے فرق کے ساتھ)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کے دو جوتے یا تسمے پہنائے جائیں گے، ان سے ان کا دماغ ہانڈی کی طرح کھولے گا اور سمجھے گا کہ سب سے سخت عذاب اسی کو دیا جارہا ہے، حالانکہ اس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔''

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أُوْقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفُ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفُ سَنَةٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفُ سَنَةٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ فَهِيَ

Marfat.com

سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ."

(سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ماجاء ان نارکم هذه جزء من سبعین جزء من نار جهنم، سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة النار میں پہلے سفید ہونے پھر سرخ ہونے کا ذکر ہے البتہ آخری حصہ پر دونوں کا اتفاق ہے)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کی آگ ہزار سال تک دہکائی گئی تو سرخ ہوگئی، پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سفید ہوگئی۔ پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سیاہ ہوگئی۔ لہٰذا وہ سیاہ اور تاریک ہے۔"

"جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر" کہنے سے مراد یہ ہے کہ جہنم کی وہ آگ قائم رہے گی اور بھڑکتی رہے گی ان انسانوں کی وجہ سے جنہوں نے پتھر کے بت بنائے۔ انہیں خدائی ذات وصفات میں شامل کیا۔ اس طرح وہ شرک کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے عائد کردہ احکامات اور شریعت کی خلاف ورزی کی اور ان سے بغاوت کا رویہ اپنایا۔ یہ پتھر کے بت حقیقی پتھر کے بت بھی ہیں اور علامتی اور تصوراتی بت بھی۔ ایک طرح کے بت تو وہ ہیں جو پتھروں کو تراش خراش کر بنائے جاتے ہیں۔ اور ایک طرح کے بت وہ ہیں جو پتھروں کو تراش کر تو نہیں بنائے جاتے ہیں لیکن علامتی اور تصوراتی طور پر ان ہی بتوں کے مانند کسی کے حق میں وہ سب کچھ کیا جاتا ہے اور اسی طرح سے پیش آیا جاتا ہے جیسا کہ پتھروں کے بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ پیش آتے ہیں، اور پھر ان پتھروں کی وجہ سے بھی جہنم کی آگ قائم رہے گی اور بھڑکتی رہے گی جنہیں خدائی ذات وصفات میں کسی قدر بھی شریک وسہیم سمجھا اور گردانا گیا۔ خواہ وہ پتھروں کے بت ہوں یا پتھر نما انسان یا کوئی اور مخلوق، جنہوں نے عقل وفہم کا صحیح استعمال نہ کیا، شرک وکفر کے مرتکب ہوئے اور بجائے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اطاعت کے لئے خلق خدا کو اپنی عبادت و اطاعت کی دعوت دی یا انہیں اپنی عبادت و

Marfat.com

اطاعت پر مجبور کیا، اپنے احکام و مرضیات کے تابع رکھا یا رکھنے کی کوششیں کیں، جن کا انہیں کوئی حق نہ تھا۔ اس بات کو قرآن میں دوسری جگہ اور بھی کھول کر بیان کر دیا گیا ہے:

اِنَّکُمْ وَمَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (الْاَنْبِيَآء: ۹۸)

''بے شک تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں۔''

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ .

''اے اللہ میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

☆☆☆

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور خوش خبری دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور صالح اعمال کیے کہ بے شک ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جب ان (باغوں) سے کوئی پھل بطور رزق انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو وہی (پھل) ہے جو ہمیں اس سے قبل (دنیا میں) دیے جاتے تھے، اور انہیں وہ (رزق) واقعی دیا ہی جائے گا ملتا جلتا۔ ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

توحید و رسالت کا ذکر کرنے اور ان کو قبول کرنے کی دعوت دینے کے بعد ایمان کے تیسرے بڑے اور بنیادی جزو ''آخرت'' کا بیان کیا جانا ضروری تھا۔ اس سے قبل کی آیت میں ترہیب اور تخویف تھی۔ یعنی قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ماننے کے نتیجے میں جہنم کے عذاب کی دھمکی دی گئی اور اب اس آیت میں جنت اور اس کی نعمتوں کو بیان کرکے اس جنت کی ترغیب و تشویق پیش کی جا رہی ہے، جو جنت مشروط ہے قرآن کریم پر ایمان لانے اور اس کی پیش کردہ ہدایات کے مطابق صالح عمل کرنے سے۔

جب قرآن کا اعجاز ثابت ہو جاتا ہے اور مخاطبوں پر حجت مکمل ہو جاتی ہے تو اب تکمیل حجت کا تقاضا یہ ہے کہ منکرین حق کو عذاب کا خوف دلایا جائے اور مؤمنین کو جنت کی خوش خبری دی جائے تاکہ لوگ جہنم رسید کرنے والی تباہ کن چیزوں سے خبردار ہو جائیں

اور رک جائیں اور جنت تک لے جانے والی نجات بخش چیزوں کے قبول اور اختیار کرنے پر آمادہ ہو جائیں:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

(الْوَاقِعَة : ۴۹، ۵۰)

"کہو، یقیناً اگلے پچھلے سب اس دن ضرور جمع کئے جانے والے ہیں، جس کا وقت مقرر کیا جاچکا ہے۔"

اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الْمَآئِدَة : ۱۰۵)

"اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔"

یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ

(اٰلِ عِمْرٰن : ۳۰)

"وہ دن آنے والا ہے، جب ہر نفس اپنے کئے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی۔"

"مؤمنوں کو جنت کی بشارت دے دو" کہہ کر مؤمنوں کی شان وعظمت کا اظہار کیا گیا ہے، انہیں توقیر بخشی گئی ہے اور جتایا گیا ہے کہ قرآن پر ایمان لانے والے اور اس کے مطابق صالح اعمال کرنے والے اس کے مستحق ہیں کہ ان کو حاصل ہونے والی جنت کی نعمت کی خوش خبری سنائی جائے اور انہیں مبارک باد دی جائے۔

"جو ایمان لائے" سے مراد ہے جو قرآن کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے کو صدق دل سے اس طرح مان لے کہ قرآن کی ہر ایک آیت اور اس کا ہر ایک لفظ کلام الٰہی ہے، جو ساری دنیا کے تمام انسانوں کے لئے بصیرت اور حکمت سے لبریز ابدی، دائمی اور واحد عالمگیر نصیحت اور ہدایت نامہ ہے اور جو حق و باطل کی کسوٹی، روشن دلیل، اور وسیع اور جامع علوم کا مخزن ہے، جس کی ہر ایک

Marfat.com

ہدایت اور جس کا ہر ایک حکم مکمل، محکم اور مستقل ہے، حق اور قول فیصل ہے، صراط مستقیم کا رہنما ہے اور باعث نعمت، خیر، برکت اور رحمت ہے، جس کی تعلیمات جملہ معاملات زندگی کو محیط ہیں، جو انسانی خلقت اور فطرت کے عین موافق ہے اور جس کا انجام نیکی، بھلائی، خوش حالی، کامیابی اور فلاح ہے، اور اس کے برخلاف جو کچھ بھی ہے وہ جھوٹ، فریب، ظلم، ناانصافی، حق تلفی، سرکشی، بغاوت اور گناہ عظیم ہے، جو انسانوں کے لئے غیر فطری اور ناموافق ہے اور جس کا انجام بالآخر ناکامی، مایوسی، ندامت، پشیمانی اور مستلزم سزا ہے۔

ایمان اور عمل صالح ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔ ایمان کے بغیر صالح اعمال کا تصور بھی محال ہے۔ اس لئے کہ صالح اعمال کی ہدایت اور تعلیم کا واحد ذریعہ قرآن کریم ہے۔ تو جس شخص نے قرآن ہی سے سابقہ نہ رکھا ہو یا اس سے منہ موڑ لیا ہو اسے صالح اعمال کا علم ہی نہیں ہو سکتا جن پر وہ عامل ہو سکے۔ اسی طرح صالح اعمال کے بغیر ایمان کا دعویٰ محض جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔ اس لئے کہ کوئی بھی نفع کو نفع جانتے اور سمجھتے ہوئے چھوڑ نہیں سکتا اور نقصان کو نقصان سمجھتے اور جانتے ہوئے قبول نہیں کر سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی شخص یہ جانتے ہوئے کہ آگ جلا کر راکھ کر دے گی کبھی بھی اپنا ہاتھ آگ میں ڈال سکتا ہے؟ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح دراصل ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا جنت کی بشارت کے لئے یکجا دونوں اوصاف بطور شرط بیان کئے گئے ہیں۔

عمل صالح، عمل فاسد کی ضد ہے۔ اس کی تفہیم مفسرین نے مختلف طرح سے کی ہے۔ مثلاً ـــــ عمل صالح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نام ہے (امام بغویؒ)، وہ عمل جس میں خلوص ہو (امام بغوی بحوالہ حضرت عثمان بن عفانؓ) یعنی وہ عمل جو ریا سے خالی ہو۔ عمل صالح چار چیزوں کے مجموعے کا نام ہے ـــــ علم، نیت، صبر اور خلوص (البحر المحیط بحوالہ حضرت معاذ بن جبلؓ)، عمل صالح عمل مستقیم ہے (فتح القدیر)، عمل صالح قرآن وسنت

کے مطابق عمل کا نام ہے (الکشاف) وغیرہ۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ اور پسندیدہ فرائض اور معروفات کی انجام دہی اور اس کی حرام کردہ اور ناپسندیدہ منکرات وفواحش سے اجتناب کرنا صالح اعمال ہیں، جن کے احکامات اور جن کی ہدایات قرآن کریم میں فرمادی گئی ہیں اور جن کی تشریحات اور شہادتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور ان کے اقوال جلیلہ میں موجود اور محفوظ ہیں جنہیں شریعت کہا جاتا ہے۔ اور یہ تمام اعمال صرف لوجہ اللہ ہوں اور ریا اور نمود ونمائش سے قطعی پاک۔

"جنّٰتٍ" جنّۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی بالعموم باغ کے ہیں۔ یہ "جَنٌّ" سے مشتق ہے، جس کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ اس لحاظ سے سایہ دار درختوں کے مجموعے کو اس لئے جَنّۃ کہتے ہیں کہ ان کے نیچے کی چیزیں چھپ جاتی ہیں۔ قرآن میں لفظ جَنّۃ ایک اصطلاح کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے گو کہ کہیں کہیں اپنے لغوی معنی کے لئے بھی آیا ہے۔ لفظ جنت جہنم کی آگ کے بالمقابل پیش کیا گیا ہے۔ بطور اصطلاح جنت اس مقام کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان متقی اور ابرار بندوں کو بطور انعام آخرت میں جائے قرار کی حیثیت سے بخشنے کی خوش خبری دی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور آخرت پر کامل ایمان ویقین رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات اور اس کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کو وقف کردے اور اس پر ہمیشہ قائم رہے، یہاں تک کہ اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط وَعْدَاللّٰہِ حَقًّا ط (لُقمٰن : ۸،۹)

"بے شک جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، ان کے لئے نعمت بھری جنتیں ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا اور پختہ وعدہ ہے۔"

جنت انواع واقسام کی نعمتوں سے عبارت ہے، جو جنتیوں کی راحت وآرام،

Marfat.com

تفریح و تسکین، لذت و سرور، دل بستگی اور دل آویزی کے لئے حاضر ہوں گی۔ یہاں جنت کی کئی نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جن میں پہلی چیز، جیسا کہ خود لفظ جنت سے ظاہر ہے، باغ ہے جو مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں کے درختوں سے آراستہ ہوگا:

فِیۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ (الشُّوۡرٰی : ۲۲)

''(وہ) جنت کے گلستانوں میں ہوں گے۔''

فِیۡ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ۙ﴿﴾ قُطُوۡفُہَا دَانِیَۃٌ ﴿﴾ (الۡحَآقَّۃ : ۲۲،۲۳)

''عالی مقام جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔''

دوسری نعمت وہ نہریں ہیں جو دُرختوں کے نیچے بہہ رہی ہوں گی۔ وہ نہریں بھی مختلف قسم کی ہوں گی جو نگاہوں کے لئے حظ و سرور ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مشروبات کے لئے بھی ہوں گی، جیسا کہ سورۂ محمد میں ذکر کیا گیا ہے:

مَثَلُ الۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ فِیۡہَاۤ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُہٗ ۚ وَ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ ۚ۬ وَ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ (مُحَمَّد : ۱۵)

''متقیوں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف نتھرے ہوئے پانی کی (جس کا مزہ اور رنگ نہ بدلتا ہو)، اور نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا، اور نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہوں گی اور نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف و شفاف شہد کی۔''

تیسری نعمت وہ جانے پہچانے ہوئے انواع و اقسام کے رزق ہیں جو جنتیوں کو عطا ہوں گے:

اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿ۙ﴾ (الصّٰٓفّٰت : ۴۱)

Marfat.com

''انہیں کے لئے جانا پہچانا رزق ہے۔''

گو کہ جنت کی تمام نعمتیں دنیاوی چیزوں کے مقابلہ میں نہایت درجہ فائق، برتر، اعلیٰ اور ارفع ہوں گی کہ جن کا موازنہ ہی نہیں کیا جاسکتا، لیکن شکل و ہیئت میں ایک ایسی مشابہت ضرور ہوگی جسے جنتی دیکھ کر یہ سمجھ سکے کہ یہ فلاں چیز ہے تاکہ پہلی نظر میں ان شناسا چیزوں سے رغبت پیدا ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس کے حاصل ہوتے ہی مسرت وخوشی محسوس ہو۔ لہذا، جنتیوں کو جب باغوں سے پھل کھانے کو دیئے جائیں گے تو ان شناسا پھلوں کو دیکھتے ہی وہ خوش خوش کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو اسی طرح کے پھل ہیں جو ہمیں پہلے بھی دنیا میں دیئے جاتے تھے۔

چوتھی نعمت جنتیوں کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی ــــــ ظاہری اور باطنی ہر طرح سے پاکیزہ۔ جسمانی طور پر حیض ونفاس اور دوسری نجاستوں، میل کچیل اور ناگوار چیزوں سے پاک، کردار کے لحاظ سے تمام گندے، رذیل، مذموم اور مکروہ خیالات، ارادے اور حرکات سے پاک، اس کے ساتھ ہی ناپسندیدہ، ناخوش گوار اور نامساعد شکل وہیئت، وضع قطع، رکھ رکھاؤ، رفتار وگفتار، حرکات وسکنات، رویے اور طریقے، معاشرت اور برتاؤ سے مبرا اور منزہ، اور حسن ورعنائی، کشش وجاذبیت اور خوش اخلاقی اور خوش طبعی سے مزین:

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝

(الصّٰفّٰت : ۴۸،۴۹)

''اور ان کے پاس نگاہیں بچانے والی، خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی، ایسی نازک جیسے انڈے کے چھلکے کے اندر چھپی ہوئی جھلی۔''

اور پانچویں نعمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کو حیات جاوداں عطا ہوگی۔ وہاں موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ اس طرح وہ جنت کی ابدی نعمتوں اور ان کی لذتوں سے بلافصل ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں گے:

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

Marfat.com

فِيهَآ اَبَدًا ط (البَيِّنَة : ۸)

"ان کی جزا ان کے رب کے یہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔"

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰی ج (الدُّخَان : ۵۶)

"وہاں موت کا مزہ وہ کبھی نہ چکھیں گے، بس پہلے (دنیا میں) جو موت آچکی سو آچکی۔"

نعمتوں اور ان کی لذتوں کا تعلق رہائش، خورونوش اور زوجیت سے ہے۔ یہ نعمتیں انسان کے حواس اور اس کی روح کو تسکین، سیری، تلذذ، فرحت، خوشی، لطف اور سرور بخشتی ہیں۔ چنانچہ ان تینوں قسم کی نعمتوں کا اللہ تعالیٰ نے جنت میں وعدہ فرمایا ہے ـــــ رہائش کے لئے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، خورونوش کے لئے انواع و اقسام کی چیزیں ہوں گی اور زوجیت کے لئے بہتر سے بہتر انتظام۔ پھر یہ کہ ان نعمتوں کا حصول اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لئے محدود اور متعین اوقات نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ ابدی اور سرمدی ہیں اور ان نعمتوں اور ان کی لذتوں کی ابدیت کے ساتھ ہی ساتھ انسانی زندگی بھی ابدی اور سرمدی ہوگی ورنہ بڑی سے بڑی نعمتوں کے حصول کے بعد بھی اگر یہ احساس ہو کہ یہ نعمتیں ایک روز ختم ہو جائیں گی یا یہ نعمتیں تو باقی رہیں گی لیکن ہم نہ ہوں گے تو پھر وہ نعمتیں اور ان کی ساری لذتیں ناخوش گوار ہو جاتی ہیں، ان سے کوئی رغبت اور سرور کی کیفیت حاصل ہونا یا باقی رہنا تو کجا، ہمیشہ ان کے ختم ہو جانے کا غم کھائے جاتا ہے۔ لہذا، ان نعمتوں اور انکی لذتوں کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب انہیں ہمیشگی اور پائیداری حاصل ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ خود جنت میں رہنے والے لوگوں کی حیات بھی ابدی اور سرمدی ہو۔

اس آیت میں اور قرآن کی مختلف جگہ بیان کردہ جنت کی نعمتوں اور ان کی لذتوں اور کیفیتوں کی ایک ہلکی سی جھلک یوں پیش کی جاسکتی ہے کہ مومنین صالحین کے لئے

Marfat.com

وسیع و عریض پھولوں اور پھلوں کے باغات ہوں گے، جن میں پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے، جنہیں پہلے تو دیکھ کر ہی طبیعت میں مسرت و انبساط کی کیفیت طاری ہوگی، ان کے کھانے کی لذت اور خوشی اس کے ماسوا ہوگی۔ مزید برآں ان باغوں کے نیچے مختلف قسم کی نہریں بہہ رہی ہوں گی مثلاً صاف وشفاف پانی کی نہریں جس میں نہ تو بدبو پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ ہی مزہ کے خراب ہونے کا اندیشہ، دودھ کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا، شراب کی نہریں جاری ہوں گی جو پینے والوں کے لئے لذت بخش ہوگی، اس سے نہ تو ان کے جسم کو کوئی ضرر پہنچے گا اور نہ ہی عقل خراب ہوگی۔ ان میں کبھی آب کافور کی آمیزش ہوگی تو کبھی زنجبیل کی۔ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ نہریں اس طرح ہوں گی کہ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی چاہیں، ان کی شاخیں نکال لیں اور جہاں کہیں ہیں وہیں ان سے لطف اندوز ہوں، ان باغوں میں انواع و اقسام کے پھلوں سے ان کی ضیافت ہوگی۔ وہ پھل شکل وہیئت میں جانے پہچانے ہوں گے، جنہیں دیکھتے ہی ان کے لینے والے یہ کہتے ہوئے لیں گے کہ یہ تو اسی طرح کے پھل ہیں جیسا کہ پہلے بھی دیئے جاتے تھے۔ البتہ وہ اپنے ذائقے اور لطف اندوزی میں اپنی مثال آپ ہوں گے۔ ان پھلوں کی کثرت ہوگی اور ہر وقت وہ ان کے بس میں ہوں گے کہ جب چاہیں اور جس قدر چاہیں استعمال کریں، اس کے علاوہ ہر طرح کی لذیذ اور فرحت بخش کھانے پینے کی چیزیں دستیاب ہوں گی، جس چیز کی طلب کی جائے گی وہ ان کے سامنے حاضر ہوگی۔ ان کے آگے سونے کی تھالیاں اور ساغر گردش کرائے جارہے ہوں گے۔ چاندی کے برتنوں اور شیشے کے پیالوں سے ان کی ضیافت کا اہتمام کیا جائے گا، چھلکتے ہوئے جام ان کے استقبال کے لئے حاضر ہوں گے۔ غرض کہ وہاں ہر طرح کے رزق ان کے لئے موجود ہوں گے۔ انہیں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار سے آراستہ کیا جائے گا۔ وہاں ان کا لباس ریشم، حریر اور دیبا کا

Marfat.com

ہوگا، وہ اور ان کے ازواج باغوں کے گھنے سائے تلے اونچے مقامات پر مسندوں پر تکیوں کے سہارے بیٹھے ہوں گے، نہ انہیں دھوپ اور گرمی ستائے گی اور نہ انہیں جاڑے کی تکلیف ہوگی۔ ان کے سامنے کھانے پینے اور دوسری مختلف لذت بخش چیزیں ان کی دل آویزی کے لئے حاضر ہوں گی اور جو کچھ بھی وہ طلب کریں گے، وہ ان کے لئے حاضر کردئے جائیں گے۔ ان کے ہمراہ نگاہیں بچانے والی، ہر طرح سے پاکیزہ، خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھوں والی، نہایت نرم، نازک اور نوخیز ہم سن بیویاں ان تمام لطف اندوزیوں میں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی خدمت کے لئے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے، ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، نہایت خوبصورت موتیوں جیسے ہوں گے۔ غرض کہ نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی اور ایک بڑی سلطنت کے سروسامان نظر آئیں گے۔ مزید برآں یہ جو کچھ بھی سروسامان ہوں گے وہ سبھی ابدی اور دائمی ہوں گے، نہ ان کے گھٹنے کا خدشہ اور نہ ان کے ختم یا نقصان ہونے کا ڈر۔ دوسری طرف وہ ہر طرح کی لغویات، اور جھوٹی باتوں کے سننے سے محفوظ اور مامون رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں رب رحیم کی جانب سے ان پر سلامتی بھی بھیجی جائے گی اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ آج تمہارے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا، بلکہ اب تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور ہر طرف اور ہر طرح کی نعمتیں تمہارے ہی لئے ہیں، انہیں کھاؤ اور پیو، تم اس جنت کے وارث ہوا پنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے دنیا میں انجام دئے ہیں۔ نیک لوگوں کو ہم ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ جنتی وہاں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے غم دور کردئے، وہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے، جس نے اپنے فضل سے ہمیں ابدی قیام کی جگہ عنایت کی ہے، اب یہاں نہ مشقت پیش آتی ہے، نہ تکان لاحق ہوتا ہے۔ یقیناً یہ سب کچھ فلاح و کامرانی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے حقیر تر چیز کی تمثیلیں دے۔ جو لوگ حق بات کو قبول کرنے والے ہیں وہ ان ہی تمثیلوں کو دیکھ کر جان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے، جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے۔ اور جو ماننے والے نہیں ہیں، وہ انہیں سن کر کہنے لگتے ہیں کہ ایسی تمثیلوں سے اللہ تعالیٰ کو کیا سروکار! اس طرح اللہ تعالیٰ کی ایک ہی بات سے بہتوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہتوں کو راہ راست دکھا دیتا ہے، اور اس سے گمراہی میں وہ ان ہی کو مبتلا کرتا ہے جو فاسق ہیں۔

قرآن کریم کی پیش کردہ تحدیات کے مقابلے میں تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی سامنے نہیں آسکتا تھا۔ البتہ شیطان اور اس کے دوستوں اور ہم نواؤں نے اپنے خیال خام کے مطابق یہ اعتراض ضرور وارد کیا کہ یہ کیسا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں مچھر، مکڑی یا چیونٹی جیسی حقیر اور بے حقیقت چیزوں کی مثالیں پیش کی گئیں ہیں، جو کلام الٰہی کی عظمت و رفعت اور اس کے علوئے مرتبت کے شایان شان نہیں ہیں۔ یہ اعتراض بادی النظر میں غیر سلیم الطبع اور ناپختہ ذہن و فکر کے حامل اشخاص کو متاثر بھی کر سکتا ہے اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے میں شکوک و شبہات میں مبتلا بھی کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس طرح کے شبہات کا پیدا ہونا جہاں ایک طرف لاعلمی یا حقائق سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے، وہیں دوسری

Marfat.com

طرف یہ مثالوں کے مناسب موقع اور مناسب حال نہ ماننے کا انجام بھی ہے۔ اس لئے کہ اگر مشبہ حقیر چیز ہے تو اس کی تشبیہ بھی حقیر چیز سے ہی دی جائے گی، اور عظیم ہے تو اس کی تشبیہ بھی عظیم چیز سے ہی دی جائے گی تا کہ تشبیہ کی مدد سے ادراک اور محسوسات کے ذریعہ ذہن وتصور میں مشبہ کا پیکر واضح ہو سکے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○

(الْعَنْكَبُوْت : ٤٣)

''یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لئے دیتے ہیں، مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔''

برمحل، موافق ومناسب حال مثالیں حقائق کی تفہیم میں براہ راست ممد ومعاون ہوتی ہیں۔ مثلاً بے حقیقت اور بے حیثیت بتوں کے تعلق سے جو مثال پیش کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ (الْحَج : ٧٣)

''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے اسے غور سے سنو، جن معبودوں کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، بلکہ مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔''

لہذا، ان مثالوں میں چونکہ حکمت اور فہمائش کی باتیں ہیں اور جن چیزوں کے لئے یہ مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ان کے لئے یہی مثالیں برمحل، موافق اور مناسب حال ہیں، اس لئے ان کا ذکر ضروری ہی کیا جائے گا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خالقِ کائنات کی تخلیق کردہ کوئی بھی شے نہ تو حقیر ہے اور نہ ہی

Marfat.com

بے حقیقت، بلکہ مکھی، مچھر، چیونٹی وغیرہ کا اپنی جسامت اور حجم کے اعتبار سے معمولی اور بے حیثیت ہونا اس صانع عظیم کی حکمتِ تخلیق اور تشکیل کے حسن وکمال کی اسی طرح علامت ہے جیسا کہ فربہ اور عظیم الجثہ مخلوقات کی تخلیق اور تشکیل اس صانع حکیم کے حسن وکمال کی علامت:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۙ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (الزُّمَر : ٦٢)

''اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

اَلَّذِىْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ (السَّجدَة : ٧)

''جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی ہے۔''

قرآن کریم کی پیش کردہ اس طرح کی مثالوں سے دو طرح کے لوگوں پر دو قسم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور ہر حق بات کو قبول کرتے ہیں، انہیں اس قسم کی مثالوں کا پورا پورا شعور ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ان مثالوں کو برمحل اور مناسبِ حال تصور کرتے ہیں، ان میں انہیں حقائق کی علامتیں نظر آتیں ہیں۔ ان مثالوں سے وہ حقائق کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ اس سے بہتر اور مناسب موقع اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ لہٰذا، وہ تصدیق کرتے ہیں کہ یہ واقعی حق ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ اس طرح ان کا ایمان ان مثالوں سے اور پختہ ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی ان کے علم وتفقہ میں یہ مثالیں مزید اضافے کا سبب بن جاتی ہیں۔

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الزُّمَر : ٩)

''بے شک نصیحت تو عقل رکھنے والے لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔''

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الحَج : ٥٤)

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔''

اس کے برخلاف کفر کرنے والے ان ہی مثالوں کو سن کر کہنے لگتے ہیں کہ ایسی

مثالوں سے اللہ تعالیٰ کو کیا سروکار! ایسا وہ اس لئے نہیں کہتے کہ انہیں ان مثالوں کے حق بجانب ہونے اور مناسب موقع اور موافق حال ہونے کا شعور نہیں ہوتا ہے، انہیں حقائق نظر نہیں آتے ہیں یا ان مثالوں سے حقائق کی الٹی تصویریں ان کے دماغ میں منعکس ہوجاتی ہیں، بلکہ اس کی وجہ دراصل ان کا وہ فسق و فجور ہے جس کی بنا پر حقائق کے جھٹلانے پر وہ مجبور ہوتے ہیں اور گمراہی ہی انہیں پسند آتی ہے۔ ساتھ ہی اس طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اسلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے اور ہدایت ربانی سے دور رکھنے کا ان کے اپنے خیال خام کے مطابق انہیں ایک بہتر موقع بھی ہاتھ آجاتا ہے۔ حالانکہ ان کے دل ان مثالوں کی موافقت اور موزونیت کے قائل ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ اس ذلیل حرکت کی وجہ سے اپنے کفر و نفاق میں اور بھی دور جا پڑتے ہیں۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الْمُؤْمِن : ٤)

''اللہ تعالیٰ کی آیات میں بحث نہیں کرتے مگر صرف وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے۔''

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ○ (الْعَنْكَبُوْت : ٤٧)

''اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔''

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○ (الْعَنْكَبُوْت : ٤٩)

''اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔''

اس طرح ایک بات منکرِ حق اور تاریکی اور گمراہی پسند لوگوں کے لئے مزید گمراہی میں مبتلا ہونے کا سبب بن جاتی ہے اور حق کے اقرار کرنے اور انہیں قبول کرنے والے اسی بات سے حقائق کو پالیتے ہیں اور انہیں راہ راست صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔

''فَاسِقِيْن'' ''فَاسِقٌ'' کی جمع اسم فاعل ہے۔ فَاسِق، فِسْقٌ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں حق و صلاح کے راستے سے ہٹ جانا، اعتدال اور میانہ روی سے خارج ہوجانا، حد ایمان سے نکل جانا، اطاعت سے برگشتہ ہوجانا، نافرمان ہوجانا، بدکردار ہوجانا وغیرہ۔

Marfat.com

اس طرح فاسق وہ ہے جو حق و صلاح کے راستے سے ہٹ گیا ہو، اطاعت کی حد سے نکل گیا ہو۔ حدود ایمان سے خارج ہو گیا ہو، نافرمان اور بدکردار ہو۔

کافر، مشرک، منافق، ملحد اور دہریہ سبھوں میں فسق قدر مشترک ہے، اس لئے کہ یہ سبھی دراصل اطاعت کی حد سے نکل جانے والے اور نافرمان ہیں۔ قرآن کریم میں کہا گیا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (التَّوْبَة : ٦٧)

''یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔''

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (اٰلِ عِمْرٰن : ٨٢)

''اس کے بعد پھر وہ (اپنے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد سے) پھر جائے، وہی فاسق ہیں۔''

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النُّوْر : ٥٥)

''اور جو اس (حقیقت کے علم) کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔''

وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ (الْبَقَرَة : ٩٩)

''اور ان (آیات) کی پیروی سے صرف وہی لوگ کفر کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔''

اس طرح فاسق وہ ہے جو حقائق کو جان لینے اور سمجھ لینے کے باوجود حدود ایمان و عمل سے تجاوز کر جاتا ہے، نتیجتاً ایمان کا حمائل اپنی گردن سے اتار پھینکتا ہے اور کفر و شرک میں جا شامل ہو جاتا ہے۔

فسق شیطانی خصوصیت ہے۔ ابلیس نے اپنی اسی خصوصیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی، سرکشی و بغاوت پر اتر آیا اور نافرمان ہو گیا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ○ (مَرْيَم : ٤٤)

''بے شک شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔''

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ط (الْكَهْف : ٥٠)

''وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، اس لئے اپنے رب کے حکم سے اس نے فسق اختیار کیا۔''

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

(جو) اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، حقیقت میں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس آیت میں فاسقوں کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں، دوسری یہ کہ جن تعلقات اور رشتوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں بجائے جوڑنے کے الٹا منقطع کرتے ہیں اور تیسری یہ کہ یہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

عہد وہ مستحکم، پختہ اور استوار کیا ہوا میثاق، اقرار، وعدہ اور پیمان ہے جس کا پورا کیا جانا بہر صورت لازم ہوتا ہے۔ لہذا، ایفائے عہد کی پاسداری، پابندی، رعایت اور حفاظت لازمی ہے اور نقضِ عہد نافرمانی، کفر، فسق اور فجور ہے۔

انسانوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی بے چوں و چرا عبادت اور اطاعت کا عہد و میثاق کئی طرح سے بندھا ہوا ہے۔ مثلاً ـــــ جس طرح تمام مخلوقات کی فطرت اپنے خالق، مالک اور رب رحیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کی اطاعت بجالانا ہے جنہیں وہ بہر حال اور بے چوں و چرا انجام دیتی ہیں، ٹھیک اسی طرح انسانوں کو بھی اسی خالق کائنات اور رب العالمین نے اسی فطرت پر تخلیق کی ہے اور ان کا وجود باقی رکھا ہے جس کے تحت وہ خود بخود اس عہد سے بندھے ہوئے ہیں کہ وہ بھی بہر صورت اور بے چوں و چرا

Marfat.com

صرف رب العالمین کی عبادت اور اطاعت کریں۔ لہذا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کی اطاعت بجالانا عین انسان کی خلقی فطرت کا تقاضا ہے جو اسے اندر سے بندگی و اطاعت کے عہد کی پاسداری اور پابندی پر ابھارتی ہے اور اس کے خلاف جانے پر اسے روکتی ہے اور سرزنش کرتی ہے۔ گو کہ اسے کفر وفسق کی راہ اختیار کرنے کی آزادی بخشی ہوئی ہے، لیکن فی الحقیقت ایسا کرنا اپنی خلقی فطرت سے ٹکرانا اور اس کی مخالف سمت میں زور آزمائی کرنا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد کیا گیا ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ
لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ (الرُّوم : ۳۰)

"لہذا، یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف جمادو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔"

اس مضمون کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث میں واضح فرمایا ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث پیش کی جارہی ہے جسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے:

عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ . قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ . كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ . هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ؟" ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: "فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ."

(صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبى فمات هل يصلى عليه، صحيح مسلم كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة)

"حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: ''ہر نومولود اپنی فطرت (عبادت و اطاعت الٰہی کی فطرت) پر پیدا ہوتا ہے۔ البتہ یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی (وغیرہ) بنا ڈالتے ہیں، جس طرح جانور پورا بچہ جنتا ہے۔ کیا تم ان میں کوئی نقص محسوس کرتے ہو؟'' اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے (قرآن کی آیت سے) فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر انہوں نے لوگوں کو پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی فطرت نا قابل تبدیلی ہے۔ یہ دین راست اور درست ہے۔''

اسی کے ساتھ تخلیق آدمؑ کے بعد پوری نسل آدمؑ کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے وجود بخش کر اور اپنے سامنے حاضر کر کے ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت بھی لی تھی اور سبھوں نے بیک زبان اللہ تعالیٰ کے واحد رب ہونے کا اقرار بھی کیا تھا۔ یہ اقرار محض حقائق کا اعتراف ہی نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنی بے چوں و چرا عبادت و اطاعت کا پختہ عہد و میثاق کی پابندی کا اثبات اور اقرار بھی تھا۔ یہ عہد انسان سے فرداً فرداً لیا گیا۔ اس لئے یہ ہر انسان کی فطرت میں مضمر ہے اور یہ عہد اسی وقت پختہ ہو جاتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے وجود میں آتا ہے اور اس کی ربوبیت کے زیر سایہ پرورش پاتا ہے اور اس کے بخشے ہوئے رزق پر پلتا ہے۔ اس طرح اس خالق و مالک کی بخشی ہوئی چیزوں سے کام لینا اور اس کی عنایت کی ہوئی قوتوں کو استعمال کرنا آپ سے آپ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کی میثاق میں باندھ دیتا ہے، جن کا پورا کیا جانا اس عہد و میثاق سے وفاداری ہے اور جس سے روگردانی اور نافرمانی کفر و فسق۔ لہذا، انہیں توڑنے کی جرأت کوئی ذی شعور اور نمک حلال انسان نہیں کر سکتا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

Marfat.com

اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

(الْاَعْرَاف : ۱۷۲، ۱۷۳)

''اور لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔'' یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔'' یا یہ کہنے لگو کہ ''شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو اس نسل سے پیدا ہوئے، پھر کیا آپ ہمیں اس قصور میں ہلاکت میں ڈالتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا۔''

کہا جاسکتا ہے کہ یہ ازلی عہد و میثاق ہمارے حافظے میں محفوظ نہیں ہے پھر ہم اس میثاق کے مکلف کیوں کر ہوسکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میثاق ازلی کا نقش ہمارے اندر بالقوۃ موجود ہے جو حقیقی تعلیم، تذکیر اور تربیت سے ظہور میں آجاتا ہے۔ یہ وہی اندر کی قوت اور داعیہ ہے، جس کی بنا پر حقائق کے جانتے اور سنتے ہی انسان اندرون قلب سے اس کی تصدیق کرتا ہے اور لبیک کہہ اٹھتا ہے۔

ہاں! جہالت، تعصب، خواہشاتِ نفس اور شیاطینِ جن وانس کی گمراہ کن تعلیمات اور ترغیبات کے نتیجے میں اندرون قلب کی اس قوت و داعیہ کو ہمیشہ دبانے، چھپانے، مسخ کرنے اور اس سے منحرف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور انجام کار کفر، شرک، فسق، دہریت، الحاد، نافرمانی، بدعہدی اور بدکرداری جیسے مذموم فسادات رونما ہوتے ہیں۔

انسان سے اس کی عقل وفہم کے ذریعہ بھی عہد لیا گیا ہے جو عقل وفہم اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت، خالقیت، مالکیت، ربوبیت وغیرہ کے حقائق پر پڑے ہوئے

Marfat.com

پردے کو ہٹاتی ہے، رسالت ونبوت کی تصدیق کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلامِ نور و ہدایت کو اخذ کرتی اور اس کی ہدایات وتعلیمات کو برحق مانتی ہے۔ وہی عقل وفہم اسے یہ بھی باور کراتی ہے کہ اس پر اس کے خالق، مالک اور رب نے کچھ فرائض عائد کیے ہیں جن پر کار بند ہونا اور جن کی بجا آوری اس پر لازم ہے، جیسا کہ ابھی اوپر کی آیت میں بیان ہوا ہے:

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ (الْاَعْرَاف : ۱۷۲)

''اور گواہ بنالیا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خود ان کی اپنی ذات پر۔''

اور رسولوں اور نبیوں کے ذریعہ براہ راست ان کی امتوں سے بھی عہد لیا گیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(اٰلِ عِمْرٰن : ۸۱، ۸۲)

''یاد کرو، اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا تھا کہ ''آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ (یہ ارشاد فرما کر) اللہ تعالیٰ نے پوچھا ''کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائیں وہی فاسق ہیں۔''

بنی اسرائیل نے نبیوں کی معرفت اپنے کیے ہوئے عہد سے روگردانی کی جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگئے:

Marfat.com

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (الْمَآئِدَة:۱۳)

''پھر یہ ان (یہودیوں) کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دئے۔''

لہٰذا مسلمانوں کو بھی اس عہد کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے، جس کے تحت انہوں نے ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' کہا:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (الْمَآئِدَة :۷)

''اللہ تعالیٰ نے تم کو نعمت عطا کی ہے، اس کا خیال رکھو اور اس پختہ عہد و پیان کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے، یعنی تمہارا یہ قول کہ ''ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔''

غرض کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی طرح سے عہد و میثاق سے بندھا ہوا ہے، جن کی بنیادیں مستحکم اور استوار ہیں، اسے توڑنے کا دل میں خیال تک لانا بھی صحیح الدماغ اور سلیم الطبع انسان کے لئے محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے:

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ط (الْاَنْعَام : ۱۵۲)

''اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔''

یہاں مطلق عہد کہا گیا ہے جس کے پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں کئی طرح کے عہد بیک وقت مراد ہیں ان میں وہ عہد بھی ہے جو انسان اپنے اللہ تعالیٰ سے کرے، اور وہ بھی جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بندوں سے کرے۔ پھر وہ عہد بھی اس میں شامل ہے جو انسان اللہ تعالیٰ سے اور انسانوں سے اس وقت آپ خود ہی باندھ لیتا ہے جس وقت ایک انسان اللہ تعالیٰ کی زمین میں ایک انسانی معاشرے کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا عہد بھی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

انسانوں پر عائد کیا ہے جن کی ادائیگی پر عالم انسانیت اور نظام عالم کی صلاح و فلاح کا انحصار ہے اور جن کی عدم ادائیگی شر و فساد کا سبب۔ یہ سبھی طرح کے عہد واجب الاحترام ہیں اور ان کا پورا کیا جانا بہر صورت لازم ہے۔ اس طرح کے عہد کو کوئی نہیں توڑتا الا یہ کہ کوئی کافر اور فاسق ہو۔

سورۂ رعد میں اسی مضمون کو اور بھی واضح انداز میں فرمایا گیا ہے:

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ۙ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝ۭ (الرَّعد : ۱۹ تا ۲۱)

”بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمہارے رب کی اس کتاب کو جو اس نے تم پر نازل کی ہے حق جانتا ہے اور وہ شخص جو اس حقیقت کی طرف سے اندھا ہے، دونوں یکساں ہو جائیں؟ نصیحت تو دانش مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں، اسے مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے۔ ان کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے، انہیں برقرار رکھتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے۔“

یہ تو ہے عہد کو پورا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ روابط کو برقرار رکھنے والے لوگوں کی کیفیت، اور جن لوگوں کا رویہ اس کے برخلاف ہے، ان کے متعلق فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝

(الرَّعد : ۲۵)

”وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، جو ان

Marfat.com

رابطوں کو کاٹتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لئے آخرت میں برا ٹھکانہ ہے۔"

منافقین کی طرح فاسقین بھی زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ معاشی، معاشرتی، سیاسی اور تمدنی صلاح وفلاح کو فساد آلودہ کرنا ان کی زندگی کا مقصد اولین قرار پاتا ہے۔

ان تین جملوں میں فسق اور فاسق کی تعریف اور ان کی بنیادی خصوصیات واضح کردی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق اور انسان اور انسان کے تعلق اور رشتے کو کاٹنے اور بگاڑنے کا لازمی نتیجہ فساد ہے۔ جو اس طرح کے فساد کو برپا کرتا ہے وہی فاسق ہے۔

اس طرح نقضِ عہد، قطعِ روابط اور فساد فی الارض برپا کرکے فاسقین بظاہر بڑے تیر مارتے ہیں، دوسروں کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں، لیکن فی الحقیقت وہ اپنے اعمال کے نتیجے میں خود ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

"خسارہ" لغت کے اعتبار سے "نفع" کی ضد ہے۔ قرآن کریم اس لفظ کو اپنی خاص اصطلاح کے بطور فلاح کے مقابلے میں استعمال کرتا ہے اور جس طرح فلاح کا تصور محض دنیوی خوش حالی کا ہم معنی نہیں ہے بلکہ اس سے حقیقی کامیابی مراد ہے، اسی طرح خسران کا تصور بھی محض دنیوی ناکامی اور خستہ حالی کا ہم معنی نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی حقیقی یاسیت، ناکامی اور نامرادی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾

تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے احسانات کے بیان، رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی اور معجزۂ ربانی ہونے کے ثبوت و دلائل، آخرت اور اس کے ساتھ ہی دنیاوی نظریات، افکار اور اعمال کے نتیجے میں آخرت میں ملنے والی سزا و جزا کی کیفیات اور کفار، منافقین اور فاسقین کی خصوصیات اور ان کے بنیادی افکار و اعمال اور ان کے مفاسد سے آگاہ کرنے کے بعد اب یہاں کافروں اور فاسقوں سے براہ راست خطاب کیا جارہا ہے۔

کافروں اور فاسقوں سے تخاطب کا یہ انداز استفہامیہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ زجر و توبیخ کا بھی ہے، اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کو، جس نے زندگی جیسی قیمتی شے بخشی ہے، اپنا خالق و مالک، مربی اور محسن جاننے اور ماننے اور اس کے بخشے ہوئے احسانات و انعامات سے متمتع ہونے کے باوجود یہ ظالم کیسے کفر و فسق کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خود ان کی اپنی زندگی جیسی گراں قدر نعمت عظمیٰ جو تمام نعمتوں کی اصل ہے، اس لئے کہ حیات کے بغیر کسی بھی نعمت سے متمتع نہیں ہوا جاسکتا ہے، اور اس زندگی کے مختلف مراحل، جن سے وہ خود بھی اچھی طرح واقف ہیں، کی یاد دہانی کراتے ہوئے ان کے اللہ تعالیٰ سے کفر و فسق کے رویے کے بطلان کی دلیل پیش کی ہے۔

Marfat.com

یہاں انسانی زندگی کے چار مراحل کا ذکر ہے۔ انسان پہلے بے جان تھا، پھر اسے زندگی ملی، اس کے بعد پھر موت آجائے گی اور موت کے بعد پھر اسے دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔ اس آخری زندگی میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور رجعت کرنا ہوگا، جہاں اسے اپنے اس موجودہ زندگی کے اعمال وکردار کا حساب وکتاب دینا ہوگا اور نتیجے کے طور پر سزا یا جزا کا حق دار ہوگا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کو ان چاروں مرحلوں سے گزرنا ضروری ہے۔

انسان کا پہلا مرحلہ وہ ہے جب اس کا وجود نا قابل ذکر اور بے جان ہوتا ہے:

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ○

(الدّھر : ۱)

''یقیناً انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔''

پھر اس کی تخلیق کی ابتدا کی جاتی ہے اور اسے صورت بخشی جاتی ہے:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰکُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰکُمۡ (الۡاَعۡرَاف : ۱۱)

''ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی، پھر تمہاری صورت بنائی۔''

اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ لَّازِبٍ ○ (الصّٰفّٰت : ۱۱)

''ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا۔''

پھر اس میں زندگی کی روح پھونکی جاتی ہے:

فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (الۡحِجۡر : ۲۹)

''جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں۔''

اس طرح دوسرے مرحلے کا آغاز ہوجاتا ہے۔ پھر زندگی کی ایک مدت مقرر کردی جاتی ہے، اس کے بعد موت آنی ہے۔ یہ تیسرا مرحلہ ہے اور موت کے بعد پھر زندگی عطا کی

Marfat.com

جاتی ہے، یہ چوتھا مرحلہ ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ

(الْاَنْعَام : ۲)

''وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کردی، اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے یہاں طے شدہ ہے۔''

غرض کہ ان تمام مرحلوں کا آنا یقینی امر ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی ۝ (طٰهٰ: ۵۵)

''اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا، اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔''

ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ۝ؕ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

(الْمُؤْمِنُوْن : ۱۵، ۱۶)

''پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے، پھر قیامت کے روز یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے۔''

قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ع (الْجَاثِیَة : ۲۶)

''کہو، اللہ تعالیٰ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو اس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

یہ اس ذات رحیم وکریم کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے موت اور حیات کی تخلیق کے مقصد سے بھی ہمیں آگاہی فرمادی تاکہ ہم اپنی زندگی کو اس خالق و مالک پروردگار کے لئے وقف کردیں، اسی کے تابع ہوکر رہیں اور آزمائش میں کامیاب ہوسکیں:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (الْمُلْك: ۲)

Marfat.com

''جس (اللہ تعالیٰ) نے موت اور حیات کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

کافرین، فاسقین، مشرکین اور ملحدین جب ان تمام مرحلوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور بالآخر ناکام و نامراد ہوں گے۔ اس وقت وہ کف افسوس ملیں گے۔ لیکن اس وقت ان کا افسوس کرنا، ان کے لئے کچھ بھی مفید نہ ہوگا:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا (الْمُؤْمِنُ : ۱۱)

''(قیامت کے روز کافرین و فاسقین) کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی عطا کر دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں۔''

غرض کہ اتنی حقیقت تو دنیا کے تمام ہی انسان جانتے ہیں حتیٰ کہ ہندو قوم جنہوں نے مذہب کے نام پر واہیات و خرافات کا ایک انبار جمع کیا ہوا ہے اور ان کی بھول بھلیوں ہی میں وہ غلطاں و پیچاں ہیں، اس کے باوجود نیستی سے ہستی اور پھر موت اور موت کے بعد دوبارہ زندگی (پنر جنم) اور نیکی (سوکرم) اور بدی یا گناہ (کوکرم یا پاپ) کے تصور کے ساتھ ہی نیکوکاروں (سوکرمیوں) کے لئے جنت (سورگ) بدکاروں (کوکرمیوں) کے لئے جہنم (نرک) کا عقیدہ تو رکھتے ہی ہیں۔ البتہ لوگ صرف عقائد تک ہی محدود رہتے ہیں۔ وہ عقائد کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینے کو آمادہ نہیں ہوتے اور ضروری نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا عام طور پر تصور بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ اسی لئے حیرت واستعجاب کے لہجے میں کہا جا رہا ہے کہ تم ان حقائق کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی کیسے کفر و فسق کا رویہ اختیار کرتے ہو۔ واقعی یہ بڑی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ آخرت کے وقوع پذیر ہونے اور وہاں کے حساب و کتاب اور سزا و جزا پر یقین رکھنے کے باوجود لوگ کفر، شرک، الحاد، فسق، بغاوت، سرکشی، تمرد، بدعہدی، نافرمانی اور بدکرداری پر مصر ہوتے ہیں اور اپنے ان اعمال کے نتائج سے انہیں ذرا خوف نہیں ہوتا ہے۔ ☆☆☆

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیئے۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

یہ آیت قبل کی آیت سے مربوط ہے۔ ماقبل آیت میں کفر وفسق اختیار کرنے والوں کو موت وحیات جیسی داخلی نعمتوں کے عطا کیئے جانے کی یاددہانی کرا کر انہیں کفر وفسق سے باز رہنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اب اس آیت میں ان خارجی نعمتوں کا ذکر کر کے انہیں نصیحت فرمائی جارہی ہے جن سے وہ ہر لحہ اور ہر حال میں مستفیض ہو رہے ہیں اور جن پر ان کی حیات اور اس حیات کی بقا اور نشوونما کا انحصار ہے۔

نعمتوں کے بیان کی یہ ترتیب یعنی پہلے انفسی پھر آفاقی نعمتوں کا ذکر بھی نہایت ہی بلیغ اور بلند پیرایہ بیان ہے۔ زمین و آسمان اور ان کی نعمتوں سے انسان جو کچھ بھی فائدہ اٹھاتا ہے وہ زندگی کے حاصل ہونے کے بعد ہی اٹھاتا ہے۔ لہذا، اس منعم و مربی مطلق نے سب سے پہلے زندگی کا ذکر فرمایا، اس کے بعد زمین و آسمان سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کی یاددہانی کرائی۔

وہی اللہ قادر مطلق جس نے انسانوں کو موت اور حیات بخشی ہے، ان کی حیات کی بقا اور نشوونما کے لئے زمین سے وہ ساری چیزیں بھی پیدا کی ہیں، جو ان کے لئے خورونوش، راحت وسکون، اور دوسری تمام ضروریات و احتیاجات کی متکفل ہیں:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ (الْاَعْرَاف: ۱۰)

"اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں بسایا اور تمہارے لئے ہم نے سامانِ رزق فراہم کیا۔"

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهٖٓ ۙ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۙ فَأَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ؕ

(عَبَس : ٢٤ تا ٣٢)

"پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے، ہم نے خوب پانی لنڈھایا، پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر اس کے اندر سے اگائے غلے، انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامان زیست کے طور پر۔"

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ (الْمُلْك : ١٥)

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو تابع کر رکھا ہے۔ چلو اس کے راستوں پر اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کا رزق۔"

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ؕ (فَاطِر : ٣)

"کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو۔"

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الْجَاثِيَة : ١٣)

"اس نے آسمانوں اور زمین کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، سب کچھ اپنے پاس سے، اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔"

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ أَحْيَيْنٰهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّأَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۙ لِيَأْكُلُوْا

Marfat.com

مِنۡ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتۡهُ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ۝ (یٰسٓ:۳۳ تا ۳۵)

''ان لوگوں کے لئے بے جان زمین میں ایک نشانی ہے، ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں، ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس کے اندر سے چشمے رواں کیے، تا کہ یہ اس کے پھل کھائیں۔ یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے۔ پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق کے بعد آسمان کی تخلیق و تشکیل کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔ جس طرح زمین انسان کے لئے رزق رسانی، راحت و سکون اور دیگر ضروریات زندگی کی متکفل ہے، اسی طرح آسمان بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کے لئے فیض رسانی کا ذریعہ ہے۔ زمین سے حاصل ہونے والی مذکورہ تمام نعمتوں میں آسمان بھی براہ راست معین اور حصہ دار ہے۔ اس لئے زمین کی تخلیق اور اس سے حاصل ہونے والی نعمتوں کے ساتھ ہی ساتھ آسمان کا ذکر بھی فرمایا گیا:

وَفِي السَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ ۝ (الذّٰرِیٰت : ۲۲)

''اور آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔''

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ

(الحج : ۶۳)

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کی بدولت زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔''

وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِيَةٌ ۙ وَّجَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ (الأنعام : ۹۹)

Marfat.com

''اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا کئے۔ پھر ان سے تہ برتہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔''

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ (قٓ : ۹ تا ۱۱)

''اور آسمان سے ہم نے برکت والا پانی نازل کیا، پھر اس سے باغ اور فصل کے غلے اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کر دئے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہ برتہ لگتے ہیں، یہ انتظام ہے بندوں کے رزق دینے کا۔''

اللہ تعالیٰ محض مذکورہ تمام چیزوں کا خالق و مالک، مدبر و منتظم اور حاکم و فرماں روا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا بھی ہے، جس علم کی بنیاد پر اس نے تمام چیزوں کی تخلیق کی ہے اور علم ہی کی بنیاد پر ہر طرح کی تدبیر اور انتظام فرما رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی پیدا کی ہوئی مخلوقات کی ضروریات کیا ہیں اور ان کی تکمیل کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اسی علم کی بنا پر اس نے اپنی مخلوقات کے لئے رزق رسانی، راحت و سکون اور دیگر ضرویات زندگی کا انتظام فرما رہا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ (الْحِجر : ۸۶)

''یقیناً تمہارا رب سب کا خالق ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔''

اسی طرح وہ اپنے بندوں کے حالات سے بھی پوری طرح واقف ہے۔ وہ اپنے بندوں کے ان تمام کھلے اور چھپے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے، جو وہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی نیتوں اور ان کے ارادوں تک کا اسے علم ہوتا ہے۔ یہ اس لئے بھی کہ اس نے

Marfat.com

ان کی تخلیق کی ہے:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ (الْمُلْك : ۱۳، ۱۴)

''تم چپکے سے بات کرو یا اونچی آواز سے (اللہ تعالیٰ کے لئے یکساں ہے)۔ وہ تو دلوں کے حال تک جانتا ہے، کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا، حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔''

لہٰذا، انسان کو آگاہ رہنا چاہئے اور ہر وقت اپنے ذہن میں یہ مستحضر رکھنا چاہئے کہ وہ محسن و منعم رب العالمین جو اس طرح اور اتنا کچھ اس پر احسان کر رہا ہے، وہ اس کے اعمال و کردار سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتا ہے کہ کون ان احسانات کا اعتراف کرتا ہے اور اس کا شکر گزار بندہ بن کر رہتا ہے اور کون احسان فراموشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کفر و بغاوت اور فسق و فجور کی راہ اپناتا ہے:

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

(التَّوْبَة : ۱۰۵)

''پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے اور تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔''

اس طرح ہمارے سامنے ایک ہی راہ ہے کہ ہم صرف ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور صرف اسی کی عبادت اور اطاعت کریں، یہی اس کے احسانات و انعامات کا اعتراف ہے، یہی اس کے بخشے ہوئے احسانوں اور نعمتوں کا شکر بجالانا ہے اور یہی آخرت میں فلاح، کامیابی اور سرخ روئی کا واحد ذریعہ ہے، اور اس کے برخلاف اس کی عبادت اور اطاعت سے منہ موڑنا، پہلوتہی کرنا اور کفر و فسق اختیار کرنا موجب خسران اور ناکامی ہے۔

Marfat.com

غرض کہ آیات ۲۱ تا ۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت دینے کے ساتھ ہی ساتھ توحید، رسالت، قرآن اور آخرت کی حقیقت، حقانیت اور اس کے اثبات کو دلیلوں کی روشنی میں واضح فرمادیا ہے اور ان پر ایمان لانے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی دوٹوک انداز میں دعوت دے دی ہے اور توحید، رسالت، قرآن، اور آخرت کو بحیثیت مجموعی یا ان میں سے کسی ایک حتّٰی کہ اس کے کسی جزو کو بھی نہ ماننے یا شک کرنے، یا ان سے بے اعتنائی اور لاپروائی برتنے یا ان کی خلاف ورزی، نافرمانی، بدعہدی، اور ناشکری کرنے یا کفر، فسق اور فجور اختیار کرنے کے اسباب اور ان کے برے نتائج سے خبردار کردیا ہے تاکہ لوگ ہوش میں آجائیں اور راہ راست اختیار کرلیں اور خسران اور عذاب جہنم سے بچ جائیں۔

☆☆☆

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا ”میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔“ انہوں نے عرض کیا ”کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں، جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خون ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔“ فرمایا ”میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔“

قبل کی آیات میں انسانوں کو رب العالمین کی عبادت اور اطاعت کی دعوت اس بنیاد پر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا خالق، مالک، پروردگار اور رازق ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں سبھوں کی زندگی اور موت ہے اور اس پوری کائنات کا مدبر اور منتظم بھی وہی ذات والا صفات ہے۔ لہذا، اس کی نافرمانی اور ناشکری سے بچنا، اس کا تقویٰ اختیار کرنا اور اسی کی عبادت و اطاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا، اس کی احسان مندی اور شکر گزاری کا تقاضہ ہے اور درست، برحق، اور مبنی بر فطرت کردار و اعمال کی تعمیل اور تکمیل ہے۔ اب اس رکوع میں اسی عبادت و اطاعت کی دعوت اس بنیاد پر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں خلیفہ کی حیثیت سے مامور کیا، انہیں علم کی دولت سے نوازا اور مسجود ملائکہ بنا کر انہیں خصوصی عزت و تکریم بخشی اور تمام انسانوں کو ان کی اولاد ہونے کا اعزاز بخشا۔ لہذا، خلیفہ ہونے کی حیثیت سے بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایات و مرضیات اور اس کے احکامات پر آمنا و صدقنا

Marfat.com

کہتے ہوئے اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینا انسانوں پر لازم ہے۔

"مَلٰٓئِکَة" "مَلَكٌ" کی جمع ہے۔ مَلَكٌ کے اصل معنی عربی میں پیام بر یا قاصد کے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ فرستادہ یا فرشتہ ہے۔

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ (الشُّوْرٰی : ۵۱)

"یا پھر وہ کوئی پیغام بر (یعنی فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے"

فرشتے وہ باعزت مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم الشان سلطنتِ کائنات کی مختلف تدابیر اور انتظامات پر مامور کر رکھا ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور باعزت اور مقرب بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے ڈرتے ہیں اور پیدائشی طور پر راست رو اور فطرتاً مطیعِ فرمان ہیں۔ لہذا، اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت سے مطلق سرتابی نہیں کرسکتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہوتے ہیں، اس کی حمد و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں، بے چوں و چرا اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں اور احکاماتِ الٰہی کے مطابق کائنات کے معاملات کا بحسن وخوبی انتظام کرتے ہیں:

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝

(الْاَنْبِيَآء : ۲۶، ۲۷)

"بلکہ وہ (فرشتے) تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے، اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔"

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (الشُّوْرٰی : ۵)

"اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔"

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ

الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُوۡنَ ۝ (الْاَنْبِيَآء : ١٩، ٢٠)

''اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں، وہ نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں، شب و روز اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، ذرا دم نہیں لیتے۔''

لَا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝ (التَّحۡرِيۡم : ٦)

''اللہ تعالیٰ جو حکم بھی ان کو دے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''

وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝ يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝ السجدة (النَّحۡل : ٥٠)

''اور جتنے فرشتے ہیں، وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ السجدۃ''

وَهُمۡ مِّنۡ خَشۡيَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ ۝ (الْاَنْبِيَآء : ٢٨)

''اور وہ (فرشتے) اس (اللہ تعالیٰ) کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔''

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝ وَّاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ۝ (الصّٰٓفّٰت : ١٦٤ تا ١٦٦)

''(فرشتوں کا قول ہے کہ) اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے، اور ہم تو صف بستہ خدمت گار ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔''

یہاں تمام فرشتے مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے خلافتِ ارضی سونپے جانے کے تعلق سے مخاطب فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ''ملائکہ'' لفظ عام ہے اور اس میں تخصیص کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اور پھر قرآن میں دوسری جگہ تو واضح طور پر تمام فرشتوں کے اجتماعی طور پر سجدہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ (الحجر : ۳۰، ص : ۷۳)

"لہذا تمام فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے خلیفۂ ارضی بنانے سے متعلق اپنے ارادے اور منصوبے سے فرشتوں کو اس لئے آگاہ فرمایا کہ حضرت آدمؑ کی تخلیق اور اس کو بخشی جانے والی خلافتِ ارضی کے علم و حکمت اور ان کے اسرار و رموز سے فرشتے ناواقف تھے جب کہ حضرت آدمؑ کے منصبِ خلافت پر متمکن ہو جانے کے بعد ان فرشتوں کو ان کے قیام خلافت اور کارہائے خلافت میں تعاون دینے کی ذمہ داری سونپی جانی تھی۔ لہذا، ان فرشتوں کو حقیقی صورت حال سے آگاہ کیا جانا ضروری تھا، جیسا کہ اسی آیتؑ میں آگے اور اس کے بعد کی آیتوں میں اور قرآن کے چند دیگر مقامات پر پیش کی گئی صراحتوں سے واضح ہے۔

حضرت آدمؑ کو تفویض کی جانے والی خلافت تمام خطۂ ارضی کو محیط ہے، اس لئے کہ مطلق ارض کہا گیا ہے، جس سے کسی طرح کی تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

خَلِیْفَةٌ، خَلَفَ سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں پیچھے آنا۔ خِلَافَةٌ کے معنی دوسرے کی نیابت کرنا، یا دوسرے کے قائم مقام یا جانشیں ہونا ہے۔ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ زمین پر خلیفہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تفویض کردہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اسی کی مرضی کے مطابق لوگوں پر بلاکم و کاست نافذ کرے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

(ص : ۲۶)

"اے داؤد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہذا، تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر۔"

یہاں حضرت آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے سے مراد صرف آدمؑ ہی کو خلیفہ بنانا

Marfat.com

نہیں ہے، بلکہ اس سے حضرت آدمؑ کی پوری ذرّیت مراد ہے، جیسا کہ آگے ملائکہ کی زبانی ان سے فساد و خون ریزی سرزد ہونے کا احتمال کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے حضرت آدمؑ کی ذرّیت ہی مراد تھی، نہ کہ بذات خود حضرت آدمؑ۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی نسل انسانی کو خلیفہ فرمایا گیا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ

(الْاَنْعَام : ١٦٥)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں بلند درجے دیے۔"

جہاں انسان کو خلیفۂ ارض بنایا جانا اس کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ فرشتوں نے اسے سجدہ کیا، وہیں یہ ایک بڑی ذمہ داری اور آزمائش بھی ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ ط

(الْاَنْعَام : ١٦٥)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔"

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

(يُوْنُس : ١٤)

"اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں خلافت بخشی ہے تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

البتہ اس خلافت ارضی کے حق دار اور سزاوار نسل آدم میں سے صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھنے والے ہوں اور اعمال صالح سے اس ایمان کی تصدیق اور اس کی حقانیت کو واضح اور ثابت کرتے ہوں:

Marfat.com

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص (النُّوْر : ٥٥)

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔''

حضرت آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے کی خبر سن کر ملائکہ کا یہ عرض کرنا کہ ''کیا آپ ایسے انسانوں کو زمین میں خلیفہ بنانے والے ہیں جو فساد برپا کرے اور آپس میں خوں ریزیاں روا رکھے'' نہ تو ان کا مشورہ تھا اور نہ ہی اعتراض۔ مشورہ تو ظاہر ہے کہ وہ نہیں دے سکتے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ لہذا، کوئی مخلوق اپنے خالق کو مشورہ دے ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ نعوذ باللّٰہ من ذالك۔ اور فرشتوں کی کیا مجال جو وہ اللہ تعالیٰ کے کسی معاملے پر اعتراض کریں۔ وہ تو بے چوں و چرا اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور اطاعت گزار بندے ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق کہا گیا ہے:

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝
(الْاَنْبِيَآء : ٢٦، ٢٧)

''بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں جو اس کے قول پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں۔''

تمام ملائکہ باعصمت ہیں اور تمام گناہوں اور بے ہودہ اور بے ضرورت باتوں سے پاک ہوتے ہیں:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التَّحْرِيْم : ٦)

''(فرشتے) کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے، اسے بجالاتے ہیں۔''

البتہ فرشتوں کا یہ استفسار اور استفہام تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سمجھنا چاہتے تھے کہ اس مخلوق کے پیدا کئے جانے اور اسے خلافت ارضی سونپے جانے کی حقیقت اور حکمت کیا ہے۔ باوجود اس کے کہ انسان میں مفاسد کا عنصر پایا جاتا ہے، اس میں عظمت اور شرف کی کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر وہ خلافت ارضی جیسے منصب جلیلہ سے سرفراز کیا جانے والا ہے۔ جہاں تک عبادت و اطاعت کا تعلق ہے تو اس کے لئے ہم حاضر خدمت ہیں اور ان کی تعمیل کے لئے ایک پاؤں پر کھڑے رہتے ہیں اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس کی تقدیس میں مشغول ہیں۔

تسبیح کے معنی اللہ تعالیٰ کو تمام برائیوں، خرابیوں، خامیوں، کمیوں، عیبوں اور نا مناسب باتوں سے پاکیزہ اور منزہ سمجھنے اور بیان کرنے کے ہیں۔ تحمید کے معنی اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی تعریف، توصیف، مدح، ثنا اور محاسن کا حامل سمجھنے اور بیان کرنے کے ہیں اور تقدیس کے معنی اللہ تعالیٰ کو تمام پاکیزہ اور بے عیب اور بے نقص صفات سے متصف اور برکت والا یعنی اس کے تمام افعال و اظہار کو ہر طرح کے عیبوں، خطاؤں، غلطیوں اور نقائص سے پاک اور سراپا خیر و برکت سمجھنے اور بیان کرنے کے ہیں۔ تسبیح و تقدیس کے معانی میں مذکورہ باتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی شامل ہے۔

''آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں'' کہہ کر فرشتوں نے فساد اور خون ریزی کرنے والے انسانوں کے مقابلے میں اپنی کامل سپردگی کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ کیا ہماری عبادت اور اطاعت کے باوجود بھی کسی مخلوق کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے جسے خلافتِ ارضی سونپی جائے۔

اس سے فرشتوں کا یہ مدعا قطعی نہیں تھا کہ خلافت ارضی ہمیں دے دی جائے، ہم اپنی عبادت واطاعت اور ہمہ وقت تسبیح و تقدیس میں مشغول رہنے کی بنا پر اس کے مستحق ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے احکامات و مرضیات کی تعمیل ہو ہی رہی ہے اور

Marfat.com

ساتھ ہی ساتھ آپ کی تسبیح و تقدیس بھی ہمہ وقت جاری ہی ہے۔

فرشتون کے ان دو سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے" فرمانے کا مقصد ان کے سامنے اس حقیقت کو واضح کرنا تھا کہ اس معاملے کے تمام پہلوؤں اور حکمت و مصالح کا تمہیں علم نہیں ہے اس لئے تمہارے ذہنوں میں یہ سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ تم اپنی جن عبادت و اطاعت کا ذکر کر رہے ہو وہ خلافتِ ارضی کے لئے کافی نہیں ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر کچھ اور بھی مطلوب ہے جو حضرت انسان ہی انجام دے سکیں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾

اور (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سارے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا ''مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

منصوبے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کی ابتدا کی، مٹی سے اسے انسانی شکل دی، پھر اس کی صورت بنائی اور پھر اس تشکیلی عمل کے بعد اس میں اپنی جانب سے روح پھونک دی۔ اس طرح حضرت آدمؑ کو بشری وجود بخش دیا گیا:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (الاَعْراف: ۱۱)

''اور ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی، پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی۔''

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ (الحِجر: ۲۶)

''اور ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔''

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (صٓ: ۷۱، ۷۲)

''جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا'' میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔''

یہ تخلیقی اور تشکیلی عمل انتہائی اہتمام کے ساتھ کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

... لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ (صٓ: ۷۵)

''... جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔''

انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ اعلیٰ درجے کا جسم عطا کیا جو کسی دوسری جاندار مخلوق کو نہیں دیا گیا۔

Marfat.com

اور اسے فکر و فہم، علم و عقل، تدبر و تفقہ اور ادراک و مشاہدے کی وہ بلند پایہ قابلیتیں بخشیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئیں۔ قرآن نے اس بات کی شہادت یوں دی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التین: ٤)

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔''

تخلیقی عمل کے مکمل ہونے کے بعد ابوالبشر حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ''اسماء'' کی تعلیم سے نوازا اور بلا تحدید و تعیین انہیں تمام اسماء سکھائے گئے۔

''اَسْمَاء'' ''اِسْمٌ'' کی جمع ہے۔ اسم وہ کلمہ ہے جس سے کوئی چیز جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ اسماء کے علم میں اشیاء کے ناموں کے ساتھ ہی ساتھ ان کی صفات اور خصوصیات کا علم بھی شامل ہے۔

اسماء کی تعلیم وہ تعلیم تھی جس کی بنا پر حضرت آدمؑ کو فرشتوں پر فضیلت ثابت ہوئی۔ چنانچہ جب فرشتوں سے کہا گیا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ تو وہ ان کے نام بتانے سے قاصر رہے اور ان سے متعلق اپنی لاعلمی کا اقرار کیا۔

اس واقعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرشتے اس صلاحیت کے حامل نہ تھے، انہیں اپنے فرائضِ منصبی ادا کرنے کے لئے اس صلاحیت کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس لئے انہیں یہ صلاحیت بخشی نہیں گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کی تعلیم دی پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش فرمایا تو فرشتے ان کے نام بتانے سے عاجز تھے۔

یہ ان فرشتوں کے سامنے اس لئے پیش فرمایا گیا تھا تاکہ فرشتوں کے اس خیال کی غلطی ان پر عملی طور پر بھی واضح ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ نے قبل کی آیت میں انہیں ''اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے) کہہ کر ان کے اس خیال کی تردید کی تھی کہ نسل آدم فطرتاً مفسد و سفاک ہوگی، اس طرح وہ خلافتِ ارضی کے اہل کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے اس طرح امتحان لینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کائنات میں سب سے افضل چیز علم ہی ہے۔ اس لئے کہ اگر علم کے علاوہ کوئی اور چیز افضل ہوتی تو حضرت آدمؑ کا کمال اور ان کی فضیلت اسی چیز میں ظاہر کی جاتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی حکمتوں کو زیادہ جانتا ہے۔

علم اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی بہت بڑی نعمت اور انسانیت کا کمال ہے۔ اس نعمت بے بہا کی عظمت و فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی بلیغ انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط (الزُّمَر: ۹)

"(ان سے) پوچھو، کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟"

صاحب علم لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص مرتبہ ہے، اس لئے کہ وہ حق آشنا ہوتے ہیں اور علم میں پختہ کار ہی نعمت ایمان سے فیضیاب ہوتے ہیں:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ لا كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج

(اٰلِ عِمْرٰن: ۷)

"اور جو علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ہمارا اس پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہے۔"

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ لا وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ع

(الرَّعْد: ۴۳)

"کہو، میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور پھر اس شخص کی گواہی جو (آسمانی) کتاب کا علم رکھتا ہے۔"

یہ علم ہی کا نتیجہ ہے کہ اہل علم کے اندر خشیت الٰہی کی صفت پائی جاتی ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فَاطِر: ۲۸)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس

Marfat.com

سے ڈرتے ہیں۔"

لہذا، اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم لوگوں کو ان کے ایمان اور ان کے علم کی وجہ سے بلند درجے عطا فرمائے گا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

(الْمُجَادَلَة : ١١)

"تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔"

اس ازلی اور ابدی نعمت بے بہا کی انہی عظمتوں اور فضیلتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنے علم میں ہمیشہ اضافے کی دعا کرتے رہیں:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ (طٰهٰ : ١١٤)

"اور دعا کرو کہ "اے رب، مجھے مزید علم عطا فرما۔"

☆☆☆

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ

فرشتوں نے عرض کیا "نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں، جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے والا اور حکیم و دانا تو آپ ہیں۔

اس آیت میں فرشتوں کی زبانی ان کی کئی باتوں کا اعتراف، اقرار اور اظہار ہے۔ فرشتوں نے سُبۡحٰنَكَ (نقائص و عیوب سے پاک تو صرف آپ کی ذات ہے) کہہ کر سب سے پہلے اپنی اس غلطی اور سہو کا اعتراف کیا اور معافی کے طلبگار ہوئے جو انہوں نے سوال کر کے کیا تھا۔

دوسری بات یہ کہ فرشتوں کو جب حقیقت کا علم ہوگیا تو انہوں نے اپنی لاعلمی کے عجز کا اعتراف اور اظہار کیا۔ فرشتوں کا سوال استفسار کے لئے تھا۔ کیوں کہ جو کوئی کسی چیز سے ناواقف ہوتا ہے، وہ اس چیز سے متعلق اعتراض نہیں کرتا، بلکہ استفسار کرتا ہے۔ یہ اعتراف و اقرار ان کے اس قول "لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھادیا ہے) سے واضح ہے کہ اس میں فرشتوں نے اپنے ہر طرح کے علم کی خود ہی نفی کی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ فرشتوں نے اس بات کا شکریہ بھی ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے امتحان کی صورت نکال کر آدمؑ کا کمال، ان کی ترجیح کا سبب اور ان کی خلافتِ ارضی کی صلاحیت ان پر واضح فرمادی۔ یہ ملائکہ کی تعلیم کے لئے ایک خصوصی صورت پیدا کی گئی تھی۔ لہٰذا، فرشتوں نے کلمۂ تسبیح کے ذریعہ اس کا شکریہ ادا کیا۔

اور چوتھی بات یہ کہ فرشتوں نے اس حقیقت کا اقرار اور اظہار کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا علم و تدبر اور اس کی حکمت و دانائی ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کا علم ساری ہی چیزوں

Marfat.com

کے ظاہر و باطن اور روشن و خفی کا کامل احاطہ کیا ہوا ہے اور اس کی حکمت ہر طرح کے مصالح کو مجتمع کی ہوئی ہے۔ اس لئے ہمیں جو ان حقائق کا علم نہ تھا اس کی وجوہات کا علم اور اس کی حکمت و مصلحت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اَلْعَلِیْمُ مبالغے کا صیغہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم پوری کائنات اور کائنات کی ہر ایک چیز بلکہ ان کے ہر ذرے کو خواہ وہ ظاہر ہو کہ پوشیدہ، قلیل ہو کہ کثیر اور ان کے حالات، معاملات اور کیفیات کو بہر حال اور بہر صورت محیط ہے، اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ علم لامحدود اور غیر مختتم بھی ہے۔ لہذا، اس ذات علیم و خبیر کا ہر ایک منصوبہ، ہر ایک تخلیق، ہر ایک تدبیر، ہر ایک نظم اور ہر ایک عمل حکیمانہ بلکہ عین حکمت ہوتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۝۳۳

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے کہا ''تم انہیں ان کے نام بتاؤ'' جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتادئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔''

اشیاء کے اسماء بتانے سے جب فرشتے عاجز رہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو حکم فرمایا کہ وہ فرشتوں کو وہ اسماء بتادیں۔ چنانچہ جب حضرت آدمؑ نے انہیں وہ اسماء بتادئے تو فرشتوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان پر وہ دلیل قائم ہوگئی اور یہ امر ثابت ہوگیا کہ خلافتِ ارضی کی اہلیت کے لئے جس طرح کے علم کی ضرورت ہے، اس سے حضرت آدمؑ واقف ہیں اور وہ خود اس سے نابلد ہیں۔

اس دلیل کے قائم ہوجانے اور اس امر کے ثابت ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سابق میں فرشتوں سے کہے گئے اپنے قول ''اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' (میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے) کی یاد دہانی اور اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرشتوں پر یہ واضح فرمادیا کہ میں آسمانوں اور زمین کی ان تمام حقیقتوں کو جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ آدمؑ کی تخلیق سے قبل اس کے احوال سے پوری طرح باخبر تھا اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اشیاء کے حادث ہونے سے

قبل انہیں جانتا ہے۔

ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر یہ بھی واضح فرمادیا کہ "میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔" مطلب یہ ہے حضرت آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے سے متعلق تمہارے سوال کو بھی میں سمجھتا ہوں اور اس سبب سے بھی میں واقف تھا جس کی بنا پر تمہارے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا تھا۔ وہ سبب یہ تھا کہ تم آدمؑ کی خلافت کے منصوبے اور اس کے مضمرات سے لاعلم تھے، جن کی واقفیت تمہیں مطلوب تھی اور جس کے لئے تم نے سوال کیا کہ ایسی مخلوق کو کیوں کر خلافتِ ارضی سونپی جاسکتی ہے جس کے اندر فساد اور سفا کی کا عنصر بھی موجود ہے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر بطور احسان فرمائی ہیں نہ کہ سرزنش کے لئے کہ تمہارے ظاہری سوالوں کے ساتھ ہی ساتھ تمہارے باطنی خیالات کے تعلق سے بھی تمہیں عملی جواب دے دیا گیا۔

آیات ۳۰ تا ۳۳، جو خلافت آدمؑ اور ان کی تعلیم اسماء کے واقعے پر مشتمل ہیں، سے کئی چیزوں پر روشنی پڑتی ہے اور ان کے حقائق واضح ہوتے ہیں۔ مثلاً:

یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان صاحب شرف ہے کیوں کہ اس کا نام خلیفہ تجویز کیا گیا اور اسے وجود بخشنے سے قبل اس کی بشارت دی گئی۔ حق تعالیٰ نے براہ راست اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اپنی تعلیم سے سرفراز فرمایا۔

ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علم کو منزلت حاصل ہے اور وہ علم سے خالی عبادت و اطاعت پر فضیلت رکھتا ہے، اس لئے کہ اس کی بدولت انسان کو جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے غیر معصوم ہے، ملائکہ پر فضیلت بخشی گئی، جب کہ وہ معصوم عن الخطا ہیں اور

Marfat.com

ہمہ تن اور ہمہ وقت عبادت واطاعت میں مصروف رہنا ان کی سرشت ہے۔

ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلافت کے لئے علم شرط ہے بلکہ اصل ہے، جب ہی تو ملائکہ کو عدم علم کے باعث خلافت کی ذمہ داری عطا نہیں کی گئی اور ان پر عملی دلائل سے یہ واضح کر دیا گیا کہ وہ بارِ خلافت کے اٹھانے سے عاجز ہیں، جس کا اقرار فرشتوں نے خود بھی کیا۔

اس سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ انسان کو علم دے کر دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ وہ اندھیرے میں دنیا میں نہیں آیا بلکہ دنیا میں اس کے ورود کے ساتھ ہی اس پر تمام حقائق روشن تھے۔

یہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ آدمؑ ملائکہ سے افضل ہیں۔ کیوں کہ وہ ان کے مقابلے میں اَعۡلَمُ (جاننے والے) ہیں اور اَعۡلَمُ افضل ہوتا ہے۔ ارشادِ حق تعالیٰ ہے:

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ (الزُّمَر : ۹)

''کہو، کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟''

ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ علیم وخبیر کو اشیاء سے متعلق حالات، کیفیات اور معاملات کا علم ان کے وجود میں آنے سے قبل ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سبھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل ہو گیا۔

"اُسْجُدُوْا" اور "سَجَدُوْا" مصدر "سُجُوْدٌ" سے مشتق ہیں اور "سَجَدَ" کے معنی جھکنے یا فرماں برداری کرنے کے ہیں۔ یہ جھکنا دونوں طرح سے ممکن ہے، یعنی سر کو نیچے کی جانب جھکا دینا جیسا کہ رکوع میں سر کو جھکایا جاتا ہے یا سر کو اتنا جھکا دینا کہ وہ زمین سے لگ جائے جیسا کہ سجدۂ عبادت میں پیشانی کو زمین پر ٹکا دیتے ہیں۔ اصطلاحاً سجدہ دوسرے معنی کے لئے ہی مخصوص ہے۔

جب آدمؑ نے فرشتوں کو اسماء کی تعلیم دے دی اور ان کی فضیلت فرشتوں پر ثابت اور قائم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔

امام فخر الدین رازیؒ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی وساطت سے تمام بنی نوع انسان کو کئی نعمتیں عطا فرمائیں۔ سب سے پہلے خلافت کے لئے انہیں منتخب کیا، پھر انہیں اسماء کی تعلیم سے نوازا، پھر فرشتوں کو اسماء کی تعلیم پر مامور کیا اور پھر انہیں مسجودِ ملائکہ بنایا۔

فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سجدہ کرنے کا یہ حکم صرف حضرت آدمؑ کے لئے شخص واحد کی حیثیت میں نہ تھا بلکہ پورے نوعِ انسانی کے نمائندہ فرد کی حیثیت میں تھا جیسا کہ سورۂ اعراف کی اس آیت سے واضح ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ

Marfat.com

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ (الْاَعْرَاف : ١١)

''ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا'' آدم کو سجدہ کرو۔'' اس حکم پر سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس، کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

غرض کہ یہ سجدہ حضرت آدمؑ اور ان کی وساطت سے تمام بنی نوع انسان کی تعظیم، اکرام اور احترام کے لئے تھا اور ساتھ ہی ساتھ بنی نوع انسان کے لئے فرشتوں کے مطیع و مسخر ہو جانے کے لئے بھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج (حٰمٓ السَّجْدَة : ٣٠: ٣١)

''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں'' نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔''

اس حکم کے بموجب فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا۔ یہاں فرشتوں سے مراد ہر طرح کے اور تمام فرشتے ہیں خواہ وہ کہیں بھی ہوتے ہوں اور کسی بھی کام پر مامور ہوں، جیسا کہ سورۂ الحجر اور سورۂ ص میں مذکور ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ (الْحِجر : ٣٠، ص : ٧٣)

''چنانچہ تمام سب کے سب فرشتوں نے سجدہ بجالایا۔''

سیاق کلام بتاتا ہے کہ فرشتوں کے بعد جنوں کو بھی اور بالخصوص ابلیس کو جو جنوں کی نسل سے تھا، حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ لیکن فرشتوں کے علی الرغم جنوں میں سے حکم الٰہی سے کفر کرنے والے ہو گئے جن میں ابلیس بھی جو اغلب یہ ہے کہ جنوں کا

Marfat.com

سرخیل یا نمائندہ تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کر کے انہیں کافروں میں جا شامل ہوا۔

"اِبلِیس" "اَبلَسَ" سے مشتق ہے۔ اَبلَسَ کے معنی شکستہ دل ہونا، غمگین ہونا، مایوس ہونا ہیں۔ اِبلَاس کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً حیرت کی وجہ سے دنگ رہ جانا، خوف و دہشت کے مارے دم بخود ہو جانا، رنج و غم کے مارے دل شکستہ ہو جانا، ہر طرف سے ناامید ہو کر ہمت ہار بیٹھنا وغیرہ۔ قرآن کریم میں ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ (الرُّوم : ١٢)

"اور جس وقت وہ ساعت (یعنی قیامت) قائم ہوگی تو مجرمین ناامید ہو کر مبہوت اور حیرت زدہ رہ جائیں گے۔"

اُوْتُوْٓا اَخَذْ نٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ (الْاَنْعَام : ٤٤)

"ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا، پھر وہ ہر چیز سے بالکل مایوس تھے۔"

حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ○
(الْمُؤْمِنُوْن : ٧٧)

"البتہ جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو یکا یک تم دیکھو گے کہ اس حالت میں یہ ہر خیر سے مایوس ہیں۔"

اور مایوسی اور نامرادی کی وجہ سے برافروختہ ہو جانا بھی اِبلَاس کے معنی میں شامل ہے۔

ابلیس اصطلاحاً اس جن کا نام ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کر کے حضرت آدمؑ اور اس کی ذریت کے لئے حسد و تکبر کی بنا پر مطیع و مسخر ہونے سے انکار کر دیا، جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ کے لئے خیر سے مایوس ہو گیا، مردودِ بارگاہ قرار پایا اور جہنم اس کا مقدر ہو گیا۔

ابلیس نہ تو فرشتہ تھا اور نہ ہی فرشتوں کے درمیان رہ بس کر ملکوتی صفات سے متصف ہو گیا تھا، جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے، جن میں کچھ مفسرین بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

یہ خیال بادی النظر میں لفظ فَسَجَدُوْا کے بعد لفظ "اِلَّا" سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابلیس جنوں کی نسل سے تھا۔ قرآن نے فرشتوں سے متعلق واضح کر دیا ہے کہ یہ نہ تو نافرمانی کرتے ہیں اور نہ ہی استکبار اور حسد ان کا شیوہ ہے۔ یہ تینوں ہی باتیں اس مخلوق کی خلقی فطرت سے بعید ہیں:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التَّحرِيم : ٦)

"اللہ تعالیٰ جو حکم بھی ان کو دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔"

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ (الْاَنْبِيَآء : ١٩)

"وہ اس کی عبادت سے استکبار اور سرکشی نہیں کرتے ہیں۔"

اور اس کے ساتھ ہی قرآن نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا، جس کی بنا پر وہ نافرمانی کر سکا ورنہ اگر وہ فرشتہ ہوتا تو نافرمانی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ جن فرشتوں سے الگ مخلوق ہے اور انسانوں کی طرح مادی وجود رکھتا ہے، جب کہ فرشتے غیر مادی یعنی نوری وجود ہیں۔ اسی لئے ابلیس نافرمانی کرنے پر قادر ہو سکا اور تکبر میں مبتلا ہو گیا:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ط (الْكَهْف : ٥٠)

"وہ جنوں میں سے تھا، اس لئے وہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔"

جن اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق ہے جو انسانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اسے جن کہتے ہیں۔ جن کے معنی پوشیدہ کے ہیں، یہ اَجَنٌّ سے ہے۔ اَجَنٌّ کے معنی چھپنے، چھپانے، یا ڈھانپ لینے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو آگ سے پیدا کیا:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ (الْاَعْرَاف : ١٢)

"(ابلیس نے کہا) آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (انسان) کو مٹی سے۔"

Marfat.com

کس طرح کی آگ سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اس کی بھی قرآن صراحت کرتا ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ (الرَّحْمٰن : ۱۵)

''اور جنّ کو میں نے آگ کے شعلے سے پیدا کیا ہے۔''

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ (الْحِجر : ۲۷)

''اور اس (انسان کی تخلیق) سے قبل ہم نے جنوں کو آگ کی لُو (تیز حرارت) سے پیدا کر چکے تھے۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن نہ صرف انسان سے بالکل ہی الگ نوعیت کی مخلوق ہے بلکہ ان کا مادۂ تخلیق بھی انسان، حیوان، نباتات اور جمادات سے قطعی مختلف ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ تمام چیزوں کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے یا ان کی تخلیق میں مٹی سے گہرا ربط ہے۔ جب کہ جنوں کی تخلیق نار سموم سے ہوئی ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بھی واضح ہے کہ جنّ کی تخلیق حضرت آدمؑ سے قبل ہوئی ہے اور جب حضرت آدمؑ کی تخلیق عمل میں آئی تو اس وقت وہ موجود تھے۔ قرآن کے انداز بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتوں کو حکم سجدہ دئے جانے کے بعد جنوں کو بھی حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان میں سے کچھ لوگ ضرور ایسے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور بالآخر ابلیس نے بھی، جو جنوں کا سرخیل یا نمائندہ خاص تھا جیسا کہ خصوصیت کے ساتھ اس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا، حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے پیش رو کافروں میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ''اور (وہ بھی سجدہ کرنے سے انکار کر کے) کافروں میں شامل ہو گیا۔'' حالانکہ جنوں کی تخلیق کا بھی واحد مقصد انسانوں کی تخلیق کے مقصد کی طرح صرف عبادت و اطاعت الٰہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذّٰرِيٰت : ۵۶)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

البتہ جن بھی انسانوں ہی کی طرح ذی اختیار مخلوق ہے، جس کی بنا پر ان میں بھی نیک اور صالح لوگ ہوا کرتے ہیں اور بد کردار اور گنہگار بھی۔ ان میں مومن، مسلم، عبادت گزار اور اطاعت شعار بھی ہوتے ہیں اور کافر، فاسق، مشرک اور ملحد بھی۔ لہذا، ان کے لئے بھی سزا و جزا مقرر ہے اور جنت و جہنم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے خود جنوں کی زبانی قرآن میں ہمیں خبر دی ہے:

وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝ۙ (الجن : ۱۱)

"اور یہ کہ ہم میں کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس کے برعکس ہیں۔ ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔"

وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ۙ (الجن : ۱۳)

"اور ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اب جو کوئی بھی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا، اسے کسی حق تلفی یا ظلم کا خوف نہ ہوگا۔"

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ۙ (الجن : ۱۴، ۱۵)

"ہم میں سے کچھ مسلم ہیں اور کچھ حق سے منحرف، تو جنہوں نے اسلام اختیار کر لیا انہوں نے نجات کی راہ ڈھونڈ لی اور جو حق سے منحرف ہیں وہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔"

جنوں کے لئے بھی ہمارے یہی انبیاء کرام اور یہی کتابیں ذریعہ ہدایت ہیں جن پر ایمان لانا اور جن کی تعلیمات و احکامات پر عمل پیرا ہونا ان کے لئے لازمی ہے اور اخروی فلاح و کامرانی کا واحد ذریعہ۔ چنانچہ ان میں کچھ لوگوں کے قرآن پر ایمان لانے اور اس

Marfat.com

کو اپنی زندگی میں ورلانے کی شہادت خود قرآن کریم میں مذکور ہے:

اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ (الجن : ۱،۲)

''کہ جنوں کے ایک گروہ نے قرآن غور سے سنا، پھر (جاکر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: ''ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الاحقاف : ۲۹ تا ۳۱)

''اور یاد کرو (اے محمدؐ) جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنیں۔ جب وہ اس جگہ پہنچے (جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے) تو انہوں نے آپس میں کہا ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کر کہا ''اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے، تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچا لے گا۔''

''اَبیٰ'' ''اِبَاءٌ'' سے مشتق ہے، اس کے معنی ہیں بالارادہ کسی کام سے رک جانا، اس

Marfat.com

طرح "اَبٰــــــی" کے معنی ہوں گے جان بوجھ کر شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکمِ سجدہ کی نافرمانی کی، کسی غلط فہمی یا سہو یا بے خبری کی بنا پر نہیں۔

ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی ہی نہیں کی بلکہ وہ تکبر میں بھی مبتلا ہو گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی اپنے تکبر کے اظہار سے باز نہ آیا اور بجائے اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف اور توبہ و استغفار کرنے کے الٹا اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہی کو غلط ٹھہرایا اور اس فیصلے کو حق و انصاف کے خلاف قرار دیا اور ساتھ ہی اپنے اس عمل اور اس رویے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے انتہائی شدومد کے ساتھ بزعم خود دلائل بھی پیش کر دئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے منہ لگنے سے بھی باز نہ آیا۔ معاذ اللہ۔

اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ ؕ لَمۡ یَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُکَ ؕ قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ۝

(الۡاَعۡرَاف : ۱۱،۱۲)

"مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، (اللہ تعالیٰ نے) پوچھا "تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟" بولا "میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔"

اَبٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ۝ قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ۝ قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ (الۡحِجۡر : ۳۱ تا ۳۳)

"اس (ابلیس) نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ رب نے پوچھا "اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟" اس نے کہا "میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔"

قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا ۝ۚ قَالَ اَرَءَیۡتَکَ ہٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ ۫

Marfat.com

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ○

(بَنِیۤ اِسْرَآئِیْل : ٦١، ٦٢)

''اس (ابلیس) نے کہا ''میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا!'' پھر اس نے کہا ''دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں۔ بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔''

اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ (صٓ : ٧٤ تا ٧٦)

''مگر ابلیس، اس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا، رب نے فرمایا ''اے ابلیس! تجھے کیا چیز اس (آدمؑ) کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے؟ تو بڑا بن رہا ہے یا تو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے؟'' اس نے جواب دیا ''میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔''

لہٰذا، ابلیس مردودِ بارگاہ اور ملعون قرار دے دیا جاتا ہے:

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۖۙ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○

(الْحِجر : ٣٤، ٣٥)

''رب نے فرمایا ''اچھا تو نکل جا یہاں سے کیوں کہ تو مردود ہے، اور اب روزِ قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔''

لیکن اس کا تمرد اور تکبر اب بھی ختم نہیں ہوا بلکہ اس کی سرکشی اور شوریدہ سری اسے عمیق غار میں پہنچا کر ہی دم لیتی ہے اور جہنم رسید کر کے ہی چھوڑتی ہے:

Marfat.com

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَ قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ (الْاَعْرَاف: ١٦)

''(ابلیس نے) کہا'' اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے، میں بھی اب سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں رہوں گا۔''

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (الْحِجر: ٣٩، ٤٠)

''(ابلیس نے) کہا'' میرے رب! جیسا تو نے مجھے بہکایا ہے، اسی طرح اب میں زمین میں دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکاؤں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو۔''

ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی صاف صاف اپنا فیصلہ سنا دیا:

قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ۚ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (صٓ: ٨٤، ٨٥)

''(رب نے) فرمایا'' تو حق یہ ہے، اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں، کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا جو ان انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

ادھر شیطان نے کمر کس لیا کہ وہ بہر صورت انسانوں کو راہ راست سے بھٹکا کر، اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنا کر اور ان کے زندگی کے اصل مقصد سے انہیں منحرف کر کے یہ ثابت کرنے کی ہمہ جہت کوشش کرے کہ حضرت انسان خلافتِ ارضی کا متحمل اور حق دار نہ تھا۔ اس طرح انسانوں کے ساتھ ابلیس نے اسی وقت سے عداوت شروع کر دی اور ان کی گھات میں مصروف کار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی صاف طور پر بتا دیا کہ یہ ابلیس تمہارا کھلا دشمن ہے:

وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (الْاَعْرَاف: ٢٢)

''اور میں نے نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ (فَاطِر: ٦)

"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔"

اس کے بر خلاف فرشتوں کی مخالفت اور ان سے دشمنی کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عتاب کا موجب:

مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ○ (البَقرَة : ۹۸)

"جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوںؑ اور جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ ان کافروں کا دشمن ہے۔"

قرآن میں فرشتوں اور ابلیس ـــــ دو متضاد اور ایک دوسرے کے مخالف مخلوقات ـــــ کا ہر اس جگہ یکجا ذکر ہے جہاں حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دونوں متضاد اور مخالف مخلوقات اور دونوں کے ایک دوسرے کے مخالف رویے ـــــ ایک یعنی فرشتوں کی بے چوں و چرا اطاعت اور حضرت آدمؑ کے حق میں خیر خواہی اور دوسرے یعنی شیطان کی نافرمانی اور بغاوت ـــــ کا ذکر کرنے میں ہمارے لئے اس بات کی تعلیم ہے کہ ایک مخلوق یعنی فرشتے انسانوں کے لئے ان کے نیک کاموں میں ہر طرح سے مدد گار اور معاون ہیں، جس معاونت اور مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا، اس حکم کو انہوں نے بسروچشم قبول کیا اور اس کے لئے ہر طرح سے تیار ہو گئے۔ اس کے بر خلاف دوسری مخلوق ابلیس ہے جو جنوں میں سے تھا، یا جن مخلوق کی علامت یا ان کا سرخیل یا نمائندہ تھا۔ اس نے انسانوں کے ساتھ تعاون کرنے سے صاف صاف انکار ہی نہیں کر دیا بلکہ انسانوں سے حسد کیا، انہیں ان کے منصب خلافت کی ذمہ داریوں سے منحرف کرنے اور غلط روی کی دعوت اور ترغیب دینے کا ہر حال میں فیصلہ کر لیا، اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو اس خلافتِ ارضی کا حق دار سمجھتا تھا، کیوں کہ وہ اپنے آپ کو اپنے خیال خام کے مطابق انسانوں سے بہتر اور برتر قرار دیتا تھا۔

Marfat.com

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم نے کہا ''اے آدمؑ! تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو، اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ایک عظیم نعمت مرحمت فرمائی۔ اس نے حضرت آدمؑ ہی کی ذات سے حضرت حوا علیہ السلام کو پیدا فرما کر انہیں حضرت آدمؑ کی زوجیت میں عنایت فرمادی: وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النِّسَآء : ۱) ''اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔'' زوجیت انسان کے لئے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ یہ سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیوی کی ضرورت اور میاں بیوی کے تعلق کی حیثیت اس طرح بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ (النِّسَآء : ۱)

''(تمہارا رب) جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں۔''

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ

(الْاَعْرَاف : ۱۸۹)

''وہ (اللہ تعالیٰ ہی ہے) جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔''

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ

Marfat.com

بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (الرُّوم : ۲۱)

''اور یہ اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔''

اللہ تعالیٰ نے ابلیس مردود و ملعون کو اپنی بارگاہ سے نکل جانے کا حکم دے کر حضرت آدمؑ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اور ان کی بیوی جنت میں رہیں اور بفراغت جہاں اور جو کچھ چاہیں کھائیں۔ البتہ صرف ایک مخصوص درخت کی طرف اشارہ کردیا گیا کہ وہ اس درخت کے قریب بھی نہ جائیں ورنہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی انسان دشمنی اور اس کی کارستانیوں سے بھی متنبہ کردیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان سبز باغ دکھا کر انہیں اس ممنوعہ درخت کے قریب کردے اور اس جنت سے نکلوادے تا کہ وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں، جب کہ جنت میں ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں انہیں میسر تھیں۔

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ○ (طٰهٰ : ۱۱۷ تا ۱۱۹)

''پھر ہم نے آدم سے کہا ''دیکھو، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوادے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے۔''

وہ درخت کس چیز کا تھا، کیسا تھا، اس کی کیا خاصیت تھی وغیرہ باتوں سے متعلق قرآن اور احادیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے۔ لوگوں نے اپنے اپنے طور پر اندازے قائم کر کے مختلف درختوں کے نام بھی بتائے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب

Marfat.com

قیاس آرائیاں ہیں، جن سے بچنا چاہئے۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ اس تعلق سے جس قدر ہمیں علم دیا گیا ہے، اسی پر ہمیں قناعت کرنا چاہئے۔ وہی علم ہماری استعداد کے مطابق اور ہماری ضرورتوں کا متکفل ہے اور جس تفصیل کا ہمیں علم نہیں دیا گیا ہے اس کے پیچھے پڑنا تضیع اوقات ومحنت ہے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت آدمؑ کو ایک نقصان دہ چیز کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ اس ہدایت کی خلاف ورزی خود انہیں کے لئے مضرت کا باعث تھی، جیسا کہ انجام سامنے آیا کہ خلاف ورزی کے نتیجے میں انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔

☆☆☆

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا چھوڑا، جس میں وہ تھے، ہم نے حکم دیا کہ "اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمہیں زمین میں ایک خاص وقت تک رہنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔"

شیطان وہ ہے جو خود بھی سرکش، متمرد، شوریدہ سر، باغی، فاسق، اور نافرمان ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ اور فریب دے کر ان ہی راستوں کی ترغیب دیتا ہے۔ انسانوں اور جنوں دونوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ قرآن میں یہ لفظ زیادہ تر شیاطین جن ہی کے لئے آیا ہے۔ یہاں "اَلشَّیْطَانُ" سے، مراد ابلیس ہے۔ ابلیس شیطان بھی ہے۔ وہ جب کفر کا مرتکب ہوتا ہے تو ابلیس ہے اور جب، دوسروں کو بھی ورغلاتا ہے، راہ راست سے روکتا ہے اور غلط کاموں کی ترغیب دیتا ہے تو وہ شیطان بھی ہے۔ "شَیْطٰنٌ" "شَطَنٌ" سے ہے اور شَطَنٌ کے معنی بُعد یا دوری کے ہیں۔ اس طرح ابلیس صرف اللہ تعالیٰ کا باغی، کافر اور فاسق ہی نہیں ہے جس کے نتیجے میں وہ ہر خیر و برکت اور رحمت الٰہی سے دور ہو چکا ہے اور مایوس ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ دوسروں کو بھی ورغلاتا ہے، انہیں کفر و فسق کی ترغیب دیتا ہے، نافرمانی اور بغاوت پر ابھارتا ہے تاکہ وہ بھی ہر خیر و برکت اور رحمت الٰہی سے دور ہو جائیں۔

لہٰذا، جب تک ابلیس کی اپنی نافرمانی اور سرکشی کا ذکر ہوا تو اس کے لئے لفظ

''ابلیس'' استعمال کیا گیا۔ لیکن جب اس نے دوسروں کو بھی نافرمانی کی ترغیب دینی شروع کر دی اور راہ راست سے بہکانا شروع کر دیا تو قرآن نے اس کے لئے لفظ ''شیطان'' استعمال کیا۔

یہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ انسانوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر کے، گمراہیوں کو خوش نما بنا کر اور بھلاوے میں ڈال کر انہیں راہ راست سے منحرف کرنے کے لئے ہمہ وقت اور ہمہ جہت کوشاں ہوتا ہے۔ وہ اور اس کی ذریت تمام انسانوں کی گھات میں لگی ہوتی ہے۔

شیطان ابلیس کی انسان دشمنی کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ حضرت آدمؑ کو خلافتِ ارضی کا حق دار نہیں سمجھتا تھا بلکہ اس منصب کا خود دعویدار تھا جسے اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح پیش کیا تھا:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج (الْاَعْرَاف : ۱۲)

''اس نے کہا ''میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔''

اور اس نے صرف دعویٰ ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس دعوے کی بزعم خود دلیل بھی ساتھ ہی ساتھ حاضر کر دی تھی:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ (الْاَعْرَاف : ۱۲)

''(اس لئے کہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○

(الْحِجْر : ۳۳)

''اس نے کہا ''میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔''

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ ز (بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْل : ۶۲)

Marfat.com

''پھر اس نے کہا'' دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟''

دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب اس کا جھوٹا دعوائے خلافت رد ہو گیا اور اس کی وہ دلیلیں کام نہ آئیں جو بر بنائے حماقت و تکبر پیش کی تھیں تو وہ حضرت آدمؑ کے خلاف بغض، عداوت اور حسد میں مبتلا ہو گیا، جس کے نتیجے میں اس نے فوراً یہ منصوبہ بنالیا کہ کسی صورت انسانوں کو ان کے وظیفۂ منصب کی ادائیگی میں ناکام بنادے تاکہ اپنے دعوے کو حق بجانب ثابت کر سکے۔ لہٰذا، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہوا کہ اگر تو نے مجھے مہلت دی تو میں یہ ثابت کر دوں گا کہ یہ اس قابل نہ تھا کہ اسے مجھ پر فضیلت دی جاتی:

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

(بَنِیٓ اِسْرَآءِیْل : ٦٢)

''اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔''

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ لا ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ ۝ (الْاَعْرَاف : ١٤ تا ١٧)

''ابلیس نے کہا'' مجھے اس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' تجھے مہلت ہے'' وہ بولا'' اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے، میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا، آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ لا

Marfat.com

اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ○ (الۡحِجر : ۳۹، ۴۰)

''اس نے کہا ''میرے رب' جیسا تو نے مجھے بہکایا ہے، اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لئے دل فریبیاں پیدا کر کے، ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کرلیا ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے شیطان ابلیس کو اس کا موقع دے دیا کہ وہ اپنے دعوے کو ثابت کر دکھائے:

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ۙ○ اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ○

(الۡحِجر : ۳۷، ۳۸)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' اچھا تو تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔''

اس طرح شیطان اپنے تمام حربہ وہتھیار سے لیس ہو کہ میدان کارزار میں کود پڑا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کی دشمنی اور اس کے دشمنی انجام دینے کے طریقوں سے انسانوں کو اچھی طرح آگاہ فرما دیا تا کہ وہ ان کی چالوں اور فریب کاریوں سے بچ سکیں اور ان کی دشمنی اور ان کی چالوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کریں:

وَاِذۡ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ (الۡاَنۡفَال : ۴۸)

''اور خیال کرو جب شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا کر دکھائے تھے۔''

وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ (الۡاَنۡعَام : ۶۸)

''اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے۔''

وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ○ (الۡبَقَرَة : ۱۶۸)

''اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ○ (يُوۡسُف : ۵)

Marfat.com

''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ (الْكَهْف : ۵۰)

''تو کیا تم ابلیس اور اس کی اولاد کو میرے بالمقابل اپنا دوست بناؤ گے، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔''

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ۝ (الْحِجْر : ۳۹)

''(شیطان نے) کہا ''میرے رب! جیسا کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، اسی طرح اب میں بھی زمین میں ان کے لئے دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکاؤں گا۔''

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ (فَاطِر : ۵، ۶)

''اور نہ بڑا دھوکہ باز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔ حقیقت میں شیطان تمہارا دشمن ہے اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔''

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْل : ٦٤)

''اور شیطان کے وعدے دھوکے کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔''

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ (الْمُؤْمِنُوْن : ۹۷، ۹۸)

''اور دعا کرو کہ ''اے رب! میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلکہ اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

شیطان لعین نے حضرات آدم و حوا علیہم السلام کے خلاف معرکہ چھیڑ دیا۔ ان پر اپنے ڈورے ڈالنے شروع کر دئے۔ انہیں ہیشگی کی زندگی اور لازوال سلطنت کا سبز باغ دکھا کر اس ممنوعہ درخت کی ترغیب دی، جس کے پاس جانے سے سختی سے منع کیا گیا تھا:

Marfat.com

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ (الْاَعْرَاف : ۲۰)

''اس نے ان سے کہا ''تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے، اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔''

قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ (طٰهٰ : ۱۲۰)

''وہ (شیطان) کہنے لگا'' آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟''

یہ بات اس نے ان کے سامنے ان کا سچا خیر خواہ بن کر پیش کی اور اپنی خیر خواہی کا قسم کھا کر یقین دلایا، اس طرح اس نے انہیں اپنے دام تزویر میں پھانس لیا:

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ۙ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ

(الْاَعْرَاف : ۲۱،۲۲)

''اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ ''میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔'' اس طرح اس نے ان دونوں کو اپنے دام فریب میں پھانس لیا۔''

حالانکہ شیطان کے اس فریب کا اصل مقصد یہ تھا کہ کسی صورت ان سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کروا کر اس ممنوعہ درخت سے انہیں کھلا دے تا کہ ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل جائیں اور جنت کی آسائش سے انہیں ہاتھ دھونا پڑے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِىَ لَهُمَا مَاوٗرِىَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

(الْاَعْرَاف : ۲۰)

''پھر شیطان نے ان کو اس لئے بہکایا تا کہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔''

اور یہی کچھ ہوا:

Marfat.com

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰهٰ: ۱۲۱)

''آخر کار دونوں (میاں بیوی) اس درخت سے کھا گئے تو فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔''

ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل جانے کے نتیجے میں اب وہ اس قابل نہ رہے کہ جنت میں رہ سکیں۔ لہذا، انہیں اپنے مستقر جنت سے نکلنا پڑا اور جنت کی نعمتوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

حضرت آدمؑ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی یہ خلاف ورزی نہ تو دانستہ تھی اور نہ ہی سرکشی کی بنا پر، بلکہ غفلت اور بھول میں پڑ جانے اور عزم و ارادے کی کمزوری میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے شیطانی وسوسہ ان پر غالب آ گیا:

وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ (طٰهٰ: ۱۱۵)

''ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔''

اس لئے جب نتائج سامنے آئے تو فوراً انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس کی تلافی کی کوشش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں معاف کیا اور ان کے شرف اور ان کی فضیلت کو بحال رکھا۔ البتہ ایک بار پھر شیطان مردود کی دشمنی سے خبردار کرتے ہوئے انہیں جنت سے دنیا میں منتقل ہونے کا حکم فرمایا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب اس کی دشمنی زمین پر بھی جاری رہے گی اور قیامت تک انسانوں کو شیطانوں کی کارستانیوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنی ہوگی اور ان کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

انسان کے لئے اصل مستقر تو عالم بالا ہی ہے جہاں حضرت آدمؑ رکھے گئے تھے۔ البتہ ایک غیر صالح فعل نے حضرت آدمؑ کو وہاں کے قیام کے قابل نہ رکھا، عارضی طور پر

Marfat.com

کچھ مدت کے لئے انہیں زمین پر منتقل ہونا پڑا اور اب آدمؑ اور ان کی پوری ذریت میں سے ہر ایک کے لئے دنیا ہی میں متاعِ زیست کے ساتھ ایک مختصر مدت حیات اور قیام ہے۔ پھر ان کے لئے موت مقرر ہے اور اس موت کے بعد ایک وقت آئے گا جب کہ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک دنیا میں آنے والے ہر شخص کو نکالا جائے گا۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝

(الْأَعْرَاف: ٢٤، ٢٥)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا" تم لوگ اتر جاؤ، تم (انسان اور شیطان) ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامان زیست ہے۔"

اور فرمایا "وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائے گا۔"

"اِهْبِطُوْا" جمع کا صیغہ ہے۔ یعنی اترنے کا حکم صرف حضرات آدم وحوا علیہم السلام ہی کو نہیں دیا گیا بلکہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی اس حکم میں شامل ہے۔ اور سیاق کلام سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں کے علاوہ شیطان ہے جس کا تذکرہ ہو رہا ہے اور پھر جس کے متعلق یہ ہدایت بھی فرمائی جا رہی ہے کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ "تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔" ظاہر ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور شیطان کی دشمنی خود بخود شیطان کے لئے انسان کی دشمنی لازم کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے:

إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ (فَاطِر: ٦)

"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔"

☆☆☆

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی، جس کو اس کے رب نے قبول فرمالیا، یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

گناہ سرزد ہوجانے کے بعد جب ان کی غلط روی ان پر واضح ہوگئی تو وہ نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اس سے مغفرت کے طالب ہوئے اور اپنے اوپر کیے گئے ظلم کی تلافی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان باتوں کے لئے دعا سکھائی جسے حضرات آدم وحوا علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا۔ وہ دعا قرآن میں اس طرح ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الْاَعْرَاف: ۲۳)

''دونوں نے دعا کی ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اب اگر تو نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہوجانے والوں میں شامل ہوجائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں برگزیدہ کیا اور ان کے شرف وفضیلت کو بحال رکھا:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○ (طٰهٰ: ۱۲۲)

''پھر اس کے رب نے انہیں برگزیدہ کیا اور ان کی توبہ قبول کی اور انہیں ہدایت بخشی۔''

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں۔ گناہ کے بعد بندے کا اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے کئے ہوئے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، اس پر نادم اور شرمندہ ہے اور اب وہ گناہ سے ہمیشہ کے لئے بچنے کا مصمم عزم وارادہ رکھتا ہے اور اطاعت وفرماں برداری کی طرف پلٹ آیا ہے۔ توبہ کی تعریف خود قرآن کریم نے اس طرح پیش کی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

Marfat.com

لِذُنُوبِهِمْ ۖ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۖ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (اٰلِ عِمْرٰن : ۱۳۵)

"اور جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی ان سے فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔"

اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے پر توبہ کے معنی اللہ تعالیٰ کا بندے کو معاف کرنا اور ان پر پھر سے نظرِ عنایت کرنا اور ان کی طرف متوجہ ہونا ہے جو گناہ کے سبب پھر گئی تھی۔ تَوَّاب اور رَحِیْم دونوں ہی مبالغے کے صیغے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جانب بہت زیادہ رجوع کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، ان کی مغفرت کرنے والا اور ان پر احسان کا معاملہ کرنے والا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے تائب ہونے والے، ان سے مغفرت چاہنے والے اور رحم کی دعا کرنے والے بندوں کی نہ صرف مغفرت فرماتا ہے بلکہ ان کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ انتہائی رحمت و احسان کا معاملہ کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (اَلْبَقَرَة : ۲۲۲)

"بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے بندوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کے حضور توبہ کریں، خالص توبہ تاکہ ان کی مغفرت کی جائے اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ (اَلتَّحْرِيْم : ۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے اور تمہیں جنتوں میں داخل فرما دے۔"

Marfat.com

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے کہا ''تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔''

یہ اللہ تعالیٰ نے دوسری مرتبہ اترنے کا حکم فرمایا۔ پہلا حکم اس بنا پر تھا کہ ممنوعہ درخت سے کھالینے کی وجہ سے حضرات آدم وحوا علیہم السلام میں کچھ ایسی غیر معمولی تبدیلیاں واقع ہوگئیں اور وہ ایسی حالت کو پہنچ گئے کہ اب وہ اس جنت میں رہنے کے قابل ہی نہیں رہ گئے تھے، جس میں انہیں رکھا گیا تھا۔ لہذا، انہیں اس جنت سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا اور ان نعمتوں اور آسائشوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑا جو انہیں وہاں حاصل تھیں، جیسا کہ قبل کی آیت میں فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ''یہاں تک کہ انہیں اس حالت سے (شیطان نے) نکلوا چھوڑا جس میں وہ تھے۔'' کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں اِهْبِطُوْا یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہے کہ اس اترنے کے حکم میں حضرات آدم وحوا علیہم السلام کے علاوہ شیطان بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ اِهْبِطُوْا کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔''

پیش نظر آیت میں دوسرا اترنے کا حکم اس بنا پر دیا گیا کہ حضرت آدمؑ کو اس زمین پر خلافت کی ذمہ داری ادا کرنی تھی، جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا تھا جیسا کہ قبل کی آیت میں اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' کہا گیا ہے یہاں بھی اِهْبِطُوْا یعنی جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن یہاں حضرات آدم وحوا علیہم السلام کے علاوہ شیطان مراد نہیں ہے بلکہ حضرت آدمؑ کی ذریت شامل ہے۔ اس لئے کہ

Marfat.com

خلافتِ ارضی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضرت آدمؑ کے ساتھ ہی ان کی ذریت بھی شریک کار ہے۔ جیسا کہ یہاں لفظ جَمِيعاً "تم سب لوگ" اور پھر فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ "پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے، تو جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لئے کسی خوف و رنج کا موقع نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔" بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اس اترنے کے حکم میں حضرات آدم وحوا علیہم السلام کے ساتھ ہی ساتھ پوری نسل آدم بھی شامل ہے، جن کے لئے زمین پر بھیجنے کے ساتھ ہی وہ اصولی ہدایتیں بھی تفویض کی جانے کی بات کی جارہی ہے جو وظیفۂ خلافت سے بخیر و خوبی عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہیں، جو صلاح و فلاح دارین کی ضامن ہیں اور جن سے منہ موڑنا خسران اور عذاب کا موجب۔

اس اترنے کے حکم کا تعلق جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے، اس گناہ سے نہیں ہے جو حضرات آدم وحوا سے سرزد ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ اس گناہ کو معاف کردینے اور انہیں پھر سے برگزیدہ کردینے کے بعد پھر کیا موقع ہے کہ انہیں دوبارہ اترنے کا حکم دیا جائے جب کہ انہیں ان کے گناہ کی وجہ سے ایک مرتبہ یہ حکم دیا جاچکا تھا اور اس حکم کے بموجب وہ جنت سے نکل بھی گئے جیسا کہ اسی سے متصل قبل کی آیت میں واضح کردیا گیا کہ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ "اس طرح (شیطان نے) انہیں اس حالت سے نکلوا چھوڑا جس میں وہ تھے۔" تو پھر دوبارہ وہی حکم دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہدایت سے مراد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رسول اور ان کی معرفت نازل کردہ کتابیں ہیں۔ نسل آدم کو زمین پر بھیجنے کے ساتھ ہی یہ تاکیدی ہدایت بھی کردی گئی

کہ زمین میں تمہارے استقرار اور قیامِ کے دوران تمہاری ہدایت کے لئے ہم انبیاء اور رسول بھیجیں گے اور انہیں کی معرفت کتابیں نازل کریں گے، تو میری جانب سے جو بھی رسول اور اس کی معرفت کتاب تمہارے پاس آئے انہیں قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا تمہاری نجات وفلاح کے لئے لازمی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النِّسَآء : ٦٤)

''ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کی بنا پر اس کی پیروی کی جائے۔''

ان رسولوں اور کتابوں کی پیروی جو شخص بھی کرے گا، انہیں کسی طرح کا نہ تو خوف ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کا حزن وملال، نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوں گے اور نہ ہی آخرت میں محروم رہیں گے:

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ۝ (طٰهٰ : ١٢٣)

''تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔''

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الْاَعْرَاف : ٣٥)

''(یہ بات اللہ تعالیٰ نے زمین پر بنی آدم کو بھیجتے وقت ہی ہدایت فرمادی تھی کہ) اے بنی آدمؑ یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویے کی اصلاح کرے گا، اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔''

خوف نام ہے آئندہ پیش آنے والے خطرات یا مصیبت کے اندیشے اور کھٹکے کا اور حزن وملال اس حد درجہ افسوس، رنج اور غم کو کہتے ہیں جو کسی نقصان، خسارے، تکلیف یا مصیبت لاحق ہوجانے کی وجہ سے ہو۔ اس طرح خوف کا تعلق مستقبل سے ہے اور حزن کا تعلق ماضی سے۔

یہاں مطلق ''اسکے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا'' کہا گیا ہے۔ اس میں دنیا اور آخرت کی تخصیص نہیں ہے۔ یعنی اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو دنیا میں خوف وحزن دامن گیر نہیں ہوتا اور آخرت میں بھی ان سے انہیں سابقہ نہیں پڑے گا۔ انہیں دنیا کے ہاتھ سے جانے کا ملال اس لئے نہیں ہوتا کیوں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے پوری امید ہوتی ہے کہ آخرت میں انہیں اس کے عوض اس سے بدرجہا بہتر اور بکثرت نعمتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں حزن و ملال اس لئے نہیں ہوگا کہ دنیا اور اس کی نعمتوں اور لذتوں کے مقابلے میں آخرت کی نعمتیں اور لذتیں بدرجہا بہتر، بکثرت اور افضل ہوں گی، جس سے یہاں کی کسی چیز کے چھوٹ جانے کا مطلق غم اور پروا نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف جو ہدایت سے منہ موڑیں گے، بے اعتنائی برتیں گے اور اس کی پروا نہ کریں گے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب کے خوف میں مبتلا ہوں گے۔ اپنے کرتوت کر دیکھتے ہوئے جہنم کی آگ سے وہ ہمہ وقت دہشت زدہ رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی حزن و ملال میں بھی وہ مبتلا ہوں گے، کیوں کہ جس دنیا سے وہ رخصت ہو کر گئے، اس کی عیش وعشرت اور عافیت ولذت نہ صرف یہ کہ ان سے یک لخت چھن جائیں گی بلکہ تکلیف ومصیبت اور خوف ودہشت ہمہ وقت دامن گیر ہوں گی۔ اس کے ساتھ انہیں اپنے ان اچھے اعمال سے دور رہنے اور برے اعمال میں مگن رہنے کا بھی انتہائی افسوس ہوگا جو وہ دنیا میں انجام دیتے رہے تھے۔ وہ یہ سوچ سوچ کر ہاتھ ملتے رہیں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اچھے اعمال کئے ہوتے۔

خوف اور حزن و ملال سے نجات بہت بڑی نعمت ہے۔ لہذا، جنت کے لئے ان الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ جنت کی خصوصیت اور اس کی خیر و برکت کے لئے یہ بہت ساری نعمتوں کے جامع الفاظ ہیں۔ ایسی جگہ جہاں نہ مستقبل کے کسی طرح کے اندیشے اور خوف ہوں اور نہ ہی ماضی کا کسی طرح کا حزن و ملال وہ جنت ہی ہوسکتی ہے۔ لہذا،

Marfat.com

جنت کی ان دو جامع نعمتوں کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ (الْاَعْرَاف: ٤٩)

''داخل ہو جاؤ جنت میں تمہارے لئے نہ خوف ہے نہ رنج۔''

اور اہل جنت بھی جنت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ یہی کہہ کر ادا کریں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط (فَاطِر: ٣٤)

''اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم سے حزن و ملال کو دور کر دیا۔''

☆☆☆

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور جو لوگ اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے کسی طرح کے خوف اور حزن و ملال کا موقع نہ ہوگا، اس کے برخلاف جو لوگ ان ہدایات کو قبول نہیں کریں گے، بلکہ انکار کریں گے، ان سے لاتعلق رہیں گے، ان کی پیروی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کریں گے یعنی ماننے سے انکار کریں گے یا انہیں غلط اور عبث قرار دیں گے وہ صرف یہی نہیں کہ خوف وحسرت اور رنج وغم سے نجات نہیں پائیں گے بلکہ اس کے ساتھ ہی انہیں جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اس حال میں کہ نہ انہیں جہنم سے چھٹکارا ملے گا اور نہ ہی انہیں موت آئے گی:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (طٰهٰ : ١٢٤)

"اور جو میرے "ذکر" (یعنی ہدایت جو درس نصیحت ہے) سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔"

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ

(الْاَعْرَاف : ٣٦، ٣٧)

"اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں سرکشی اختیار

کریں گے، وہی دوزخ میں جانے والے لوگ ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آخر اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو بالکل جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے یا اللہ تعالیٰ کی سچی آیات کو جھٹلائے۔"

ایات جمع ہے ایۃؐ کی۔ آیت کے اصل معنی اس نشانی یا علامت کے ہیں جو کسی چیز کی طرف رہنمائی کرے۔ قرآن میں بھی یہ اسی معنی میں مستعمل ہے۔ کہیں آثار کائنات کو بھی آیات کہا گیا ہے، کیوں کہ مظاہر قدرت میں سے ہر چیز اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو اس ظاہری پردے کے پیچھے مستور ہے۔ کہیں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو آیات کہا گیا ہے، کیوں کہ یہ معجزے دراصل اس بات کی علامت ہوتے تھے کہ یہ لوگ خالق وفرماں روائے کائنات کے نمائندے ہیں۔ کہیں کتاب اللہ یا اس کے فقروں کو آیات کہا گیا ہے، کیوں کہ وہ نہ صرف حق اور صداقت اور علم وہدایت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں بلکہ ان کے اندر فی الحقیقت اس کتاب کے نازل کرنے والے کی خالقیت، مالکیت، ربوبیت، حاکمیت، قدرت اور رحمت وغیرہ کے آثار کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔ یہاں آیات کے معنی میں ہدایات کے ساتھ ہی ساتھ مذکورہ تمام معانی بھی شامل ہیں۔

یہ نسل انسانی کے حق میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کا مستقل فرمان ہے، جس میں کسی طرح کے رد و بدل کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے، خواہ زمانہ جس قدر بدل جائے، لوگوں کے اذہان وطبائع میں کسی بھی قسم کی تبدیلی آجائے، دنیا جتنی بھی ترقی کر جائے اور نام نہاد علوم کو جس قدر بھی وسعت حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور خلیفۂ ارض ہونے کی دوگونہ حیثیتوں کے لحاظ سے وہ اس پر مامور ہے کہ اس ہدایت کی من وعن بہر صورت پیروی کرے جو اس کے رب نے اس کے لئے تجویز کی ہے۔ اسی کو گزشتہ آیت نمبر ۲۷ میں عَھْدَ اللّٰہِ "اللہ تعالیٰ کا عہد" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرات آدم وحوا علیہم السلام کے زمین پر تشریف لے آنے کے ساتھ ہی بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' کے مطابق حضرت آدمؑ اور ان کی نسل اور ابلیس اور اس کی ذریت کے درمیان حق و باطل کی جنگ بھی شروع ہوگئی۔ شیطان عدوئے مبین ہر محاذ پر اپنے تمام حربہ وہتھیار سے لیس ہو کر انسانوں کے شکار میں گھات لگا کر بیٹھ گیا اور ہر چہار جانب سے ان پر حملے شروع کردئے۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ سلسلہ بلا فصل جاری ہے۔ لہٰذا، آج بھی وہ مصنوعی، بے حقیقت، بے اصل اور بے بنیاد افکار و نظریات کے تانے بانے بن کر، جہالت اور لاعلمی کو علم وعرفان کا جامہ پہنا کر، حق پر باطل کا رنگ چڑھا کر، حرص و ہوس کے جال پھیلا کر، مکر و فریب کے پردے میں ناپائیدار دنیاوی رنگینیوں اور رعنائیوں کو خوش نما بنا کر، آخرت فراموشی کے لئے فلسفے اور دلائل فراہم کر کے، دین کو مسخ کر کے اور لادینیت و دہریت کو دین کی سند دے کر انسانی گروہوں اور جمیعتوں میں اختلاف و افتراق پیدا کر کے، اعمالِ شنیع و قبیح کو حسن و خوبی کا تمغہ عطا کر کے، بے شرمی اور بے حیائی کو انسانی معراج و کمال کی انتہائی منزل قرار دے کر اور جھوٹ، مکر، فریب، دغا، ظلم، بربریت، بے انصافی، بد خلقی، بد کلامی، بد قماشی، بددیانتی، بدکاری، حرام خوری، حق تلفی وغیرہ جیسے برے، فحش، گندے، ناپاک، مذموم، غلط اور انسانی شان و عظمت کے خلاف سیئات اور گناہ عظیم کو زندگی کے ناگزیر لوازم، کامیابی کی شرطیں اور ترقی کے زینے قرار دے کر، غرض کہ ہر جہات اور ہر چہار اطراف سے ان پر حملے کر رہے ہیں۔ طرہ یہ کہ ان حملوں کے لئے، انہیں ان ہی انسانوں میں سے اپنے ہی جیسے افکار و نظریات اور کردار و اعمال کے حامل افراد کو اپنے نرغے میں لے کر اور انہیں اپنی تربیت سے اپنے کام کے لائق بنا کر انسانوں کے خلاف کثیر تعداد میں میدان کارزار میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ ان میں شیطانی صورت و ہیئت، بے ہنگم وضع قطع اور غیر انسانی طور طریقے کے حامل لوگوں کے شانہ بشانہ معصوم صورت، مہذب اور متمدن لباس اور تراش و

خراش کے حامل افراد بھی ناصح اور مصلح بن کر، انسانی خیر خواہی اور فلاح و بہبود کا مسیحا بن کر، اپنی خواہشِ نیک اور جذبۂ خیر سگالی کی یقین دہانی کراتے ہوئے میدان جنگ میں شیطان لعین کی جانب سے دادِ شجاعت دے رہے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے دنیا سمیٹ رہے ہیں۔ اس طرح وہ خود بھی برباد ہو رہے ہیں اور دوسروں کی بربادی کا بھی سامان کر رہے ہیں۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم!

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شیطان مردود، اس کی ذریت اور اس کے شاگردوں ـــــ خواہ وہ انسانوں ہی میں سے کیوں نہ ہوں ـــــ سے پناہ مانگتے ہوئے اس رب العالمین کی عنایت کردہ ہدایات و تعلیمات کو ـــــ جو ہماری ہی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے نازل فرمائی گئی ہیں ـــــ اپنے قلب و جگر سے لگالیں، انہیں حرز جاں بنالیں اور انہیں کے زیر سایہ اور زیر پناہ اپنے ربِ رحیم و کریم سے استعانت کی درخواست کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو تلف ہونے سے بچالیں اور حقیقی کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح کے لئے راہ ہموار کرلیں، چاہے اس کے لئے اس چند روزہ بے حیثیت زندگی کی جھوٹی رنگینیوں اور رعنائیوں، عیش و تنعم اور لطف و لذت کوشیوں، حتیٰ کہ زندگی ہی کو کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔ اس طرح ہم اپنے دشمن ازلی کو شکست دینے میں کامیاب ہوسکیں گے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ (الْمُؤْمِنُوْن : ۹۷،۹۸)

''اور کہو، اے رب! میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلکہ اے رب! میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ (اٰلِ عِمْرٰن : ۱۶)

''اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتشِ دوزخ سے بچالے۔''

☆☆☆

Marfat.com

اختتامیہ

اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایت کو قبول کر لینا، اس کے مطابق اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دینا اور اس پر جم جانا انسانیت کا معراج، کمال اور اس کا مقصد وجود ہے۔ خلافتِ ارضی کی ذمہ داریوں سے بحسن وخوبی اور بہ تمام وکمال عہدہ برآ ہونا بنی آدم پر لازم ہے اور شیطان مردود ولعین کو اس کے اپنے منصوبے میں شکست فاش دینا اور اسے ناکام بنادینا ہمارا مشن ہے تاکہ ہم کامیاب ہوسکیں اور انجام کار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوسکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے نوازے گئے ہیں۔ اس کے بر خلاف اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایت سے منہ موڑنا، صرف نظر کرنا، بے توجہی برتنا اور انکار کرنا لازماً شیطانی دام تزویر کا شکار ہوجانا ہے، شیطان کے مقابلے میں شکست کھا جانا ہے اور نتیجتاً نقصان اور خسران سے دوچار ہوجانا اور مغضوب اور ضالین کے گروہ میں شامل ہوجانا ہے جن کے لئے عذابِ عظیم والیم مقدر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا
مَافِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ ط
فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ
رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف
وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ق ز غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ
الْمَصِیْرُ ○ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا
مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا
تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ
عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة
وَاغْفِرْلَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا
عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ○ ع

(البَقَرَة : ٢٨٤ تا ٢٨٦)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو خواہ چھپاؤ، اللہ تعالیٰ بہر حال اس کا حساب تم سے لے لے گا۔ پھر اسے اختیار ہے، جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے سزا دے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ رسولؐ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول پر ایمان لانے والے ہیں، (انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے)۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ''ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اسی پر ہے۔ (ایمان لانے والو! تم یہ دعا کرو کہ) اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ان پر گرفت نہ کر، مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال، جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ اے ہمارے رب! جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ، ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

Marfat.com

تالیف کتاب کے دوران حسب ذیل تفسیریں پیش نظر رہی ہیں

۱۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن ـــ تألیف الإمام الکبیر أبی محمد بن جریر الطبری، دار المعرفة، بیروت، لبنان، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۲۔ الکشاف ـــ تألیف الإمام أبی قاسم جار اللہ محمود بن عمر بن محمد زمخشری۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۳۔ تفسیر البیضاوی مع حاشیة الشهاب ـــ تألیف قاضی بیضاوی، دار صادر، بیروت

۴۔ زاد المسیر فی علم التفسیر ـــ الإمام أبی فرج جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۵۔ التفسیر الکبیر أو مفاتیح الغیب ـــ للإمام فخر الدین محمد بن عمر ابن الحسین بن الحسن ابن علی التّمیمی البکری الرّازی الشافعی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء

۶۔ تفسیر الخازن ـــ للإمام علاء الدین علی بن محمد بن ابراهیم البغدادی الشهیر بن الخازن دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

۷۔ الجامع لأحکام القرآن ـــ لأبی عبد اللہ محمد بن أحمد الأنصاری القرطبی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

Marfat.com

٨۔ تفسیر البحر المحیط ـــــ لمحمد بن یوسف الشهیر بأبی حیّان اندلسی،
دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ ١٤١٣ھ/١٩٩٣ء

٩۔نظم الدرد فی تناسب الآیات والسُّور ـــــ للإمام برھان الدین أبی الحسن ابراھیم
بن عمر البقاعی ،دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة ١٤١٥ھ/١٩٩٥ء

١٠۔در المنثور فی التفسیر المأثور ـــــ للإمام جلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر السیوطی،
دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة ١٤١١ھ/ ١٩٩٠ء

١١۔فتح القدیر ـــــ تألیف الإمام محمد بن علی بن محمد الشوکانی،
دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة ١٤١٥ھ /١٩٩٤ء

١٢۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ـــــ تألیف العلامة أبی
الفضل شھاب الدین السید محمود الألوسی البغدادی،
دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ ١٤١٥ھ / ١٩٩٤ء

١٣۔ صفوة التفاسیر ـــــ تألیف محمد علی الصّابونی،
دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، الطبعة الثالثة ١٤٠٢ھ / ١٩٨١ء

١٤۔ تفسیر القرآن الحکیم الشھیر بتفسیر المنار ـــــ تألیف محمد رشید رضا،
دار المعرفة، بیروت، لبنان، الطبعة ، ١٤١٤ھ / ١٩٩٣ء

١٥۔تفسیر ابن کثیر مترجم ـــــ تالیف حافظ ابن کثیر، مقبول اکیڈمی، لاہور ١٩٨٨ء

١٦۔احسن التفاسیر ـــــ تالیف مولانا سید احمد حسن

١٧۔تفسیر مظہری ـــــ قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی، پانی پتی، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی، جنوری ١٩٨٠ء

Marfat.com

۱۸۔ تفسیر حقانی ـــ مولانا عبدالحق حقانی دہلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی

۱۹۔ مکمل بیان القرآن ـــ مولانا اشرف علی تھانوی۔ تاج پبلشرز، دہلی، طبع ۱۹۹۱ء

۲۰۔ تفسیر ماجدی ـــ مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، بار اول ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء

۲۱۔ تفسیر نظام القرآن ـــ تالیف مولانا حمید الدین فراہی، ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی، دائرۂ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڈھ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۲۲۔ تفسیر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی ـــ من خادم الحرمین الشریفین

۲۳۔ تفہیم القرآن ـــ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی۔ ۱۹۸۸ء

۲۴۔ تفسیر فی ظلال القرآن ـــ سید قطب شہید، ترجمہ سید حامد علی، ہندوستان پبلیکیشنز، دہلی۔ ۱۹۸۹ء

۲۵۔ تدبر قرآن ـــ مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، اشاعت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

۲۶۔ معارف القرآن ـــ مولانا محمد شفیع، ربانی بک ڈپو، لال کنواں، دہلی۔ باردوم ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۲۷۔ تیسر الرحمٰن لبیان القرآن ـــ تالیف محمد لقمان السلفی، امام ابن تیمیہ پبلیکیشنز، نئی دہلی بار ثانی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

Marfat.com

بلغ العلیٰ بکماله

کشف الدّجیٰ بجماله

حسنت جمیع خصاله

صلّوا علیه وآله

Marfat.com

توضیح قرآن کریم

جلد اول

محمد افضل احمد

افضل پبلیکیشنز لاہور

Marfat.com